# اُردو زبان کا لسانی ارتقا: اُردو اخبارات کے حوالے سے اُردو کے بدلتے ہوئے روزمرہ اور محاورے کا مطالعہ

Linguistic Evolution of Urdu: A Study on the Changing Usage Language and Idioms in Urdu Newspapers

مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اُردو)


مقالہ نگار:

**محمد امجد**



فیکلٹی آف لینگویجز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد



©فروری 2024ء

# اُردو زبان کا لسانی ارتقا: اُردو اخبارات کے حوالے سے اُردو کے بدلتے ہوئے روز مرہ اور محاورے کا مطالعہ

Linguistic Evolution of Urdu: A Study on the Changing Usage Language and Idioms in Urdu Newspapers


مقالہ نگار:

**محمد امجد**


یہ مقالہ

**پی ایچ ڈی (اُردو)**

کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا

فیکلٹی آف لینگویجز

(اُردو زبان وادب)


**فیکلٹی آف لینگویجز**

**نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد**



©فروری2024ء

## مقالے کے دفاع اور منظوری کا فارم

زیرِ دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف لینگویجز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالے کا عنوان: اُردو زبان کا لسانی ارتقاء: اُردو اخبارات کے حوالے سے اُردو کے بدلتے ہوئے روزمرہ اور محاورے کا مطالعہ

پیش کار: محمد امجد رجسٹریشن نمبر: 01- PhD/URD/S20

**ڈاکٹر آف فلاسفی**

شعبہ: شعبۂ اردو زبان و ادب

**ڈاکٹر عابد حسین سیال**

______________________

نگران مقالہ

**پروفیسر ڈاکٹر جمیل اصغر جامی**

______________________

ڈین فیکلٹی آف لینگویجز

**میجر جنرل (ر) شاہد محمود کیانی ہلال امتیاز ملٹری**

______________________

ریکٹر

تاریخ: ______________

# اقرار نامہ

میں، محمد امجد حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ اس مقالے میں پیش کیا گیا کام میرا ذاتی ہے اور نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد کے پی ایچ ڈی اسکالر کی حیثیت سے ڈاکٹر عابد حسین سیال کی نگرانی میں مکمل کیا گیا ہے۔ میں نے یہ کام کسی اور یونیورسٹی یا ادارے میں ڈگری کے حصول کے لیے پیش نہیں کیا ہے اور نہ آئندہ کروں گا۔

________________________

محمد امجد

مقالہ نگار

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

# فہرست ابواب


| عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|
| مقالے کے دفاع اور منظوری کا فارم | ii |
| اقرار نامہ | iii |
| فہرست ابواب | iv |
| Abstract | ix |
| اظہارِ تشکر | x |

## باب اول: موضوع کا تعارف اور بنیادی مباحث

| | |
|---|---|
| الف: تمہید | 1 |
| i۔ موضوع کا تعارف | 1 |
| ii۔ بیان مسئلہ | 2 |
| iii۔ مقاصد تحقیق | 3 |
| iv۔ تحقیقی سوالات | 3 |
| v۔ نظری دائرہ کار | 3 |
| vi۔ تحقیقی طریقہ کار | 5 |
| vii۔ موضوع پر ما قبل تحقیق | 5 |
| viii۔ تحدید | 5 |
| ix۔ پس منظری مطالعہ | 6 |
| x۔ تحقیق کی اہمیت | 7 |
| ب: اُردو زبان کا لسانی ارتقا | 8 |
| ج: میٹرولنگولزم کے تناظر میں لسانی توسیع کی صورتیں | 20 |
| i۔ لغوی مستعاریت | 25 |
| ii۔ لسانی تعصب | 26 |

iii۔ زبانوں کی آمیزیش میں گلوبلائزیشن کا کردار 27
iv۔ زبان سے متعلق لوگوں کا رویہ 28
v۔ میٹرولنگولزم 28
vi ۔ ہجرت اور زبان کی تبدیلی 29
vii۔ کثیر لسانی اور زبان کا باہمی ملاپ 30
viii۔ زبان کی پالیسی اور منصوبہ بندی 30
ix۔ جدید ٹیکنالوجی اور مواصلات 31
ix۔ زبان سے متعلق رویہ 32
د: محاورے اور روزمرہ کی تشکیل کے عوامل 33
i۔ روزمرہ اور محاورات کی تشکیل میں سماجی عوامل کا کردار 35
ii۔ ہنگامی روزمرہ اور محاورات کی تشکیل میں سیاسی اور پاپ کلچر محرکات 38
iii۔ ٹیکنالوجی 39
iv۔ غالب زبان کا کردار 40
محاورے اور روزمرہ کی تشکیل کے لسانی عوامل 41
i۔ ساختی تناظر 43
ii۔ استعاراتی تناظر 43
ہ: ذرائع ابلاغ کی بدلتی ہوئی زبان اور اس کے محرکات: اجمالی جائزہ 45
i۔ سوشل میڈیا اور دیگر انٹرنیٹ ذرائع کی زبان کا غیر رسمی استعمال 50
ii۔ ذرائع ابلاغ کی زبان کی تبدیلی میں گلوبلائزیشن کا کردار 51
iii۔ ذرائع ابلاغ کی زبان کی تبدیلی میں صحافیوں کی کم علمی کا کردار 52
حوالہ جات 59
باب دوم: محاورات کی تشکیل اور اخبارات کی زبان 62
الف: اخبارات کی زبان میں محاورات کا استعمال 63

ب: محاورات میں تبدیلی کی وجوہات 64
ج: مستعمل محاورات میں تبدیلی کی صورتیں 77
i۔ نسوانی محاورے 87
د: نئے محاورے کی تشکیل 89
1۔ نئے تشکیل پانے والے محاورات کا سماجی تناظر 91
i۔ محاورات کی تشکیل میں مقامی زبانوں بالخصوص پنجابی زبان کا اشتراک 95
ii۔ محاورات کی تشکیل کے سیاسی عوامل 97
iii۔ نئے محاورات کی تشکیل میں غالب زبان کا کردار 102
iv۔ محاورات کی تشکیل میں زبانوں کے رابطے کا عنصر 110
2۔ نئے محاورات کی تشکیل کا لسانی تناظر 114
i۔ مستعاریت 114
حوالہ جات 119
باب سوم: نئے روزمرہ کی تشکیل اور اخبارات کی زبان 123
الف: روزمرہ میں تبدیلی کی وجوہات 125
i۔ ٹیکنالوجی کا اثر 133
ii۔ عالمگیریت اور کثرالثقافتی 135
iii۔ کوڈ سوئچنگ اور کوڈ مکسنگ 136
ب: نئے روزمرہ کی تشکیل 140
i۔ ثقافتی اثرات 141
ii۔ سماجی تعامل 142
iii۔ نئے روزمرہ کی تشکیل میں پنجابی زبان کا کلیدی کردار 145
iv۔ سیاسی عوامل 147
V۔ زبانوں کا ایک دوسرے سے رابطہ 147

VI۔ کوڈ سوئچنگ 148
viii۔ روزمرہ کی تشکیل میں غالب زبان کا کردار 150
حوالہ جات 160
باب چہارم: تبدیل شدہ اور نئے محاورے اور روزمرہ کی ردو قبولیت کے امکانات 167
الف: قبولیت کی صورتیں 163
i۔ روزمرہ اور محاورے کی قبولیت میں ثقافتی مطابقت 163
ii۔ نئے روزمرہ اور محاورے کی تشکیل اور قبولیت میں غالب زبانوں کا کردار 166
i۔ ضرورت کی بنیاد پر 170
پیشہ وارانہ مہارت 170
معاشی ضرورت 170
ii۔ طبقاتی تفریق 171
ہنگامی طور پر تشکیل پانے والے روزمرہ اور محاورے کی قبولیت میں پاپ کلچر کا کردار 172
iii۔ زبان کی خالصیت کے بارے میں حساسیت کا کم ہونا 175
iv۔ نسلی قبولیت 178
i۔ مستعاریت 179
ii۔ ہائبرڈائزیشن 182
v۔ مسلسل استعمال 183
vi۔ دیگر استعمال 184
vii۔ میڈیا کا کردار 185
ب: استرداد کی صورتیں 187
i۔ نئے روزمرہ اور محاورے کے معاشرے میں عدم قبولیت کی صورتیں 187
i۔ مزاحمت 187
ii۔ تنقید 189

ii۔ روایتی زبان کی خالصیت سے متعلق لوگوں کی حساسیت 190

iii۔ فاش اغلاط 192

iv۔ ہنگامی الفاظ کی معدومیت 193

حوالہ جات 197

باب پنجم: ماحصل 198

سفارشات 205

کتابیات 206

# Abstract

This study delves into the evolution of idiomatic expressions in Pakistan, tracing their transformation from traditional terrestrial elements to encompass modern influences such as technology and globalization. The traditional idiom, rooted in terrestrial elements like civilization, agriculture, and natural environment, reflects the ethos of the past. In contrast, the current idiom incorporates diverse elements like technology and global village translation, mirroring the contemporary landscape.

A crucial aspect shaping the evolution of idioms in Pakistan is the linguistic diversity of its populace. Urdu, the national language, is not the mother tongue for the majority, leading to significant influences from native or regional languages. This linguistic amalgamation infuses Urdu idioms with rich cultural nuances, creating a dynamic linguistic tapestry.

Furthermore, the study explores the dynamics between obsolete and contemporary idioms. Obsolete idioms, disconnected from societal relevance, fade into obscurity over time. Conversely, idioms reflecting contemporary trends and societal values quickly gain acceptance, showcasing the fluid nature of language evolution.

The research employs a mixed-method approach, combining qualitative analysis of idiomatic expressions with sociolinguistic insights. Data collection involves literature review, interviews, and observation of linguistic trends in contemporary discourse. Analysis of collected data unveils patterns of linguistic adaptation and societal reflection embedded within idiomatic expressions.

Understanding the evolution of idioms in Pakistan offers valuable insights into broader societal shifts and cultural dynamics. It sheds light on the intricate interplay between language, culture, and societal evolution, providing a nuanced understanding of Pakistan's linguistic landscape.

# اظہارِ تشکر

میں اس تحقیق کی تکمیل پر خدائے بزرگ و برتر کا شکر گزار ہوں کہ جس کی توفیق نے مجھے اس قابل بنایا۔اور سلام ہے اس ذات پر جس کو بہترین معلم بنا کر بھیجا گیا۔

یہ مقالہ ڈاکٹر عابد حسین سیال کی نگرانی میں تکمیل کو پہنچا۔ سر نے اپنی مصروفیات کے باوجود اپنا قیمتی وقت عنایت فرمایااور پوری توجہ کے ساتھ مقالے کی تصحیح و ترتیب میں میری راہنمائی کی۔

مقالے کے آغاز سے لے کر تکمیل کے مراحل تک راہنمائی کرنے پر ڈاکٹر حمیرا اشفاق، ڈاکٹر نعیم مظہر ،ڈاکٹر طاہر نواز،ڈاکٹر عمر سیال اور صدر شعبہ ڈاکٹر فوزیہ اسلم کا شکر گزار ہوں۔

اپنے دوستوں میں سعدیہ کنول، فاخرہ، سمیرا، عدیلہ، جبران منظور، مقبول احمد نسیم، زاہد کاظمی،اسحاق خان، ڈاکٹر وسیم عباس، خالد حسین، شہباز حسین، طیب عزیز ناسک، کامران، محمد نعمان اعوان، حسین کلیم و دیگر دوستوں کا شکریہ جن کا تحقیق کے دوران ساتھ رہا۔

اپنے والدین کا شکریہ کس طور ادا ہو سکتا ہے کہ وہ ہر وقت آسانیاں پہنچاتے ہیں اور ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔ شریک حیات، بچوں اور بہن بھائیوں کا شکریہ خاص طور پر محمد نوریز کلو،ڈاکٹر کرم داد کلو، عامر سلطان اور رحیم داد کا شکریہ جو بچوں کی طرح فرماں بردار ہیں۔

محمد امجد

باب اول

# موضوع کا تعارف اور بنیادی مباحث

## الف: تمہید

### موضوع کا تعارف (INTRODUCTION)

انسان کی معاشرتی زندگی میں روزمرہ معاملات میں جامع ابلاغ کا دارومدار زبان پر ہے۔ زبان کا کلچر سے گہرا رشتہ ہوتا ہے۔ علاقائی، قومی یا عالمی سطح کی کوئی بھی زبان ہو اس کا روزمرہ، محاورہ اس کی انفرادی خصوصیت کو اجاگر کرتا ہے۔ اس کے برمحل استعمال سے جملے کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔ روزمرہ، محاورہ زبان کا مرکزی نقطہ ہوتا ہے یعنی وہ دائرہ جو مختصر ہونے کے باوجود اپنے ارد گرد پھیلی ہوئی ساری حقیقتوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ روزمرہ اور محاورہ انسانی سماج کی اجتماعی دانش کو پیش کرتا ہے۔ محاوروں میں ہماری تہذیب و تمدن کے رجحانات، سماج کے عقیدے اور رسم و رواج کا عکس نظر آتا ہے۔ ان میں معاشرے کی پوری ذہنیت اور شخصیت رچی بسی ہوتی ہے۔ یہ اجتماعی تجربے کا ذریعہ اظہار ہیں۔ روزمرہ، محاورہ فرد کی انفرادیت ختم کر کے اجتماعیت کا احساس دلاتے ہیں۔

خیالات کی ترسیل کا سب سے جامع اور اہم ذریعہ زبان ہے۔ عوامی ذرائع ابلاغ کے لیے زبان کی حیثیت ہمیشہ ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے عوامی ترسیل کے ضمن میں زبان اور ذرائع ابلاغ ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ ابلاغ ایک دوطرفہ سماجی عمل ہے جو انسانی معاشرے میں عمل پیرا ہوتا ہے۔ معاشرہ ہی ابلاغ کا دائرہ ہے اور یہی اس کی تنظیم کرتا ہے۔ ذرائع ابلاغ یعنی اخبارات، انٹرنیٹ وغیرہ کی آج پوری دنیا میں اہمیت ہے۔ یہ ذرائع ہماری سماجی، معاشی، تجارتی، تعلیمی، تہذیبی و ثقافتی زندگی پر اثرانداز ہو رہے ہیں۔ انسانی زندگی کا کوئی بھی ایسا شعبہ اور گوشہ نہیں جو ان ذرائع کی پہنچ سے دور ہو۔

سماج میں ہونے والی تبدیلیوں کا فوری اظہار اخبارات میں ہوتا ہے۔ اکیسویں صدی کا معاشرہ پچھلی صدی سے یکسر مختلف ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے جہاں ہر شعبے کو متاثر کیا وہاں زبان بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی۔ تحقیق میں ہم نے ذرائع ابلاغ میں سے اخبارات میں موجودہ زبان کا چلن دیکھا ہے۔ زبان کا روزمرہ اور محاورہ کیا ہے۔ اخبارات چونکہ معاشرے کے ہر طبقے کے لیے ہوتے ہیں، اس لیے

زندگی کے تمام شعبوں کی نمائندگی اخبارات میں ہوتی ہے۔ اخبارات میں جو زبان استعمال ہوتی ہے اسے معاشرے کی زبان کہا جاسکتا ہے۔

روزمرہ عام ہے اور محاورہ خاص، ہر محاورہ روزمرہ ہے لیکن ضروری نہیں کہ ہر روزمرہ محاورہ ہو، اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے نئے روزمرہ اور محاورے کو دیکھا ہے۔ نیا روزمرہ عام طور پر ہنگامی صورتحال میں بنتا ہے اور متروک ہو جاتا ہے۔ ان میں کچھ روزمرے اور محاورے ایسے ہوتے ہیں جو رائج ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر سہیل بخاری زبان کے بننے کے حوالے سے دو طریقے بتائے ہیں۔ ایک ایجاد اور دوسرا روایت، کچھ الفاظ روایت کا حصہ ہوتے ہیں جو نئے دور میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مگر کچھ الفاظ وقت کی ضروریات کے تحت بنائے جاتے ہیں۔ ان میں سے جو الفاظ فصیح و بلیغ ہوں روایت میں شامل ہو کر روایت میں زندہ رہ جاتے ہیں اور باقی الفاظ وقت کے ساتھ متروک ہو جاتے ہیں۔

موضوع میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ سماج میں ہونے والے واقعات کس طرح معاشرے کے ساتھ ساتھ زبان پر بھی اثر انداز ہوتے ہی، کچھ واقعات اتنے شدید نوعیت کے ہوتے ہیں جن کا اثر فوری طور پر زبان پر پڑتا ہے۔ ان واقعات کے باعث زبان میں بھی روزمرہ اور محاورہ وجود میں آتا ہے۔ ایسے روزمرہ اور محاورے کو ہم ہنگامی نوعیت کے روزمرہ اور محاورے کہہ سکتے ہیں۔ یہ فطری طریقہ کار کے تحت وجود میں نہیں آتے بلکہ کسی واقعے کی شدت کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں ان کی زندگی کم ہوتی ہے لیکن اس وقت کے لحاظ سے ان کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے روزمرہ اور محاورے ہماری تحقیق کا حصہ رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ نیا روزمرہ یا محاورہ جو مستعمل ہو رہا ہے یا مستعمل ہونے کی اہلیت رکھتا ہے اس کا مطالعہ بھی کیا گیا ہے۔ ان عوامل کا تجزیہ پیش کیا گیا جو روزمرہ اور محاورے کی تشکیل کا باعث بن رہے ہیں۔

## ۲۔ بیان مسئلہ (THESIS STATEMENT)

سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی نے جہاں سماج کو بدلا ہے اسی رفتار سے زبان میں بھی بدلاؤ آیا ہے۔ زبان میں تبدیلی سے کلاسیکی روزمرہ اور محاورے کے ساتھ ساتھ نئے روزمرہ اور محاورے تشکیل پا رہے ہیں۔ زبان میں نئے روزمرہ اور محاورے کے شامل ہونے سے کلاسیکی روزمرہ اور محاورے کا استعمال کم ہوتا جا رہا ہے۔ اس لیے روزمرہ اور محاورے میں ہونے والی تبدیلی کا جائزہ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اکیسویں صدی کا معاشرہ پچھلی صدی سے یکسر مختلف ہے۔ موجودہ دور میں زبان کا چلن بہت تیزی سے بدل رہا ہے۔ اخبارات جو کہ معاشرے

کے ہر طبقے کی عکاسی کرتے ہیں اس لیے اخبارات کی زبان کو معاشرے کی زبان کہا جاسکتا ہے۔ ہماری تحقیق کا موضوع بدلتے ہوئے روزمرہ اور محاورے کا اخبارات کی روشنی میں تعین کرنا ہے۔

## ۳۔ مقاصد تحقیق(RESEARCH OBJECTIVES)

i. اُردو کے لسانی ارتقاء میں محاورے اور روزمرہ کی کارفرمائی کا تجزیہ کرنا
ii. اُردو میں پہلے سے مستعمل محاورے میں تبدیلی اور نئے محاورات کی تشکیل کی نوعیت اور موزونیت کا جائزہ لینا
iii. اُردو روزمرہ میں تبدیلی اور نئے روزمرہ کی نوعیت اور موزونیت کا جائزہ لینا

## ۴۔ تحقیقی سوالات(RESEARCH QUESTION)

i. اُردو کے لسانی ارتقاء میں دیگر صورتوں کے ساتھ محاورے اور روزمرہ کی کارفرمائی کس قدر ہے؟
ii. نئے یا تبدیل شدہ محاورات اور روزمرہ کی نوعیت اور موزونیت کس قدر ہے؟
iii. نئے روزمرہ اور محاورے کی تشکیل کے محرکات اور مستقبل کی اُردو زبان میں ان کے چلن کے امکانات کیا ہیں؟

## ۵۔ نظری دائرہ کار(THEORETICAL FRAMEWORK)

ہم زبان کی دنیا میں رہتے ہیں اور اپنی تمام تر ضروریات، جذبات، احساسات، خیالات، تجربات، مشاہدات، افکار، عمل اور ردِ عمل کا اظہار دیگر ذرائع کے مقابلے میں زبان کے ذریعے بڑی معنویت، آسانی اور شائستگی سے کرتے ہیں۔ زبان قدرت کی طرف سے انسان کو دیا گیا ایک لاثانی تحفہ ہے جس کے ذریعے انسان اپنی ذات سے کائنات تک کی افہام و تفہیم کر سکتا ہے بلکہ کرتا ہے۔ گویا زبان کا عمل دخل اور تعامل ہماری زندگی کے ہر ایک گوشے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہماری ذات، روایات، تہذیب، افکار یہاں تک کہ ہمارے خواب، رابطے اور ضابطے، سب کے سب زبان کے ذریعے ہی اظہار کے دائرے میں آتے ہیں۔

روزمرہ اس بول چال اور اسلوب بیان کو کہتے ہیں جو خاص اہل زبان استعمال کرتے ہیں۔ اس میں قیاس کا دخل نہیں ہے بلکہ سماعت پر دارومدار ہے۔ روزمرہ اہل زبان اس بات چیت کا نام ہے جس کے مطابق بولنا ہی درست تسلیم کیا جائے۔ روزمرہ میں الفاظ کے استعمال کا ایک خاص انداز ہوتا ہے لیکن وہ الفاظ اپنے لغوی اور

اصلی معنی دیتے ہیں۔ روز مرہ قواعد زبان کے اصولوں سے بالاتر ہوتا ہے یعنی اس پر قواعد کے اصول وضوابط کا اطلاق نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لیے کسوٹی اہل زبان کا اسلوب بیان ہی ہے۔ ہر محاورہ روز مرہ ہوتا ہے لیکن ہر روز مرہ کا محاورہ ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ محاورہ دو سے زیادہ الفاظ کا مجموعہ جو اہلِ زبان کی بول چال کے مطابق مجازی یا غیر حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہو۔ مثلاً، ''سر پر چڑھنا'' کے حقیقی معنی ''سر کے اوپر چڑھنا'' ہیں جب کہ مجازی معنوں میں اس سے مراد ''گستاخ'' یا ''بد تمیز'' ہے۔

ادب و فن میں ڈاکٹر سید عبداللہ نے اپنے مضمون "روزمرہ اور محاورہ کا جھگڑا" میں روزمرہ اور محاورے کو کسی بھی زبان میں ریڑھ کی ہڈی قرار دیا ہے۔ تسہیل البلاغت میں تعریف ان الفاظ میں درج ہے۔

> "جب کلام دو یا دو سے زیادہ الفاظ سے مرکب ہو اور وہ الفاظ اپنے لغوی معنی میں استعمال نہ ہوں تو وہ کلام محاورہ کہلاتا ہے۔ روز مرہ اس بول چال اور اسلوب بیان کو کہتے ہیں جو خاص اہل زبان استعمال کرتے ہیں اس میں قیاس کو دخل نہیں بلکہ سماعت پر دار و مدار ہے۔ اگر محاورے کا تعلق سماج سے ہے تو سماجی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ محاورے میں تبدیلی آنا ممکن بلکہ ناگزیر عمل ہے لیکن روز مرہ اور محاورے میں جھٹ سے تبدیلی نہیں آتی۔[1]"

کثیر لسانیت اب دنیا کے بیشتر معاشروں کی خصوصیت بن چکی ہے۔ دنیا بھر میں انگریزی زبان کے چلن کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا درست ہو گا کہ شاید ہی کوئی ایسا خطہ ہو جہاں کے لوگ انگریزی سے واقفیت پیدا کیے بغیر دنیا کا حقیقت پسندانہ ادراک کر سکیں۔ Metrolingualism:Language in the city By Alastair pennycook and Emi otsuji میں کثیر لسانی اور کثیر الثقافتی معاشرے سے متعلق مباحث ملتے ہیں۔ میٹرولنگولزم کثیر لسانی اور کثیر ثقافتی مباحث سے آگے بڑھنے کا راستہ فراہم کرتا ہے۔ شہروں میں مخلوط پس منظر کے لوگ میٹرولنگولزم زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ میٹرولنگولزم کا تصور ہمیں زبان کے عام فریم ورکس سے آگے بڑھنے، معاصر شہری زبان سے متعلق بصیرت فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ زبان میں درستی اور روانی دونوں کے استعمال میں معاونت فراہم کرتی ہے۔ لسانی ارتقاء میں ثقافت، سماج، ارد گرد بولی جانے والی زبان سے کوڈ مکسنگ اور کوڈ سوئچنگ کا عمل بڑھ جاتا ہے اس عمل سے ایک نئی زبان وجود میں آتی ہے۔

### ۶۔ تحقیقی طریقہ کار(RESEARCH METHODOLOGY)

زیر تحقیق موضوع میں زبان میں بدلتے ہوئے روز مرہ اور محاورہ کا جائزہ لینا ہے، جس کے لیے ذرائع ابلاغ میں اخبارات کو منتخب کیا گیا ہے جن میں قومی سطح کے اُردو زبان میں شائع ہونے والے صفِ اول کے اخبارات (نوائے وقت، جنگ، خبریں) شامل ہیں۔تاریخی طریقہ تحقیق اپناتے ہوئے اکیسویں صدی کے منتخب اخبارات کا جائزہ لیا گیا ہے جن میں 2000ء،2005ء،2010ء،2015ء اور 2020ء کے اخبارات شامل ہیں۔اس تحقیق میں منتخب سالوں کے ہر ماہ کے ایک اخبار کا جائزہ لیا گیا ہے۔اس تحقیق میں تقابلی طریقہ تحقیق کے تحت منتخب سالوں میں بدلتے ہوئے روز مرہ اور محاورے کا جائزہ لیا گیا اور یہ دیکھا گیا ہے کہ کون سے کلاسیکی روز مرہ اور محاورے مستعمل ہیں اور کون سے روز مرہ اور محاورے کا استعمال کم ہوا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کون سا نیا روز مرہ اور محاورہ زبان میں شامل ہوا ہے اور کون سا روز مرہ اور محاورہ تشکیل کے مراحل میں ہے۔زیر تحقیق موضوع میں ان عوامل کا بھی جائزہ لیا گیا جو روز مرہ اور محاورے کی تشکیل کا باعث بنتے ہیں۔اس کے ساتھ تاریخی و دستاویزی طریقہ تحقیق اختیار کیا گیا ہے۔آخر میں نتائج کو بیانیہ انداز میں مرتب کیا گیا ہے۔

### ۷۔ موضوع پر ما قبل تحقیق(WORKS ALREADY DONE)

موضوع کے تحت اکیسویں صدی کے ذرائع ابلاغ میں بدلتے ہوئے روز مرہ اور محاورے کا مطالعہ کیا ہے۔اس سے پہلے ضرب الامثال کے حوالے سے جامعہ پشاور میں پی ایچ۔ڈی کا مقالہ لکھا گیا ہے جس میں عقائد، سماجی اقدار اور دقیانوسی تصورات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔اس کے علاوہ اُردو صرف و نحو کے تغیرات کے حوالے سے نسیم آرا سعید کا پی ایچ ڈی کا مقالہ سندھ یونیورسٹی جامشورو سے لکھا گیا۔اُردو زبان و محاورہ(1857ء تا 1900ء) تجزیاتی مطالعہ (لسانی و ادبی اور ثقافتی تناظر میں ) شازیہ اکبر کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔ میرے موضوع پر چند مضامین کے علاوہ تحقیقی اور تنقیدی کام نہیں ہوا۔

### ۸۔ تحدید(DELIMITATION)

موضوع کے تحت اکیسویں صدی 2000ء سے 2021ء کے اخبارات میں بدلتے ہوئے روز مرہ اور محاورے کا مطالعہ تحقیق کا حصہ ہیں۔اکیسویں صدی کے ذرائع ابلاغ میں پاکستان کے اُردو میں شائع ہونے

والے قومی سطح کے اخبارات شامل ہیں۔ ہماری تحقیق کا موضوع ہی نئے روز مرہ کا تعین کرنا اور مستعمل محاورات کا مطالعہ کرنا ہے۔ روز مرہ اور محاورے کی تبدیلی کا جائزہ لینا مذکورہ تحقیق میں شامل ہے۔

نوائے وقت، جنگ اور خبریں تینوں اخبارات روزانہ کی بنیاد پر شائع ہوتے ہیں اس لیے بیس سال کے اخبارات دیکھنا ایک مشکل بلکہ ناممکن امر ہے۔ اس لیے ہم اس میں مزید تحدید کچھ اس طرح سے کی ہے کہ ہر پانچ سال کے بعد ایک سال (2000ء، 2005ء، 2010ء، 2015ء، 2020ء) کے بارہ ماہ کے بارہ اخبارات کو سامنے رکھتے ہوئے روز مرہ اور محاورے کا جائزہ لیا ہے کیونکہ روز مرہ اور محاورہ اتنی جلدی تبدیل نہیں ہوتا اس لیے تحدید میں بیس سال کا عرصہ رکھا گیا ہے۔ ان اخبارات کے لاہور، راولپنڈی اور اسلام آباد ایڈیشن شامل کیے گئے کیونکہ قومی اخبارات کے تمام ایڈیشن کی زبان اور خبریں یکساں ہوتی ہیں، صرف شہر کا صفحہ مختلف ہوتا ہے۔ ان ایڈیشنز کا انتخاب ان کی آسان دستیابی کی بنیاد پر کیا گیا۔

## ۹۔ پس منظری مطالعہ (LITRATURE REVIEW)

ادب و فن میں ڈاکٹر سید عبداللہ نے اپنے مضمون "روز مرہ اور محاورہ کا جھگڑا" میں روز مرہ اور محاورے کو کسی بھی زبان میں ریڑھ کی ہڈی قرار دیا ہے۔ تسہیل البلاغت میں تعریف ان الفاظ میں درج ہے۔

> "جب کلام دو یا دو سے زیادہ الفاظ سے مرکب ہو اور وہ الفاظ اپنے لغوی معنی میں استعمال نہ ہوں تو وہ کلام محاورہ کہلاتا ہے۔ روز مرہ اس بول چال اور اسلوب بیان کو کہتے ہیں جو خاص اہل زبان استعمال کرتے ہیں اس میں قیاس کو دخل نہیں بلکہ سماعت پر دار و مدار ہے"[2]

اگر محاورے کا تعلق سماج سے ہے تو سماجی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ محاورے میں تبدیلی آنا ممکن بلکہ ناگزیر عمل ہے۔ لیکن روز مرہ اور محاورے میں جھٹ سے تبدیلی نہیں آتی۔ اس مضمون میں بنیادی مباحث کے علاوہ روز مرہ اور محاورے کے فرق کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

مقدمہ شعر و شاعری میں ہمیں محاورے کی مباحث ملتی ہیں۔ روز مرہ عام ہے اور محاورہ خاص ہے اصطلاح میں دو ہم معنی ہیں۔ مولانا حالی نے دونوں میں تفریق کی ہے ان کے مطابق دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا مجموعہ جو اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہو روز مرہ کہلاتا ہے جبکہ وہ مرکب جو اپنے مجازی معنوں میں استعمال ہو محاورہ کہلاتا ہے۔ طارق سعید کی کتاب "اسلوب اور اسلوبیات" میں بھی روز مرہ اور محاورے کی مباحث ملتی

ہیں۔ روز مرہ اور محاورے کا تعلق مرکبات سے ہے۔ مفرد الفاظ کو روز مرہ، بول چال یا اسلوب بیان نہیں کہا جا سکتا۔

لسانی مذاکرات ترتیب و تدوین شیما مجید میں محاوروں پر ایک مضمون ملتا ہے جس کے مطابق محاورہ وہ ہے جسے ہم جامد استعارہ کہتے ہیں۔ استعارہ جو اپنی حرکت، معنوی پائیداری اور رنگارنگی کھو دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ لفظ جب اپنی حرکت اور معنوی تہوں کو کھو دیتے ہیں اور ایک خاص مفہوم میں جم کر رہ جاتے ہیں تب محاورے بنتے ہیں۔

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد کا مضمون "محاورے کا لسانی مطالعہ" میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ محاورہ اظہار و بیان کی بے رنگی کو ختم کر کے اسے تازگی اور شگفتگی کے ذائقے سے سرشار کرتا ہے محاورے کی شمولیت سے کلام اور گفتگو میں ایک نئی فضا پیدا ہوتی ہے جس سے اظہار و بیان کی نئی صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں۔

روز مرہ کو سمجھنے کے لیے ڈاکٹر محمد آفتاب ثاقب کی کتاب "اُردو قواعد و املا کے بنیادی اصول" کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ اہل زبان بول چال میں الفاظ کو جس طرح استعمال کرتے ہیں اس انداز بیان کو روز مرہ کہتے ہیں۔ روز مرہ میں قواعد کے اصولوں کو زیادہ اہمیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اہل زبان کے اسلوب بیان کو فوقیت دی جاتی ہے۔

لسانی مقالات مرتبہ سید قدرت نقوی، اس کتاب میں بھی محاورے کی مباحث ملتی ہیں۔ اگر الفاظ اپنے لغوی معنی میں مستعمل ہوں اور ترتیب و ترکیب اہل زبان کے مطابق ہو تو اس کو اصطلاحاً روز مرہ کہا جاتا ہے۔ محاورے میں بنیادی بات یہی ہے کہ اس کے الفاظ اہل زبان کی ترتیب و ترکیب کے مطابق مجازی معنوں میں استعمال کیے گئے ہوں۔

### ۱۰۔ تحقیق کی اہمیت(SIGNIFICANCE OF STUDY)

زندہ زبانیں ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں اس میں روز مرہ اور محاورے داخل ہوتے رہتے ہیں۔ زندہ اور ترقی یافتہ زبانیں نئے الفاظ وغیرہ اپنے دائرے میں شامل کرتی رہتی ہیں۔ یہی تبدیلی زبان کی زندگی کی ضامن ہوتی ہے۔ زبان ہی ایسی شے ہے جو بیک وقت ماضی اور حال میں موجود رہتی ہے اور اپنی دونوں حقیقتوں میں ہم پر اثر انداز ہوتی ہے۔ زبان کی ترقی اور بقا کا بڑا راز اس کی قوت اخذ و انجذاب میں ہے۔ نئے الفاظ اور استعمالات کو ہمارے ہاں جگہ ملتی رہتی ہے۔ لوگ وہی لکھیں گے جو وہ بولیں گے اور وہی بولیں گے جو وہ سنیں گے۔ لکھنے اور بولنے کی زبان میں فرق ہوتا ہے۔ اُردو زبان میں یہ فرق کم ہے لیکن ہے اور یہ فرق کم ہوتا جا رہا ہے۔ انگریزی

کے الفاظ کثرت سے بولے جاتے ہیں اور ان کا اردو متبادل دریافت بھی نہیں کیا جارہا جو تفریق ادبی، عوامی اور عامیانہ زبان میں اہل زبان نے سینکڑوں برس کے ارتقاء کے بعد کی تھی وہ اب ختم ہوتی جارہی ہے۔

زبان کی ترقی کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ نئے الفاظ زبان میں شامل کیے جائیں۔ روزمرہ اور محاورہ زبان کا جوہر ہوتا ہے۔ ان کی بغیر زبان کی کیفیت ایک بے روح قالب کی سی ہے۔ روزمرہ کا جملے کی تراش خراش میں بڑا عمل دخل ہے اور محاورات کے برمحل استعمال سے جملے کے حسن میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔

تمام دنیا بالخصوص ترقی پذیر ممالک میں اخبارات لوگوں تک معلومات پہنچانے کا انتہائی اہم ذریعہ ہیں۔ ان کا بنیادی مقصد لوگوں کو آئے دن ہونے والے واقعات اور معاشرے میں ہونے والی تبدیلیوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنا ہے۔ مذکورہ تحقیق کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ اس میں اکیسویں صدی کے اخبارات میں استعمال ہونے والے روزمرہ اور محاوروں کا تجزیہ کیا گیا ہے اور نئے روزمرہ اور محاوروں کے استعمالات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔

**اُردو زبان کا لسانی ارتقاء:(The Linguistic Evolution of Urdu)**

زبان کی تشکیل اچانک نہیں ہوتی، زبان کثیر جہتی ارتقائی عمل سے گزرتی ہے جس کے مختلف عوامل ہوتے ہیں۔ یہ عمل نسل در نسل سامنے آتا ہے، تاریخی، ثقافتی اور سماجی اثرات زبانوں کی تبدیلی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں اکثر ان کی شکل پہلے والی شکل سے بدل جاتی ہے۔ زبان کا ارتقاء ایک مسلسل اور متحرک مظہر ہے۔

زبان کی نشوونما کا مواصلات سے گہرا تعلق ہے جب مختلف پس منظر والے لوگ یا گروہ آپس میں ملتے ہیں تو زبان پھلتی پھولتی ہے۔ اس میل جول کے عمل میں زبانیں ایک دوسرے پر اثر انداز بھی ہوتی ہیں جس سے نئے تاثرات اور الفاظ تشکیل پاتے ہیں۔ یہ دائمی ارتقاء انسانی ابلاغ اور معاشرے کی متحرک فطرت کا آئینہ دار ہے۔

زبانوں اور بولیوں کا ایک عالمی نظام موجود ہے جو انسانی ثقافت، تاریخ اور شناخت کے الگ الگ پہلوؤں کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے ہے۔ یہ تنوع مختلف خطوں اور ممالک کو محیط ہے۔ اردو زبان بھی ہمارے خطے کے جغرافیائی، تاریخی اور سماجی ثقافتی عوامل کے میل جول کا آئینہ دار ہے۔

اردو زبان کا لسانی ارتقاء صدیوں کو محیط ہے اور اس کی تشکیل ثقافتی، تاریخی اور لسانی اثرات کے بھرپور امتزاج سے ہوئی ہے۔ اس ارتقاء کو سمجھنے کے لیے زبان کے خاندانوں کے وسیع تر تصور کے اندر رہتے ہوئے

زبان کے تاریخی تناظر کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ جیسے جیسے ہم ایک خطے یا ملک سے دوسرے ملک میں جاتے ہیں، زبانوں اور بولیوں میں تنوع عیاں ہو جاتا ہے۔ مقام کی یہ تبدیلی نہ صرف لوگوں کے طریقوں اور ثقافت میں تبدیلی لاتی ہے بلکہ ان کی تقریر میں بھی تغیرات کا باعث بنتی ہے۔ مختلف علاقوں میں بولی جانے والی زبان اور بولیوں میں فرق زبان کے تنوع کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ زبانیں جو لسانی مماثلت رکھتی ہیں ان کو ہم ایک خاندان کہہ سکتے ہیں۔ یہ خاندان ایک جیسی یا قریب سے متعلقہ زبانوں پر مشتمل ہوتے ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ لسانی رابطوں کے ایک پیچیدہ نظام کی عکاسی کرتے ہیں۔

اردو زبان کا تعلق در حقیقت ہند آریائی زبان کے ساتھ ہے۔ یہ جنوبی ایشیا کی بڑی زبانوں میں سے ایک ہے۔ اردو کی بھرپور لسانی تاریخ ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ فارسی، عربی ترکی اور مقامی جنوبی ایشائی زبانوں سمیت مختلف زبانوں کی آمیزش کے ذریعے ترقی کی راہ پر گامزن رہی ہے۔ اس حوالے سے ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

"لسانی اعتبار سے اردو ایک ہند آریائی زبان ہے۔ شمالی ہندوستان میں ہند آریائی زبانوں کے آغاز کا سلسلہ 1500 ق م میں آریوں کے داخلہ ہند سے شروع ہوتا ہے۔ آریوں کی ہندوستان میں آمد کے سبب سب سے پہلے جس زبان کی نشو و نما ہوئی اسے 'سنسکرت' کہتے ہیں۔ ویدوں کی تخلیق اسی زبان میں عمل میں آئی جس کی وجہ سے اسے ویدک سنسکرت کہا گیا۔ اس کے قدیم ترین نمونے ہندؤں کی مقدس کتاب 'رگ وید' میں ملتے ہیں یہی زبان جب بعد میں ادبی مرتبے کو پہنچ گئی تو 'کلاسیکی سنسکرت کہلائی۔ 500 ق م تک پہنچتے پہنچتے ہند آریائی کے ارتقا کا قدیم دور ختم ہو جاتا ہے اور سنسکرت زبان بھی جمود کا شکار ہو کر دم توڑ دیتی ہے۔ اسی زمانے میں اٹک کے نزدیک واقع ایک مقام شالائر (جو اب پاکستان میں ہے) میں تقریباً 520 ق م میں پانینی پیدا ہوا جس نے سنسکرت زبان کی نہایت منضبط قواعد مرتب کی جسے "اشٹادھیائی' کے نام سے جانا گیا۔ قدیم ہند آریائی دور کا یہ لسانی کارنامہ علمی دنیا میں آج بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے"[3]

اردو در حقیقت ایک ایسی زبان ہے جس کی تاریخی، ثقافتی اور مذہبی جڑیں ہندوستان میں ہیں۔ اس کی نشو و نما اور ارتقاء کی تشکیل مختلف عوامل سے ہوئی جس میں سب سے اہم مسلمانوں اور ہندؤں کے صدیوں سے

ایک ساتھ رہنا ہے اور ان دونوں اقوام کے درمیان سماجی و ثقافتی میل جول ہے۔ اردو کی ہندوستان میں پیداوار کے حوالے سے مولوی عبدالحق اپنے ایک خطبے میں رقمطراز ہیں:

"یہ (اردو) خاص ہندوستان کی پیداوار ہے اور دونوں قوموں یعنی ہندو مسلمانوں کے لسانی، تہذیبی اور معاشرتی اتحاد کا نتیجہ ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے بنانے والے زیادہ تر ہندو ہیں"[4]

ہر زبان اپنے سماجی اور تہذیبی رشتوں ہی سے پہچانی جاتی ہے۔ اس کی سماجی اور تہذیبی جڑیں اس سر زمین میں پیوست ہوتی ہیں۔ اردو کا خمیر اسی مٹی میں تیار ہوا ہے، اسی مٹی نے اسے جنم دیا ہے اور اسی فضا اور ماحول میں اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور ہوش سنبھالا ہے اور یہیں کا رنگوں وروپ اختیار کیا ہے۔ چنانچہ اردو کی سماجی اور تہذیبی جڑوں کا ہندوستان کی فضا، فکر اور مزاج سے استوار ہونا ایک لازمی امر ہے۔ اس ضمن میں مرزا خلیل احمد بیگ کی رائے ملاحظہ کریں:

"تاریخی اور نسلی اعتبار سے اردو سر زمین ہند کی اس قدیم زبان کا تسلسل یا توسیع ہے جسے آریوں کی ابتدائی تہذیب نے جنم دیا تھا اور جسے سنسکرت کہتے ہیں۔ سنسکرت ایک قدیم ہندوستانی زبان ہے اور اردو ایک جدید ہندوستانی زبان۔ دونوں کا تعلق ہند آریائی نسل سے ہے۔ دونوں کا تاریخی ارتقا شمالی ہندوستان کے سماجی اور تہذیبی تناظر میں ہوا، لیکن دونوں میں تقریباً ڈھائی ہزار سال کا زمانی فاصلہ ہے"[5]

اس میں کوئی شک نہیں کہ اردو زبان و ادب میں ہندوستانی تہذیب کی بھرپور نمائندگی پائی جاتی ہے۔ بقول گوپی چند نارنگ:

"کسی بھی سماج کا تہذیبی اور فکری سرمایہ اس کے ادب میں جھلکتا ہے۔ ہر زبان کا ادب اپنے سماج کی دھرتی اور اس میں اتری ہوئی جڑوں کو کسی نہ کسی طرح سے ضرور پیش کرتا ہے"۔[6]

تاریخی اعتبار سے دیکھیں تو اردو کی جڑیں مغلیہ سلطنت سے جا ملتی ہیں جس نے 16 ویں صدی کے اوائل سے 19 ویں صدی کے وسط تک برصغیر پاک وہند کے ایک اہم حصے پر حکومت کی۔ اس دور میں فارسی مغل دربار کی سرکاری زبان تھی اور اس نے اردو کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ فارسی اور انتظامی

مقاصد، ادب اور شاعری کی زبان کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا جس کا اردو کے الفاظ اور رسم الخط پر اچھا خاصا اثر پڑا۔ مولوی عبدالحق نے اپنے ایک خطبے میں کہا کہ :

"ہندؤں نے اس زبان میں جو دو قوموں کے میل جول سے بن رہی تھی، بے دھڑک فارسی فارسی لفظ شامل کرنے شروع کر دیئے"۔ 7

فارسی زبان نے اردو کی ابتدائی نشوونما میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اس وقت بنیادی طور پر ہندوستان میں مغلیہ سلطنت تھی۔ فارسی اس سلطنت کی سرکاری زبان تھی۔ فارسی زبان کا اردو کے ارتقاء سمیت خطے کے لسانی اور ثقافتی منظر نامے پر بہت اثر پڑا۔ ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

"اردو نے اپنے ارتقائی عمل کے دوران میں نہ صرف عربی وفارسی کے الفاظ اپنائے ہیں، بلکہ دوسری زبانوں اور بولیوں سے بھی خوشہ چینی کی ہے اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے"۔ 8

اردو میں فارسی عناصر کی آمیزش نے برصغیر پاک وہند میں فارسی بولنے والے اشرافیہ اور مقامی آبادی کے درمیان ثقافتی تبادلے میں بھی سہولت فراہم کی۔ اس سارے عمل نے خطے کے ثقافتی اور لسانی منظر نامے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ فارسی نے اردو ذخیرہ الفاظ میں بہت زیادہ الفاظ شامل کیے۔ بہت سے انتظامی، قانونی اور علمی اصطلاحات کے ساتھ ساتھ ادب فن اور ثقافت سے متعلق الفاظ فارسی سے مستعار لیے گئے تھے۔ فارسی الفاظ کی اس آمیزش نے نہ صرف اردو کی لغت کو وسیع کیا بلکہ زبان میں نفاست کی پرتیں بھی شامل کیں۔ فارسی اعلی ثقافت اور ادب کی زبان تھی۔ اس نے برصغیر پاک وہند میں ادبی روایات کو متاثر کیا۔ اردو کے بہت سے کلاسیکی شاعر اور ادیب جیسے میر تقی میر اور مرزا غالب فارسی زبان پر عبور رکھتے تھے اور انہوں نے اپنی تخلیقات میں بھی فارسی عناصر کو شامل کیا۔ فارسی اور مقامی ہندوستانی زبانوں کے اس امتزاج نے جس میں کھڑی بولی بھی شامل ہے نے اردو کی نشوونما میں بنیادی کردار ادا کیا۔

اس وقت کی انتظامی زبان فارسی تھی۔ مغلیہ سلطنت کی سرکاری زبان کے طور پر فارسی کو انتظامی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بیوروکریسی، شاہی دربار اور سرکاری دستاویزات بنیادی طور پر فارسی میں تھیں۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو فارسی کے اثر نے بھی انتظامی اور رسمی اردو کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ فارسی ثقافت اور ادب نے برصغیر پاک وہند کے ثقافتی ماحول پر گہرا اثر ڈالا۔ یہ

اثر شاعری، فن، موسیقی اور یہاں تک کہ یہاں کے آداب تک میں نظر آتا ہے۔ جس کے نتیجے میں فارسی ثقافت کے عناصر مقامی ثقافت میں اور کچھ تبدیلیوں کے ساتھ اردو زبان میں جذب ہو گئے۔

وقت کے ساتھ ساتھ جیسے جیسے اردو نے اپنی الگ شناخت تیار کی اس میں عربی، سنسکرت اور ترکی سمیت مختلف علاقائی زبانوں اور ثقافتوں کے عناصر شامل ہوتے گئے۔ تاہم اردو کے ذخیرہ الفاظ، ادبی روایت اور رسمی زبان کی تشکیل میں فارسی کا کردار نمایاں رہا۔

اردو زبان کے آغاز وارتقاء کا سلسلہ عام طور پر ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد اور ان کی یہاں سکونت پذیری سے جوڑا جاتا ہے جو بڑی حد تک صحیح ہے۔ مسلمانوں نے جب دہلی کو فتح کیا تو یہاں رونما ہونے والی سیاسی، سماجی اور تہذیبی تبدیلیوں کے اثرات یہاں کی بولیوں پر بھی پڑے اور ان میں تیزی سے تبدیلیاں پیدا ہونے لگیں۔ نواحِ دہلی کی ایک بولی کھڑی بولی جو دہلی کے شمال مشرق میں بولی جاتی تھی، مسلمانوں کی توجہ کا خاص مرکز بنی جسے انہوں نے عام بول چال کے طور پر اور رابطے کی زبان کے طور پر اپنایا۔ رفتہ رفتہ اس میں عربی، فارسی اور ترکی کے عناصر داخل ہونے لگے۔ اس لسانی امتزاج و اشتراک سے زبان کی ایک نئی شکل معرضِ وجود میں آئی جسے مسلمانوں نے ہندی اور ہندوی کا نام دیا۔ اردو خالص ہند آریائی زبان ہے اور خاص ہندوستان کی پیداوار ہے، نیز اس کی بنیاد یہیں کی بولیاں بالخصوص کھڑی بولی پر قائم ہے۔ اقتباس ملاحظہ کریں:

> "اردو کی بنیاد بلاشبہ کھڑی بولی پر قائم ہے۔ اس زبان کا باقاعدہ طور پر آغاز دہلی اور مغربی اترپردیش (مغربی یوپی) میں ہوا، کیونکہ کھڑی بولی علاقائی اعتبار سے مغربی یوپی ہی کی بولی ہے۔ مغربی یوپی کا علاقہ بہ جانب شمال مغرب دہلی سے متصل ہے۔ اردو بشمول دہلی انہی علاقوں میں، بہ قول مسعود حسین خان، "دہلی و نواح دہلی" میں بارھویں صدی کے اواخر میں معرض وجود میں آئی"۔ [9]

برصغیر پاک وہند میں لسانی تنوع کی ایک طویل تاریخ ہے جس میں متعدد علاقائی زبانیں اور بولیاں مختلف خطوں میں ایک ساتھ موجود ہیں۔ شمالی ہند کے علاقے میں جہاں اردو ترقی کر رہی تھی، لوگ مختلف زبانیں اور بولیاں بولتے تھے، جن میں فارسی، عربی، سنسکرت اور مختلف مقامی بولیاں شامل تھیں، کھڑی بولی، جدید ہندی اور اردو کا آباؤاجداد اس خطے میں بولی جانے والی بولیوں میں سے ہے۔ یہ خاص طور پر ان علاقوں میں بولی جاتی تھی جو اب جدید دور کے ہریانہ، دہلی اور مغربی اترپردیش پر مشتمل ہیں۔ کھڑی بولی نے مختلف

زبانوں کے درمیان لسانی پُل کا کام کیا۔ کھڑی بولی کے ساتھ ہندوؤں کا متعصبانہ رویہ شروع سے موجود ہے۔ گیان چند نے ہندوؤں کے اس متعصبانہ رویہ کی جانب توجہ دلوائی ہے:

> "بیرونی مسلمان اپنے ساتھ نہ اردو لائے تھے نہ کھڑی بولی۔ دلی اور مدھیہ دیش کے علاقے میں کھڑی بولی اور برج بولی جاتی تھیں۔ ان میں برج بھاشہ کرشن بھکتی کی وجہ سے زیادہ ترقی یافتہ اور مقبول تھی۔ ہندوؤں نے کھڑی بولی کو نظرانداز کر رکھا تھا۔ مسلمانوں نے اسے پسند کر کے اس میں عربی فارسی الفاظ بڑھانے شروع کیے اور وہی کھڑی بولی کا اردو ادب کہلایا جس نے ہندی روپ کو کہیں پیچھے چھوڑ دیا"۔[10]

اردو زبان کی جڑیں ہند آریائی زبانوں کے خاندان سے ہیں اور یہ صدیوں سے لسانی، ثقافتی اور تاریخی اثرات کے امتزاج کے ذریعے اس نے نشو و نما پائی ہے۔ مسلمان اور ہندو صدیوں سے اکھٹے رہ رہے تھے، زبان کی تشکیل میں اس تاریخی میل جول کا بھی بنیادی کردار ہے۔ اگرچہ زبان کی تشکیل ایک پیچیدہ عمل ہے اور اس کی نشو و نما میں متذکرہ بالا تمام عناصر کا کردار ہے لیکن اس حقیقت کو بھی نہیں جھٹلایا جا سکتا ہے کہ یہاں کی اکثریتی آبادی دو مختلف قوموں میں تقسیم ہے اور یہ تقسیم خالصتاً مذہبی بنیادوں پر ہے۔ زبان کی تشکیل پر بات کرتے ہوئے اس پہلو کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ہندوؤں کا کھڑی بولی سے نفرت کرنا اسی سبب تھا کہ مسلمانوں نے کھڑی بولی سے الفاظ لینا شروع کر دیے تھے۔ اقتباس ملاحظہ کریں:

> "ہندوؤں نے ابتدا ہی سے کھڑی بولی کو مسلمانوں سے منسوب کر رکھا تھا اور اس نسبت کی وجہ سے وہ کھڑی بولی کو ناپسند کرنے لگے تھے اور اسے حقارت آمیز نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔ ہندوؤں کے دلوں میں اس بولی کے خلاف ایک قسم کا تعصب بیٹھ گیا تھا۔ ہندوؤں نے ایک طویل عرصے تک کھڑی بولی کو نظرانداز کیا اور اس کی جانب وہ توجہ نہ دی جو وہ دوسری بولیوں، مثلاً برج بھاشا، اودھی، بھوجپوری، وغیرہ کو دیتے تھے۔ علاوہ ازیں کھڑی بولی اردو (اور عربی، فارسی) کو ہندی کے لسانی ادب میں "یامنی بھاشا" بھی کہا جاتا تھا۔ اس سے مراد مسلمانوں سے نسبت رکھنے والی زبان تھی جس سے بچنے کی کوشش کی جاتی تھی۔"[11]

عربی کو اسلامی دنیا میں اسلام کی مقدس کتاب قرآن کی زبان کے طور پر ایک خاص مقام حاصل ہے۔ جیسے جیسے اسلام برصغیر پاک وہند میں پھیلا، عربی الفاظ اور جملے اردو سمیت مقامی زبانوں میں داخل ہوئے۔

اگرچہ اردو پر عربی کا براہِ راست اثر فارسی کی طرح وسیع نہیں ہے لیکن مذہب، فلسفہ اور سائنس سے متعلق عربی الفاظ اردو لغت میں ضم کیے گئے تھے۔

اردو زبان کے لسانی ارتقاء پر عربی زبان کا اثر بھی بہت نمایاں اور گہرا ہے۔ جس نے لفظیات اور ادبی اسلوب پر اپنی چھاپ چھوڑی ہے۔اردو کے ذخیرہ الفاظ میں ایک بڑا حصہ عربی الفاظ کا بھی ہے۔ مذہب، سائنس،ادب، قانون، فلسفہ سے متعلق بہت سے الفاظ عربی سے مستعار لیے گئے ہیں۔

عربی ادب کا اردو ادب پر گہرا اثر موجود ہے۔ غزل اور نظم اردو کی دو بڑی اصناف ہیں جو کہ عربی شاعری سے بہت حد تک متاثر ہیں۔ عربی شاعری میں پائے جانے والے موضوعات، استعارات اور ادبی آلات کو اردو شاعری میں اپنالیا گیا، جس سے اس کی وسعت اور گہرائی میں اضافہ ہوا۔

اردو زبان پر عربی کا اثر لسانی پہلوؤں سے ہٹ کر بھی پڑا۔ اس نے اردو بولنے والے معاشروں کے ثقافتی اور سماجی منظر نامے کی تشکیل میں بھی بنیادی کردار ادا کیا۔ عربی خطاطی، ادبی حوالہ جات اور مذہبی رسومات اردو بولنے والوں کی شناخت کا لازمی حصہ بن چکے ہیں۔

اس خطے میں مختلف کمونٹیز کے ذریعے بولی جانے والی مقامی زبانوں نے اردو کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا۔ سنسکرت، ہندی، برج بھاشا اور دیگر زبانوں نے اردو کی صوتیاتی اور گرامر کی تشکیل میں کردار ادا کیا۔ابتدائی اردو شاعروں نے زیادہ تر ان زبانوں کو شاعرانہ اظہار کے لیے استعمال کیا، جس سے لسانی اثرات کا بھرپور امتزاج پیدا ہوا۔اردو کی ابتدائی ترقی خطے میں بولی جانے والی ہندوستانی بولیوں سے گہرا تعلق رکھتی تھی۔ یہ بولیاں مقامی زبانوں اور فارسی کا مرکب تھیں کیونکہ مغل سلطنت کے اثرات کے سبب فارسی صدیوں سے درباری زبان رہی تھی۔ ہندوستانی بولیوں نے اردو کی صوتیاتی اور گراماتی ساخت کی بنیاد رکھی۔ صوتیات زبان کے وہ اصول ہیں جو آوازوں کے پیدا ہونے، سننے اور شناخت کرنے کے طریقوں سے متعلق ہوتے ہیں۔اردو کی صوتیات میں ہندوستانی بولیوں کے اثرات نمایاں ہیں۔ مثلاً لفظ "ٹوٹنا" اور "بچھڑنا" کی آوازیں اردو میں دیسی بولیوں سے آئی ہیں۔ اُردو کا نرم اور دھیما لہجہ ہندوستانی بولیوں کے مخصوص اندازِ ادائیگی کی عکاسی کرتا ہے جو زبان کو منفرد صوتیاتی شناخت فراہم کرتا ہے۔ گرائمر زبان کے قواعد وضوابط کو کہتے ہیں جن کے ذریعے جملے کی ساخت، الفاظ کا ربط اور معنوی ترتیب طے کی جاتی ہے۔اُردو گرائمر کی بنیاد بھی ہندوستانی بولیوں پر ہے۔ اُردو میں فعل کے صیغے (مثلاً کھاتا ہوں، کھاتی ہوں) کھڑی بولی کی طرز پر ترتیب دیے گئے ہیں۔اس کے علاوہ اُردو میں واحد اور جمع کی تشکیل، مثلاً کتاب/کتابیں، کا نظام ہندی اور دیگر ہندوستانی بولیوں سے اخذ شدہ ہے۔اس کے

علاوہ میں نے کتاب پڑھی، "میں """ نے "اور "پڑھی" کی ترتیب ہندوستانی گرامر کی عکاسی کرتی ہے۔ ہندوستانی بولیوں نے اُردو کی صوتیاتی اور گرامر کی بنیاد اس انداز میں رکھی کہ یہ زبان مقامی رنگوں اور تہذیبی اثرات کی حامل بن گئی۔ اس کے ارتقاء نے اسے ایک جامع اور قابلِ فہم زبان بنایا جو مختلف زبانون کے امتزاج سے ایک انفرادیت حاصل کرتی ہے۔

صوفی شاعروں نے اردو کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے اپنے روحانی خیالات اور تجربات کے اظہار کے لیے شاعری کو ایک ٹول کے طور پر استعمال کیا جس کی وجہ سے اردو شاعری میں صوفیانہ اور فلسفیانہ اصطلاحات کو شامل کیا گیا جو زیادہ تر فارسی اور عربی سے مستعار لی گئیں۔

بازاروں سماجی اجتماعات اور شہری مراکز میں مختلف زبانوں کے بولنے والوں کے درمیان تعامل نے لسانی تبادلوں کو فروغ دیا جس نے ایک مشترکہ زبان کی تخلیق میں اہم کردار ادا کیا اور بالآخر اردو زبان سامنے آئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس لسانی امتزاج نے اردو کو اپنی گرامر، الفاظ اور ادبی روایت کے ساتھ ایک الگ زبان کے طور پر شناخت ملی۔ اردو کا پہلا معروف متن "داستان امیر حمزہ" 16 ویں صدی میں لکھا گیا۔ یہ زبان مسلسل ترقی کرتی اور پھلتی پھولتی رہی اور برصغیر پاک وہند میں شاعری، نثر اور ثقافت کی زبان بن گئی۔

19 ویں صدی میں ہندوستان پر برطانوی نوآبادیات نے بھی اردو پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس دور میں انگریزی کو اہمیت حاصل ہوئی جس کی وجہ سے اردو الفاظ میں انگریزی الفاظ کی نمایاں آمد ہوئی۔ اس دور میں جدید تعلیمی نظام کی ترقی بھی ہوئی جس میں انگریزی اور اردو دونوں کا استعمال تھا۔ برطانوی استعمار نے اردو کے لسانی ارتقاء پر خاصا اثر ڈالا۔ برطانوی نوآبادیاتی دور جو 18 ویں سے 20 ویں صدی کے وسط تک جاری رہا، نے زبان اور ثقافت سمیت معاشرے کے مختلف پہلوؤں پر دوررس اثر مرتب کیے۔

برطانوی نوآبادیاتی دور میں انگریزوں کے قائم کردہ انتظامی اور تعلیمی نظام کی وجہ سے اردو کا انگریزی کے ساتھ گہرا تعلق بنا۔ انگریزی انتظامیہ، تعلیم اور حکمرانی کی زبان بن گئی۔ اس لسانی رابطے کی وجہ سے انگریزی الفاظ اور فقرے اردو میں مستعار لیے جانے لگے۔ اس کے ذخیرہ الفاظ نے ٹیکنالوجی، انتظامیہ، سائنس اور ثقافت سے متعلق نئی اصطلاحات سے اردو زبان کو مالا مال کیا۔ ہندوستان میں انگلش میڈیم تعلیم متعارف ہوئی جس سے نظامِ تعلیم اور شرح خواندگی متاثر ہوئی۔ جہاں انگریزی کو اسکولوں میں ذریعہ تعلیم کے طور پر فروغ دیا گیا، وہاں اردو کی حیثیت ایک ادبی اور تعلیمی زبان کے طور پر آبادی کے ایک بڑے حصے کے لیے اہم رہی۔ اس دوہری زبان کے تعلیمی نظام نے اردو بولنے والوں کی لسانی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔

1947ء میں ہندوستان کی تقسیم کے نتیجے میں اردو بولنے والوں کی ہندوستان اور پاکستان میں جغرافیائی علیحدگی ہوئی۔ پاکستان میں اردو کو قومی زبان کا درجہ دیا گیا اور زندگی کے مختلف شعبوں میں اسے کافی اہمیت دی گئی۔ ہندوستان میں ہندی کو قومی زبان کے طور پر فروغ دیا گیا، جس کی وجہ سے اسے اردو سے الگ کرنے کی کوششیں شروع ہوئیں۔ اس لسانی علیحدگی کی وجہ سے "ہندی" اور "اردو" کی اصطلاحات ان کی الگ الگ شناختوں پر زور دینے کے لیے تیار ہوئیں، حالانکہ وہ ایک مشترکہ لسانی بنیاد رکھتے تھے۔ اس لسانی تفریق کو ان پالیسیوں سے تقویت ملی جو دونوں زبانوں کو معیاری بنانے اور ان میں فرق کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔

تقسیم کے بعد اردو اور ہندی دونوں نے اپنی اپنی قوموں کے سیاسی اور سماجی پس منظر سے متعلق نئے الفاظ کو ایڈجسٹ کرنے کے لیے لغوی تبدیلیاں کیں۔ پاکستان میں اردو نے اپنی اسلامی شناخت کو تقویت دینے کے لیے فارسی اور عربی الفاظ کی آمیزش دیکھی، جب کہ ہندوستان میں ہندی نے ہندوستانی ثقافت سے اپنے تعلق کو ظاہر کرنے کے لیے سنسکرت کے مزید الفاظ شامل کیے۔

ہندوستان اور پاکستان دونوں نے اپنی قومی زبانوں اور ثقافتوں کو فروغ دینے کے لیے زبان کی پالیسیاں نافذ کیں۔ ان پالیسیوں نے تعلیم، انتظامیہ، میڈیا اور عوامی زندگی کو متاثر کیا۔ جہاں اردو کو پاکستان کی قومی زبان کے طور پر فروغ دیا گیا۔ ہندوستان میں سیاست کے باعث اردو زبان کو اقلیتی زبان کا درجہ دیا گیا۔ اردو کا لسانی ارتقاء تقسیم کے بعد شروع ہونے والے تاریخی واقعات اور پالیسیوں سے متاثر ہوتا رہا۔

تقسیم ہند کے بعد اردو کو پاکستان کی قومی زبان کا قرار دیا گیا۔ اس فیصلے کے پیچھے مختلف تاریخی اور سیاسی عوامل کارفرما تھے۔ اس وقت اردو زبان کو ملک کے لیے اتحاد کی علامت کے طور پر دیکھا گیا کیونکہ یہ اردو ہی ایسی زبان تھی جو علاقائی اور لسانی سرحدوں سے بالاتر تھی۔ اگرچہ اردو پاکستان کے کسی مخصوص علاقے کی مادری زبان نہیں تھی لیکن یہ ملک کے اندر متنوع لسانی اور نسلی گروہوں کے درمیان ایک رابطے کا ذریعہ تھی اور ہے۔ پاکستان کے اندر متعدد زبانیں بولی جاتی ہیں جن میں پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی جیسی بڑی زبانیں شامل ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں اردو کا ایک بھرپور تاریخی اور ثقافتی ورثہ موجود ہے۔ یہ زبان اس خطے میں صدیوں کا سفر طے کر کے فارسی، عربی اور دیگر مقامی زبانوں کے عناصر کے ملا کر وجود میں آئی۔ یہ اس خطے کی شاعری، ادب اور ثقافت کی زبان تھی اور یہ پاکستان کی ثقافتی شناخت کا حصہ ہے۔

تقسیم ہند کے بعد ابتدائی طور پر تو لکھنؤ اور دہلی جو اردو زبان کا مرکز تھا، اس کی تقلید کی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت پوری ایک تربیت یافتہ نسل موجود تھی جو انہی دو مراکز کو اردو کا مرکز تسلیم کرتی تھی اور اس کی تقلید کی جاتی تھی۔ اس سے باہر کے لوگوں کو اہل زبان تصور نہیں کیا جاتا ہے۔ ایک عرصے تک زبان کے محاورے اور روزمرہ کو تسلیم کرنے کے معاملے میں اہل علم کے درمیان اختلاف رہا، جو کہ کسی حد تک آج بھی موجود ہے۔

زبان کی نشوونما عوام میں ہوتی ہے۔ زبانیں متحرک اور مسلسل ارتقاء پذیر ہوتی ہیں۔ وہ معاشرے کی ضروریات اور رجحانات کے مطابق خود کو ڈھالتی رہتی ہیں۔ جیسے جیسے معاشرے بدلتے ہیں ویسے ہی ان کی زبان بھی بدلتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام کی زبان علماء کی زبان پر ہمیشہ غالب رہتی ہے۔ ایک اقتباس دیکھیے:

"یہ لسانی تاریخ کی دلچسپ حقیقت ہے کہ آخر کار بازار کی زبان دربار کی زبان پر غالب رہتی ہے"[12]

زبان کا تعلق در حقیقت عوام کیساتھ ہے جو اسے استعمال کرتے ہیں۔ کسی بھی معاشرے میں بولی جانے والی زبان بہت سے طریقوں سے اس خطے کی تاریخ، روایات اور سماجی عناصر کو اجاگر کرتی ہے۔ پاکستان میں اردو زبان کے معیار پر سوال اٹھایا جاتا ہے یا جو بڑا اعتراض کیا جاتا ہے وہ اس پر اس کی مقامی زبانوں کے اثرات کی وجہ سے ہے۔ دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ آج بھی اردو کو تقسیم ہند سے پہلے والے اردو کے مراکز لکھنؤ اور دہلی کے معیار کے سانچے میں پرکھنے کے سبب ہے۔ جو کہ اس دور میں ممکن نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب ایک پوری نسل خالصتاً پاکستانی ماحول میں پروان چڑھی ہے جس میں اردو کا تعلق یہاں کی مقامی زبانوں کے ساتھ رہا ہے۔ کسی علاقے کی مادری زبان اردو نہ ہونے کی وجہ سے اردو کے ساتھ ایسی جذباتی وابستگی بھی نہیں تھی کہ اردو کو خالص لکھنوی اور دہلی کے معیار کے مطابق ڈھالے رکھنے کی باضابطہ کوشش کی جاتی۔ ایسی خواہش کے باوجود ایسا کرنا فطری طور پر ممکن بھی نہیں تھا۔

پاکستان میں اردو کے مسئلے کو سیاسی اسباب کے وجہ سے بھی الجھایا گیا ہے ورنہ اردو اور علاقائی زبانوں میں بہت سی مشترک اقدار موجود ہیں۔ ان میں گہرے لسانی اور تاریخی رشتے موجود ہیں یہ کسی بھی صورت آپس میں اجنبی زبانیں نہیں ہیں۔ یہ زبانیں ایک دوسرے سے استفادہ کرتی رہتی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اردو مختلف زبانیں بولنے والوں کی مشترک زبان ہے اور اسے قبول کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اس بات کی نشان دہی مشفق خواجہ نے کتاب "لسانی مسائل و لطائف" شان الحق حقی کا پیش لفظ لکھتے ہوئے، شان الحق حقی سے منسوب ایک اقتباس شامل کیا ہے ملاحظہ کریں:

"اُردو کا جو معیاری محاورہ اور لب و لہجہ رہا ہے، اس کے بولنے والوں کی تعداد گھٹ رہی ہے۔ اس کے برخلاف اردو بولنے والے اور سمجھنے والوں کی تعداد بڑھ گئی ہے اور بڑھتی جارہی ہے، لہذا اس کا مستقبل ان لوگوں کیساتھ وابستہ ہے جن کی یہ مادری زبان نہیں اور جو اہل زبان نہیں ہیں۔ آئندہ اس کا معیار انہیں کے مذاق سے متعین ہوگا اور قدرتاً اسے کھینچ کر وہ اپنے ڈھرے پر لے آئیں گے۔"[13]

زبان کے معاملے میں یہ ایک حقیقت پسندانہ رائے ہے۔ زبان کوئی جامد شے تو ہے نہیں، ہر زندہ زبان کی طرح اردو زبان میں بھی مخصوص حالات کے پیش نظر تبدیلیاں آئی ہیں۔

پاکستان میں مختلف لسانی پس منظر کے لوگ اردو بولتے اور سمجھتے ہیں۔ یہ زبان پاکستان کے لوگوں کے درمیان رابطے کو آسان بناتی ہے، جو بہت سی علاقائی زبانیں اور بولیاں بولتے ہیں۔ پاکستان مختلف لسانی پس منظر رکھنے والا ملک ہے جس میں متعدد مقامی زبانیں مختلف علاقوں میں بولی جاتی ہیں۔ ان میں سے کچھ بڑی زبانیں جیسے، پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی اور دیگر بھرپور ادبی روایات اور ثقافتی اہمیت کی حامل ہیں۔ زیادہ تر پاکستانی اپنی ثقافتی شناخت کے سبب بھی اپنی مقامی زبان سے گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ لیکن قومی سطح پر ایک ایسی مشترکہ زبان کی ضرورت ہے جو قومی روایات کی حامل ہو۔ ایک ایسی زبان جو قومی اتحاد اور مسلکی اتحاد کی ضامن ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے پاکستان میں ایسی زبان صرف اردو ہے۔ اقتباس دیکھیے:

"اردو علاقائی زبانوں کی رقیب یا دشمن نہیں ہے، بلکہ ان کی سرپرست ہے۔ یہ زبانیں اردو کی سرپرستی میں ترقی کی منازل طے کر سکتی ہیں۔ قومی زبان اور علاقائی زبانوں میں باہمی داد و ستد کا رشتہ استوار ہونے سے یہ اور زیادہ قریب ہو سکتی ہیں لیکن علاقائی زبانوں کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ اپنی حدود سے تجاوز کر کے قومی زبان کی رقیب یا حریف بنیں۔"[14]

پاکستان میں اردو کا مستقبل مقامی زبانوں کی حیثیت اور ترقی سے منسوب ہے۔ اگرچہ اردو قومی یکجہتی اور رابطے کے لیے انتہائی اہم زبان ہے اور اس کی یہ اہمیت مستقبل میں بھی برقرار رہے گی، لیکن اردو اور مقامی زبانوں کے درمیان توازن قائم کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے۔ یہ توازن حکومتی پالیسیوں، تعلیمی اصلاحات کے ذریعے برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ اردو کو پاکستان میں قومی زبان کے طور پر ایک منفرد مقام حاصل ہے، حالانکہ یہ ملک کے اندر کسی مخصوص علاقے کی مادری زبان نہیں ہے۔ یہ پاکستان میں مختلف لسانی پس منظر رکھنے والے

لوگوں کے درمیان پل کا کام کرتی ہے اور اس کی خاص ثقافتی اور تاریخی اہمیت ہے۔ اگرچہ علاقائی تغیرات موجود ہیں۔ اردو کی معیاری شکل سرکاری مقاصد اور میڈیا میں استعمال ہونے والی زبان ہے۔

ہر دور میں جو غالب زبان رہی ہے اس نے دنیا کی دیگر زبانوں پر اپنے اثرات مرتب کیے ہیں۔ موجودہ دور میں دنیا کی غالب زبان انگریزی ہے۔ انگریزی نے دنیا کی ہر زبان پر اپنے اثرات چھوڑے ہیں۔ اردو زبان نے بھی انگریزی زبان سے استفادہ کیا ہے۔ بہت سارے الفاظ اردو زبان نے انگریزی سے مستعار لیے ہیں جنھوں نے اب اردو زبان میں اپنی جگہ بنالی ہیں اور وہ عوام میں رائج ہو چکے ہیں۔ ٹیکنالوجی، کاروبار اور روزمرہ کی زندگی سے متعلق عام الفاظ جیسے کہ کمپیوٹر، انٹرنیٹ، موبائل، ای میل اور ٹی۔وی وغیرہ ایسے بے شمار الفاظ انگریزی سے مستعار لیے گئے ہیں۔ یہ الفاظ موجودہ دور کی اردو زبان کا لازمی حصہ بن چکے ہیں۔

ایسا نہیں ہے کہ مستعار الفاظ یا اصطلاحات کو ترجمہ کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ ہوا یہ ہے کہ آج کے جدید دور میں جب نئی ایجادات ہوتی ہیں تو وہ اپنے نام کے ساتھ ٹیکنالوجی کی ترقی کے سبب فوری طور پر عوام میں پہنچ جاتے ہیں۔ ان کا ترجمہ جب تک ہوتا ہے وہ عوام میں رائج ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس وقت اصطلاحات کے ترجمے کو عوام کو اپنانا مشکل ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کے اصل استعمال کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں۔

اس بات کا مقصد انگریزی یا کسی دوسری زبان کی مخالفت مقصود نہیں ہے۔ دوسری زبانیں سیکھنے یا ان سے مستعاریت کے ذریعے استفادے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ زیادہ زبانوں سے واقفیت ہونا اچھی بات ہے۔ انگریزی چونکہ ایک بین الاقوامی زبان ہے اس سے کیسے صرف نظر کیا جاسکتا ہے۔ انگریزی زبان کا حصول الگ بات ہے اور اسے قومی زبان پر مسلط کرنا الگ بات ہے۔ انگریزی زبان سے ضرور استفادہ کیا جائے لیکن اسے قومی زبان پر مسلط کرنا درست عمل نہیں ہے۔ مسلط کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ الفاظ جن کے مناسب اردو متبادل موجود ہیں تو ان کو رائج کرنا چاہیے۔ اپنی قومی زبان پر کسی دوسری زبان کو ترجیح دینا ہمارے قومی تشخص اور بقاء کے لیے سمِ قاتل ہے۔

عصر حاضر میں اردو مختلف عوامل جیسے گلوبلائزیشن، تکنیکی ترقی اور ثقافتی تبادلوں کی وجہ سے مسلسل ترقی کر رہی ہے۔ ٹیکنالوجی، سائنس اور جدید تصورات سے متعلق نئے الفاظ زبان میں شامل ہوئے ہیں جو اس کی ترقی کا عکاس ہیں۔ اردو کا لسانی ارتقاء اس کی متحرک نوعیت کو ظاہر کرتا ہے، جس کی تشکیل تاریخی، سماجی، سیاسی اور ثقافتی عوامل سے ہوتی ہے۔

## میٹرو لنگولزم کے تناظر میں لسانی توسیع کی صورتیں (Forms of Linguistic Expansion in the Context of Metrolingualism)

لسانیات کسی بھی زبان کا سائنسی مطالعہ ہے۔ جس میں زبان کی ساخت، معنی اور اس کا استعمال شامل ہے۔ لسانیات زبان کی ساخت کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ ان اصولوں کی چھان بین کرتی ہے جن سے لفظ اور جملے بنتے ہیں۔ صوتیات زبان کی آوازوں کی کھوج ہے، نحو کے ذریعے الفاظ کی ترتیب سمجھ آتی ہے اور مورفولوجی الفاظ کی ساخت سے متعلق ہے۔ لسانیات صرف ساختی پہلوؤں تک محدود نہیں ہے۔ لسانیات کے علم سے ہی ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح انسانی سوچ، تجربے اور اظہار میں زبان ہی بنیادی ذریعہ ہے۔

> ''لسانیات اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے زبان کی ماہیت تشکیل ارتقا زندگی اور موت کے متعلق آگاہی ہوتی ہے۔''[15]

علم لسانیات ان بنیادی پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے، جو کہ زبان کے سائنسی مطالعے پر مشتمل ہیں۔ لسانیات میں زبانوں کی تشکیل، ارتقاء اور زبان کی بقاء کے ساتھ ساتھ زبان کی موت کے عوامل کا جائزہ لینا بھی شامل ہے۔ لسانیات کی تعریف ڈاکٹر سہیل بخاری کے مطابق:

> ''لسانیات علم کی وہ قسم ہے جو زبان کی اصلیت اور ماہیت کا مطالعہ کرتی ہے اور اس کی پیدائش، فروغ، دائرہ کار اور تغیرات جیسے مسائل پر غور کرتی ہے۔''[16]

لسانیات وقت کے ساتھ ساتھ اور نسلوں کے درمیان ہونے والی تبدیلیوں کے مطالعہ کا نام ہے۔ تاریخی لسانیات زبانوں کے ارتقاء کی جانچ کرتی ہے۔ ان عوامل کی نشان دہی کرتی ہے جو لسانی مناظر کو تشکیل دیتے ہیں۔ دوسری جانب سماجی لسانیات زبان کے استعمال کے سماجی پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہے، ثقافتی شناخت، سماجی درجہ بندی کی عکاسی اور تشکیل میں زبان کے کردار کا مطالعہ ہے۔ اسی طرح سماجی لسانیات کی تعریف یہ کی جاسکتی ہے کہ:

> "سماجی لسانیات دراصل زبان کے سائنسی علم کے سماج میں وجود یا واقعات و حالات سے متعلقہ مطالعہ کا نام ہے۔ مثال کے طور پر زبان کی کسی ایک شاخ یعنی صوتیات، گرائمر یا الفاظ کے مطالعے کے لیے معاشرتی مراتب، عمر کا فرق کے علاوہ دیگر متعدد سماجی پیمانوں کا استعمال کرنا"۔[17]

سماجی لسانیات کو ایک سائنسی نظم وضبط کے طور پر نمایاں مقام حاصل ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ زبان کی تحقیقات کے لیے ایک منظم اور تجرباتی نقطہ نظر موجود ہے۔سماجی لسانیات کے تناظر میں زبان کا مطالعہ ثبوت اور مشاہدے پر مبنی ہوتا ہے۔ سماجی لسانیات وجود، واقعات اور حالات کے تناظر میں زبان کی جانچ پڑتال کرتی ہے۔زبان سماج سے الگ وجود نہیں رکھتی اس کی جڑیں سماج میں بڑی گہری ہیں۔زبان ہی سماجی ڈھانچے کی عکاس ہوتی ہے۔

متذکرہ بالا اقتباس میں سماجی اقدامات جیسے سماجی طبقے، عمر کا فرق اور دیگر معیارات کا ذکر ہے جس کی تحقیق لسانیات کی قسم سماجی لسانیات کے مطالعے کی ذیل میں شامل ہے۔سماجی عوامل زبان کے تغیر اور اس کے استعمال پر اثر انداز ہوتے ہیں۔مثال کے طور پر مختلف سماجی طبقات کے افراد الگ الگ لسانی پس منظر رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض لسانی خصوصیات مخصوص عمر کے گروہوں سے بھی وابستہ ہوتی ہیں۔زبان سماجی شے ہے جس کا استعمال سماج میں ہی ہو سکتا ہے۔بقول ناصر عباس نیرؔ:

> "لسانیات محض زبان کا قواعدی اور زبان کی تاریخی تبدیلیوں کے مطالعے کا نام نہیں ہے۔ لسانیات کے ذریعے لفظ اور دنیا کے رشتے کو سمجھا جا سکتا ہے کہ جو رشتہ دراصل زبان کی وجہ سے اور زبان کے اندر وجود رکھتا ہے۔لہٰذا زبان کی ساخت کے مطالعے سے لفظ اور دنیا کے ان رشتوں کو سمجھا جا سکتا ہے۔[18]

سماجی لسانیات زبان اور معاشرے کے درمیان تعلق کی لسانیاتی روایتی حدود کو توڑتی ہے۔سماجی لسانیات قواعد کا ایک جامد نظام نہیں ہے بلکہ سماجی ڈھانچے، ثقافتی اصولوں کے ساتھ جڑی ہوئی ایک متحرک قوت ہے۔ سماجی لسانیات کے دائرے میں زبان کی ساخت کا مطالعہ سماجی میل جول میں سرایت شدہ معنی کی تہوں کو کھولنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔زبان کی ساخت ایک عینک کی طرح ہے جس کے ذریعے ہم الفاظ اور لوگوں کے درمیان تعلقات کی پیچیدگی کو سمجھ سکتے ہیں۔گیان چند کے مطابق:

> ''سماجی وجوہ سے سب سے زیادہ فرق لفظیات اور محاوروں پر پڑتا ہے۔معاشی، علمی، مذہبی اور تہذیبی اعتبار سے مختلف گروہوں کا مرغوب ذخیرہ الفاظ ہوتا ہے جو دوسرا گروہ اتنی کثرت سے استعمال نہیں کرتا۔۔۔الفاظ محاوروں کو دیکھیے مختلف طبقوں حتیٰ کہ مردوں اور عورتوں تک میں اختلاف ہوتا ہے۔کچھ گالیاں مردوں سے مخصوص ہیں تو کچھ کوسنے عورتوں سے"۔[19]

زبان ثقافت کا ایک متحرک پہلو ہے۔ الفاظ اور محاورات میں تغیرات معاشرے کے اندر موجود تغیرات کو ظاہر کرتا ہے۔ زبان نہ صرف ثقافت کی آئینہ دار ہوتی ہے بلکہ اس کا تعلق معاشی، علمی اور مذہبی شعبوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ جس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ لسانی تغیرات کی جڑیں سماج میں کتنی گہری ہیں۔ لسانی تغیرات پورے معاشرے میں یکساں نہیں ہوتے۔ مختلف سماجی طبقوں کے اپنے لسانی نشانات ہوتے ہیں جو سماجی درجہ بندی کی عکاسی کرتے ہیں۔ زبان اور سماج کے تعلق کو ڈاکٹر رؤف پاریکھ کی رائے سے سمجھتے ہیں:

"لسان یعنی زبان اور سماج یعنی معاشرے کا کتنا گہرا تعلق ہے اس کا اندازہ اس حقیقت سے ہوتا ہے کہ انسانی معاشروں میں باہمی ابلاغ و ترسیلِ خیالات کے لیے زبان اہم ترین ذریعہ تو ہے لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ زبان کے ذریعے انسان دوسروں تک اپنے خیالات اور احساسات ہی نہیں پہنچاتا بلکہ جو زبان وہ بولتا ہے اور جس انداز میں وہ کوئی زبان بولتا ہے اس کے ذریعے وہ اپنے بارے میں اور بھی بہت سی معلومات دوسروں تک نادانستہ طور پر پہنچا دیتا ہے جو اس کی اور اس کے علاقے کی شناخت کا ذریعہ بنتے ہیں"۔[20]

ڈاکٹر رؤف پاریکھ کی رائے کے مطابق زبان اور معاشرے کے درمیان گہرا ربط ہے۔ زبان الگ تھلگ نہیں ہے بلکہ کسی معاشرے کے سماجی ڈھانچے سے جڑی ہوئی ہے۔ زبان انسانی معاشروں میں باہمی رابطے اور خیالات کی ترسیل کا بنیادی ذریعہ ہوتی ہے۔ زبان کے ذریعے افراد نہ صرف واضح خیالات اور احساسات کا اظہار کرتے ہیں بلکہ لاشعوری طور پر اپنے بارے میں اضافی معلومات بھی دوسروں تک پہنچا رہے ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے الفاظ کا انتخاب، بولنے کا انداز، نادانستہ طور پر ان کی شناخت، پس منظر یا سماجی وابستگیوں کو ظاہر کر رہا ہوتا ہے۔

کوڈ مکسنگ اور کوڈ سوئچنگ زبان و لسانیات کے میدان میں اہم اصطلاحات ہیں، جو دو یا زیادہ زبانوں کے درمیان بات چیت کے دوران ہونے والے امتزاج یا تبدیلیوں کو بیان کرتی ہیں۔ کوڈ مکسنگ سے مراد ایک زبان کے جملے یا گفتگو میں دوسری زبان کے الفاظ، جملوں یا جملے کے اجزاء کا شامل ہونا ہے، جب کہ کوڈ سوئچنگ سے مراد بولنے والے کا کسی خاص لمحے یا موقع پر مکمل طور پر ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہو جانا ہے۔

یہ مباحث ابتدا میں سماجی لسانیات (Sociolinguistics) میں سامنے آئے، اور بعد ازاں دو لسانی یا کثیر لسانی معاشروں میں زبان کے استعمال کی حرکیات کو سمجھنے کے لیے کلیدی حیثیت اختیار کر گئے۔

کوڈ مکسنگ اور کوڈ سوئچنگ کی اصطلاحات کا تعلق لسانیات کے اس پہلو سے ہے، جو زبان کے سماجی اور عملی استعمال کو بیان کرتا ہے۔ یہ تصورات بنیادی طور پر دو لسانی یا کثیر لسانی معاشروں سے ماخوذ ہیں، جہاں افراد روزمرہ کی گفتگو میں مختلف زبانوں کو استعمال کرتے ہیں۔ یہ رویہ نہ صرف زبان کی ارتقائی نوعیت کو ظاہر کرتا ہے بلکہ سماجی، ثقافتی اور شناختی عوامل پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ موجودہ دور میں، خاص طور پر اردو جیسی زبانوں میں، کوڈ مکسنگ اور کوڈ سوئچنگ کی اہمیت بڑھ گئی ہے، جہاں انگریزی، عربی اور دیگر زبانوں کے الفاظ اور تاثرات کا استعمال عام ہے، جو لسانی ارتقاء اور معاشرتی رابطوں کا اہم پہلو ہے۔

کوڈ مکسنگ اور کوڈ سوئچنگ لسانی اصطلاحیں ہیں جس میں گفتگو کے دوران دو یا دو سے زیادہ زبانوں کا استعمال ہے۔ کوڈ مکسنگ خاص طور پر ایک زبان سے دوسری زبان کے الفاظ استعمال کرنا، اکثر ایک ہی جملے میں۔ اس میں کسی دوسری زبان سے مستعار لیے گئے الفاظ شامل ہوتے ہیں۔ دوسری جانب کوڈ سوئچنگ میں بات چیت کے اندر دو زبانوں کے درمیان منتقلی ہے۔ انگریزی زبان وادب میں ان اصطلاحات اور اس تکنیک کا استعمال بہت اہمیت کا حامل سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ سماجی لسانیات کے حوالے سے اس تکنیک کی تعریف مندرجہ ذیل انداز میں کی جاتی ہے:

> Code Switching, process of shifting from one linguistics code (a language or dialect) to another, depending on the social context or conversational setting. [21]

"کوڈ سوئچنگ، ایک لسانی عمل ہے جس میں سماجی سیاق وسباق یا گفتگو کے ماحول کے مطابق ایک لسانی کوڈ (یعنی زبان یا بولی) سے دوسری زبان یا بولی کی طرف منتقل ہوا جاتا ہے۔"

کوڈ سوئچنگ یعنی ''ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہونے کا عمل، سماجی سیاق وسباق یا مکالماتی ترتیب پر انحصار کرتے ہوئے۔''

> Code Mixing and Code Switching. Terms in sociolinguistics for Lnaguage and especially speech that draws to differing extents on at least two languages combined in different ways … the terms codemixing emphasizes hybridization, and the term code-switching emphasized movement from one

language to another.[22]

"کوڈ مکسنگ اور کوڈ سوئچنگ سماجی لسانیات کی اصطلاحات ہیں، جو ایسی زبان یا تقریر کو بیان کرتی ہیں جو مختلف طریقوں سے کم از کم دو زبانوں کے امتزاج پر مبنی ہو۔ اصطلاح "کوڈ مکسنگ" زبان کے امتزاج اور امتزاجی شکل پر زور دیتی ہے، جبکہ "کوڈ سوئچنگ" ایک زبان سے دوسری زبان کی طرف منتقلی پر توجہ مرکوز کرتی ہے۔"

افراد سماجی پس منظر یا گفتگو کے موضوع کے لحاظ سے مختلف زبانوں میں بولیوں کے درمیان تبدیلی کا رجحان رکھتے ہیں۔

افراد میں زبان سیکھنے کی فطری صلاحیت ہوتی ہے۔ جو انہیں نئی زبانوں کو سیکھنے اور مواصلات میں موثر انداز میں استعمال کرنے کی صلاحیت کو بڑھاتی ہے۔ لسانی مزاج زبان کے استعمال اور ابلاغ کا ایک اہم پہلو ہے۔ لسانی مزاج کسی فرد کی لسانی شناخت اور ثقافتی وابستگیوں کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

کوڈ مکسنگ زبان یا گفتگو کے دوران دو یا دو سے زیادہ زبانوں کو استعمال کرنے کا لسانی رجحان ہے۔ ایسا عام طور پر کثیر لسانی معاشروں میں ہوتا ہے۔ جہاں لوگ اپنی روزمرہ کی زندگی میں متعدد زبانوں کا استعمال کرتے ہیں۔

کوڈ مکسنگ زبان کی مختلف سطحوں پر ہو سکتی ہے، لفظ، فقرے یا جملوں کی سطح پر۔ اس میں دوسری زبانوں سے الفاظ مستعار لینا یا قواعد کو اپنا کر اپنی زبان میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ کسی خاص معنی کو بیان کرنے کے لیے بھی دو زبانوں کا استعمال ہو سکتا ہے۔ کوڈ مکسنگ کو اکثر مقررین، پیچیدہ خیالات، جذبات، شناخت یا ابلاغ کے لیے اس کا استعمال کرتے ہیں۔

کوڈ مکسنگ، کوڈ سوئچنگ سے الگ ہے۔ جس میں جملے یا گفتگو کی سطح پر زبانوں کے درمیان سوئچنگ شامل ہے۔ جب کہ کوڈ مکسنگ میں ایک ہی جملے یا قول کے اندر متعدد زبانوں کا استعمال شامل ہوتا ہے۔ کوڈ سوئچنگ میں گفتگو کے دوران زبانوں کے درمیان سوئچنگ شامل ہوتی ہے۔

کوڈ مکسنگ اور کوڈ سوئچنگ دو لسانی اصطلاحیں ہیں۔ کوڈ مکسنگ اور کوڈ سوئچنگ کے مطالعہ نے ان کے نمونوں، افعال پر اپنی توجہ مرکوز کر رکھی ہے۔ کوڈ مکسنگ اور کوڈ سوئچنگ کے زبانوں پر منفی و مثبت دونوں طرح کے اثرات پڑتے ہیں۔ ان اثرات کا جائزہ درج ذیل نکات کی روشنی میں لیتے ہیں۔

## لغوی مستعاریت: (Lexical borrowing )

کوڈمکسنگ کی ایک خصوصیت لغوی مستعاریت ہے۔ جس سے مراد الفاظ یا فقروں کو ایک زبان سے دوسری زبان میں ادھار لینا ہے۔ کوڈمکسنگ میں لغوی مستعاریت کی مباحث زیادہ تر سوالات پر مرکوز ہوتی ہیں۔ کس قسم کے الفاظ مستعار لیے جاتے ہیں؟ اور یہ قرض کیوں لیا جاتا ہے؟۔ مثلاً ہمارے ماہر لسانیات کو اس بات کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ یہ مستعاریت کا عمل دونوں زبانوں کے مابین تعلق پر کس طرح کے اثرات ڈال رہا ہے۔ اور یہ بھی کہ زبان جو الفاظ ادھار لے رہی ہے اس کی کیا وجہ ہے، کیا اس کے پاس مطلوبہ الفاظ دستیاب نہیں ہیں؟ یا کوئی اور وجہ ہے۔ کیونکہ ایک وقت تک اس زبان کے پاس خیالات کے اظہار کے لیے الفاظ کا وسیع ذخیرہ موجود تھا۔ کوڈمکسنگ میں لغوی مستعاریت کی مباحث اس وقت دلچسپ ہو جاتی ہیں۔ جب مستعاریت کا اثر زبانوں کے گرائمر پر پڑتا ہے۔ مستعار لیے گئے الفاظ کو مستعار لینے والی زبان کے گرائمر میں کیسے شامل کیا جا سکتا ہے جس سے الفاظ کی ترتیب اور قواعد کے دیگر پہلوؤں میں تبدیلی آسکتی ہے۔

کوڈمکسنگ میں مستعاریت کی مباحث قرض لینے کے سماجی اور ثقافتی اثرات کو بھی متاثر کرتی ہیں۔ الفاظ مستعار لینے والے معاشروں کے درمیان لسانی اور ثقافتی رابطے کی بھی ایک صورت ہو سکتی ہے۔ کوڈمکسنگ میں شامل معاشروں کا سماجی پس منظر کئی عوامل پر منحصر ہو سکتا ہے جیسے کہ لسانی تنوع، ثقافتی طریقہ کار اور مختلف سماجی عوامل ہو سکتے ہیں۔ لسانی تنوع کی صورت اعلی ترین معاشروں میں کوڈمکسنگ ایک عام رجحان ہے اور اسے بغیر کسی دقت کے قبول بھی کیا جاتا ہے۔ برصغیر میں ہم اگر ہندوستان کی بات کریں تو ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں لوگ اپنی روزمرہ کی گفتگو میں ہندی اور انگریزی کو بڑی روانی اور سہولت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ اس کو نہ صرف وہاں قبول کیا جاتا ہے بلکہ گفتگو کا لازمی حصہ تصور کیا جاتا ہے۔ اسی طرح بہت سے کثیر لسانی معاشروں کے درمیان لسانی فرق کو ختم کرنے کا ایک طریقہ بھی ہو سکتا ہے۔

زبانوں میں آمیزیش کی کچھ دیگر وجوہات بھی ہو سکتی ہیں، جیسے کہ کسی زبان میں کسی کیفیت کے بیان کے لیے الفاظ کی عدم دستیابی یا یہ کہ الفاظ تو موجود ہیں لیکن وہ اس کیفیت کی مکمل تفہیم نہیں کرتے۔ ایسے حالات میں کوڈمکسنگ کے ذریعے اس کمی کو پورا کیا جاتا ہے۔

ایک بات یہ کہ کوڈمکسنگ میں شامل معاشروں کا سماجی تناظر بڑی سطح پر مختلف ہو سکتا ہے۔ کوڈمکسنگ کو جو طاقتور اقوام ہیں۔ صرف ان کی زبان کے غلبہ کا معاملہ نہیں ہے۔۔ یہ ایک لسانی رجحان ہے جس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ جن میں سے ایک وجہ ان اقوام کی زبان کا غلبہ بھی ہو سکتا ہے۔ طاقتور اقوام اکثر اپنے

علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں پر نمایاں اثر ڈالتی ہے لیکن زبان کا غلبہ واحد وجہ نہیں ہو سکتی۔ کثیر لسانیت کا استعمال کرنے والے اپنے طور پر غالب زبانوں سے قطع نظر کوڈ مکسنگ کا استعمال کرتے ہیں۔

میرے خیال میں کوڈ مکسنگ میں زبان کے اندر موجود گنجائش اور اس کے استعمال کی تخلیقی صلاحیت کے طور پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ کسی خاص قوم یا زبان کے غلبہ کی ہی وجہ ہو۔ جو افراد کوڈ مکسنگ کا استعمال سلیقے سے کرتے ہیں وہ اکثر لسانی اور ثقافتی امور کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ کوڈ مکسنگ ایک پیچیدہ اور متحرک رجحان ہے جو انسانی زبان کے استعمال کی تخلیقی صلاحیت کو ظاہر کرتا ہے۔

## لسانی تعصب: (Linguistic bias)

کوڈ مکسنگ ایک لسانی رجحان ہے جو زبان کی جامع انداز میں تجزیہ کرنے کے ساتھ ساتھ لسانی تعصب کو کس حد تک یا یوں کہہ لیں کہ بہت حد تک کم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔اس کے برعکس کوڈ مکسنگ لسانی تعصب کا باعث بھی بنتی ہے۔ کوڈ مکسنگ کچھ زبانوں کو پسماندہ رکھنے اور ان کو خراب کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ جو کسی خاص لسانی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں تو وہ دانستہ طور پر بھی مخالف کی زبان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ جس سے دقیانوسی تصورات کو تقویت ملتی ہے۔

ایک خیال ہے کہ کوڈ مکسنگ کرنے والے افراد لسانی اور ثقافتی امور کے ماہر ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے ہم محض اس صلاحیت کے سبب ان کو لسانی اور ثقافتی امور کا ماہر قرار نہیں دے سکتے۔ کیونکہ یہ ایک عمومی رجحان ہے جو زبانوں کے رد و بدل کے نتیجے میں سامنے آیا ہے۔ اگرچہ کوڈ مکسنگ متعدد زبانوں میں مہارت کو ضرور ظاہر کرتی ہے۔ یہ ضروری نہیں جو دوسری زبانوں کے الفاظ استعمال کرتا ہے وہ اس زبان کے قواعد سے بھی پوری طرح واقف ہو۔

## زبانوں کی آمیزش میں گلوبلائزیشن کا کردار: (The Impact of Globalization on Language Mixing)

گلوبل ویلج کے تصور سے مراد یہ ہے کہ دنیا ٹیکنالوجی اور مواصلات کے ذریعے ایک دوسرے سے جڑی ہوتی ہے جس کے نتیجے میں ایک مشترکہ ثقافت اور عالمی برادری کا احساس ہوتا ہے۔ اس صورتِ حال میں تمام زبانوں میں کوڈ مکسنگ ایک عام لسانی تجربہ ہے۔ جو گلوبل ویلج کی کثیر الثقافتی اور کثیر لسانی نوعیت کی عکاسی کرتی ہے۔ کوڈ مکسنگ میں گلوبل ویلیج کی شمولیت عالمی برادری کا ایک دوسرے کے ساتھ جڑنے کے سبب بھی ہے اور یہ تعلق کاروباری اور دیگر سماجی ضرورت کے سبب ہے۔

گلوبلائزیشن نے زبان کے اختلاط کو بڑی حد تک متاثر کیا ہے نتیجتاً ثقافتی تبادلے اور باہمی ربط میں اضافے کے باعث زبانیں ایک دوسرے کے قریب آئی ہیں اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہوئی ہیں۔ گلوبلائزیشن کے عروج، ٹیکنالوجی کی ترقی اور نقل و حرکت میں اضافہ کے باعث متنوع لسانی پس منظر کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ رابطے میں آتے ہیں۔ نتیجے کے طور افراد میڈیا، سفر اور مختلف لسانی پس منظر کے لوگوں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے مختلف زبانوں سے واقف ہوتے ہیں۔ یہ میل جول اکثر غیر ملکی الفاظ، جملے یا لسانی ڈھانچے کو اپنی مادری زبان میں شامل کرنے یا ہائبرڈ زبانوں اور بولیوں کے ظہور کا باعث بنتی ہے۔ مثال کے طور پر انگریزی عالمی مواصلات میں ایک غالب زبان بن چکی ہے جس کی وجہ سے دنیا بھر میں متعدد زبانوں میں انگریزی کے الفاظ اور فقرے مستعار لیے گئے ہیں۔ اسی طرح فلموں، موسیقی اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز جیسے میڈیا چینلز کے ذریعے مقبول ثقافت کا پھیلاؤ زبان کے اختلاط میں معاون ہوتا ہے کیونکہ افراد مختلف ثقافتوں سے لسانی عناصر مستعار لیتے ہیں اور انہیں اپنی تحریر و تقریر میں شامل کرتے ہیں۔

عالمگیریت نے متنوع لسانی برادیوں کے درمیان بڑھتے ہوئے باہمی ربط کو فروغ دے کر زبان کے اختلاط میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ عالمی سطح پر خیالات، اشیا اور ثقافت کے تبادلے نے افراد کو متعدد زبانوں سے روشناس کرایا ہے جس کے نتیجے میں غیر ملکی لسانی عناصر کو اپنی مادری زبان میں شامل کر لیا گیا ہے۔

## زبان سے متعلق لوگوں کا رویہ:( People's Attitudes Towards Language)

کوڈمکسنگ کے استعمال سے متعلق لوگوں کا رویہ بھی اہمیت کا حامل ہے۔ مثلاً وہ زبانیں جو طاقتور یا ترقی یافتہ ملکوں میں بولی جاتی ہیں۔اس زبان کے ساتھ وسیع کوڈ کی آمیزش ہوتی ہے جو اس زبان کے وقار میں اضافہ کرتی ہے۔

کوڈمکسنگ زبانوں کو تقویت دے سکتا ہے۔ یہ زبان کی ساخت اور زبان کے استعمال سے متعلق لوگوں کے رویوں میں تبدیلی کا بھی سبب بنتا ہے۔

## میٹرولنگولزم:۔ (Metrolinguism)

میٹرولنگولزم شہری ماحول میں زبان کے استعمال کا مطالعہ ہے۔ جس میں خاص توجہ اس بات پر کی جاتی ہے کہ زبان شہروں کی سماجی، ثقافی اور سیاسی حرکیات سے کس طرح متاثر ہوتی ہے۔اس میں یہ تجزیہ بھی شامل ہوتا ہے کہ زبان شہر کے اندر مختلف علاقوں اور سماجی گروہوں کے درمیان زبان لسانی تنوع کے ساتھ رابطے کی ایک صورت ہے۔

میٹرولنگولزم شہری علاقوں میں زبان کی پالیسی اور منصوبہ بندی کے مطالعہ کو بھی اپنے دائرہ کار میں لاتی ہے۔ جس میں کثیر لسانی زبان کی تعلیم سے متعلق مسائل اور عالمگیریت میں زبان کا کردار بھی شامل ہے۔ میٹرولنگولزم زبان اور شہری ماحول کے درمیان پیچیدہ تعلقات، افراد، برادریوں اور معاشروں پر اس کے اثرات کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔

زمانے کی جدت نے زبان کے استعمال پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ پینی کُک اور اٹسوجی نے "میٹرولنگولزم" کی اصطلاح متعارف کرائی، وہ یہ گردانتے ہیں کہ زبان اور شہروں کا تعلق بہت قریبی ہے۔ ترقی اور اس سے جڑی ٹیکنالوجی سمیت دیگر تبدیلیاں شہریوں کو آسان اظہار خیال کے لیے زبان میں بھی تبدیلیوں پر مجبور کرتی ہیں۔ان مصنفین کے نزدیک شہروں اور شہریوں کا زبان کے استعمال پر اثر معاشرے کے ہر شعبہ اور طبقہ پر ہوتا ہے خواہ وہ تاریخ ہو، ثقافت ہو یا ایک عام فرد کی تحریر۔[23]

میٹرولنگولزم تھیوری کو آگے بڑھاتے ہوئے "یاؤں فانگ" نے 2020ء میں شائع ہونے والے اپنے ایک مقالے میں رقمطراز ہیں کہ : لسانی پس منظر پر کئی ایک میٹرولنگول سرگرمیاں اثر انداز ہوتی ہیں۔اپنی اس تحقیق میں انہوں نے خصوصی طور پر سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر استعمال ہونے والی زبان کا جائزہ لیا ہے۔ وہ

اس نتیجے پر پہنچے کہ ترقی یافتہ شہری علاقوں میں میٹرولنگول طرز زبان نے شہریوں کو اپنی مرضی کے اظہار خیال سے لے کر تحریر کی بہتر رسائی اور سمجھ بوجھ کو آسان کیا ہے۔[24]

سماج میں ہونے والی تبدیلیوں کی عکاسی زبان کے ذریعے ہوتی ہے۔ جدید لسانی تصور میٹرولنگولزم زبان میں ہونے والی تبدیلیوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ پچھلے تین عشروں میں زبان میں اتنی اصطلاحات اور نئے الفاظ ٹیکنالوجی و ترقی کی وجہ سے شامل ہوئے ہیں کہ حالیہ معاشرتی مدار سے باہر کا کوئی شخص اگر ان سب الفاظ و اصطلاحات کا سامنا کرے تو تحریر میں بہت سے الفاظ اور ان کے استعمال کی وجوہات اور ان کی سمجھ بوجھ اس کے لیے مجموعی یا جزوی طور پر ممکن ہی نہیں ہو گی۔

لسانی توسیع سے مراد کسی زبان کے نئے جغرافیائی یا سماجی ڈومینز میں پھیلنا ہے۔اکثر ہجرت، نئے شہروں کا بننا، دیگر سماجی عمل کے نتیجے میں میٹرولسانیات کے تناظر میں لسانی توسیع مختلف طریقوں سے ہو سکتی ہے۔

1۔ ہجرت اور زبان کی تبدیلی
2۔ کثیر لسانی اور زبان کا باہمی ملاپ
3۔ زبان کی پالیسی اور منصوبہ بندی
4۔ جدید ٹیکنالوجی اور مواصلات

## ہجرت اور زبان کی تبدیلی:-(Migration and Language Change)

ہجرت زبان کی تبدیلی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔جب لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل مکانی کرتے ہیں تو وہ اپنی زبان اور ثقافت ساتھ لاتے ہیں۔ وہ نئے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہیں اور نئے ثقافتی طریقوں کو اپناتے ہیں۔ان کی زبان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ایک دوسرے سے رابطے کے نتیجے میں زبان تبدیل ہوتی ہے۔جب مختلف پس منظر کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ رابطے میں آتے ہیں تو انہیں ایک دوسرے کے ساتھ سہولت کے ساتھ بات چیت کرنے کے لیے ایک مشترکہ زبان کی ضرورت پڑتی ہے۔جب مختلف لسانی پس منظر رکھنے والے لوگ کسی شہر میں منتقل ہوتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ وہ شہری ماحول کی غالب زبان کو اپنائیں اور آہستہ آہستہ اپنی مادری زبان سے دور ہو جائیں۔ یہ عمل لسانی وسعت کا باعث بن سکتا ہے۔کیونکہ غالب زبان نئے بولنے والوں کو زیادہ آسانی سے متاثر کرتی ہے اور شہروں میں زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلتی ہے۔

ہجرت کے سبب زبان میں تبدیلی کی ایک اور صورت بھی ہے اگر زبان بڑے پیمانے پر نہیں بولی جاتی یااس کے بولنے والے کسی نئی جگہ پر نقل مکانی کر جاتے ہیں۔اس زبان کو اپنے بچوں تک نہیں پہنچاتے تو ایسی صورت میں زبان کے معدومیت کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

**کثیر لسانی اور زبان کا باہمی ملاپ** (Multilingualism and language convergence)

کثیر لسانیات سے مراد ایک سے زیادہ زبانیں بولنے کی صلاحیت ہے دنیا کے بہت سے خطوں میں یہ ایک عام رجحان ہے۔جہاں لوگ ایسے معاشروں میں پروان چڑھتے ہیں جہاں ایک سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں یا یوں کہہ لیں کہ سماجی ضرورت کے باعث ایک سے زیادہ زبانیں سیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔وہاں ایک زبان دوسری زبان کے ساتھ ہم آہنگی کی صورت میں ضم ہو جاتی ہے۔کثیر لسانی زبانوں کے درمیان ہم آہنگی کا باعث بھی بنتی ہے۔کیونکہ مختلف زبانوں کے بولنے والے ایک دوسرے سے الفاظ اور گرائمر کا ڈھانچہ بعض اوقات مستعار لیتے ہیں۔زبانیں ایک دوسرے کے ساتھ ملاپ اور استفادے کے باوجود اپنی الگ شناخت بھی برقرار رکھتی ہیں۔

اگر کثیر لسانی اور زبان کے باہمی تعلق کا مشاہدہ کریں تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شہری علاقوں میں متعدد زبانیں مختلف سیاق وسباق میں استعمال کی جاتی ہیں۔یہ زبانوں کا ایک دوسرے کے ساتھ رابطے کی وجہ سے ہے جہاں مختلف زبانیں ایک دوسرے پر اثرانداز ہوتی ہیں اور نئی لسانی شکلیں اختیار کرتی ہیں۔

**زبان کی پالیسی اور منصوبہ بندی:**(Language policy and planning)

زبان کی پالیسی اور منصوبہ بندی معاشرے میں زبان کے استعمال کو منظم کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔اس میں زبان کی تعلیم ،زبان کے استعمال، معیار اور دیکھ بھال سے متعلق فیصلے کیے جاتے ہیں۔زبان کی پالیسوں کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں۔کسی مخصوص زبان کو معدومیت سے بچانے کے لیے سرکاری سطح سے لے کر نچلی سطح(انفرادی سطح)تک یہ پالیسیاں بنائی جاتی ہیں۔زبان کی منصوبہ بندی میں ان پالیسیوں کا عملی نفاذ بھی بہت اہم ہوتا ہے۔کیونکہ زبان، شناخت، ثقافت اور سماجی تعلقات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔موثر زبان کی پالیسیاں لسانی تنوع کو فروغ دیتی ہیں۔سماجی ہم آہنگی کو فروغ دے کر معاشی ترقی میں بھی اپنا کردار ادا کر سکتی ہیں۔اس کے برعکس غیر موثر پالیسیاں زبان کو نقصان پہنچاتی ہیں، امتیازی سلوک اور بدامنی کا بھی باعث بنتی ہیں۔لسانی تنوع کو اہمیت دینے والے اور سماجی انصاف کو فروغ دینے والے جامع اور مساوی معاشروں کی تشکیل کے لیے زبان کی پالیسی اور منصوبہ بندی ضروری ہے۔

حکومتیں اور تعلیمی ادارے شہری ماحول میں کسی مخصوص زبان کے استعمال کو فروغ دینے کے لیے بنائی گئی پالیسیوں اور پروگراموں کو نافذ کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر اقلیتی زبانوں کے تحفظ کے لیے ذولسانی تعلیم کے پروگرام بنائے جا سکتے ہیں یا تارکین وطن کو شہر کی غالب زبان سیکھنے میں مدد کے لیے زبان کی تدریس کا سلسلہ بہتر کیا جا سکتا ہے۔

**جدید ٹیکنالوجی اور مواصلات:** (Modern technology and communication)

جدید ٹیکنالوجی نے مواصلات میں بہت سے طریقوں سے انقلاب برپا کر دیا ہے۔ وٹس ایپ، فیس بک مسنجر اور دیگر اس طرح کے فوری پیغام رسانی کے پلیٹ فارم نے لوگوں کے بات چیت کے طریقے کو بدل دیا ہے۔ یہ پلیٹ فارم لوگوں کو ایک وقت میں ٹیکسٹ میسج، صوتی پیغام، تصاویر اور ویڈیوز بھیجنے کی سہولت فراہم کرتے ہیں چاہے وہ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں۔ سوشل میڈیا، فیس بک، انسٹا گرام اور ٹویٹر (X) جیسے سوشل میڈیا پلیٹ فارم نے لوگوں کو اپنے خیالات اور تجربات کو دوسروں کے ساتھ شئیر کرنا انتہائی آسان بنا دیا ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے کاروباری صارفین بھی ایک دوسرے کے ساتھ رابطے میں آسانی محسوس کرتے ہیں۔ ذوم اور گوگل میٹ جیسے سافٹ ویئر کے سبب ویڈیوز کانفرسنگ کا رجحان بڑھا ہے۔ کلاسز اور دیگر سماجی تقریبات میں آن لائن شرکت کو ممکن بنا دیا ہے۔ COVID-19 جیسی وبائی مرض کے دوران اس طریقہ کار نے بہت شہرت حاصل کی اور اس کی اہمیت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ تعلیمی سرگرمیاں اور دفاتر کے معاملات انہی سوفٹ ویئر پر منتقل ہوئے اور لوگ گھروں میں بیٹھ کر اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے رہے۔

مواصلاتی ٹیکنالوجی میں ترقی نے جغرافیائی اور ثقافتی حدود میں زبانوں کے پھیلاؤ کو بہت آسان بنا دیا ہے۔ خاص طور پر سوشل میڈیا کے پلیٹ فارم نے لوگوں کو مختلف زبانوں میں بات چیت کرنے اور دنیا بھر کے لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں شہری علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں میں توسیع ہوئی ہے۔ میٹرو لسانیات کے تناظر میں لسانی پھیلاؤ ایک پیچیدہ اور متحرک عمل ہے جو سماجی، ثقافتی اور سیاسی عوامل کے وسیع دائرے سے متاثر ہوتا ہے۔ جدید ٹیکنالوجی نے مواصلات کو زیادہ موثر اور آسان بنا دیا ہے۔

**لسانی مزاج کی صورتیں:**( Forms of Linguistic Attitudes)

لسانی مزاج کی کئی صورتیں ہیں جو معاشرے میں رائج ہیں۔

## زبان سے متعلق رویہ: (Attitudes Towards Language)

بعض افراد زبانوں یا بولیوں سے متعلق مثبت یا منفی رویہ رکھتے ہیں جو ان کی زبان کے استعمال اور بات چیت کے انداز کو متاثر کرتا ہے۔ جدید دور میں لوگ عمومی طور پر زبان کے استعمال کے بارے میں مثبت رویہ رکھتے ہیں۔ زبان کو رابطے کے ذریعے کے ساتھ ساتھ مخصوص ثقافت کی شناخت کے بارے اس کی اہمیت کو تسلیم بھی کرتے ہیں۔ رشید احمد صدیقی کے مطابق:

> "زبان کے علاوہ اردو بہت کچھ اور بھی ہے۔ جیسے ایک قیمتی ورثہ، ایک قابل قدر روایت، ایک نادر آرٹ، ایک مسحور کن نغمہ، قابل فخر کارنامہ، کوئی پیمانِ وفا یا اس طرح کی کتنی اور باتیں جو محسوس ہوتی ہیں لیکن بیان نہیں ہو پاتیں"[25]

درج بالا متن اردو کے لسانی پہلوؤں سے ہٹ کر اس کی کثیر جہتی پہلوؤں کی وضاحت کرتا ہے۔ اردو کی مضبوط تاریخ اور ثقافت ہے جو محض الفاظ کی حد تک نہیں ہے بلکہ آرٹ، موسیقی اور دوسرے عوامل پر مشتمل ہے۔

زبان لوگوں کا ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ قائم رکھنے اور اپنے ورثے اور روایت کی بھی محافظ ہے۔ زبان کے ذریعے آپ اپنے قیمتی ورثے کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایک سے زیادہ زبانیں سیکھنے میں دلچسپی رکھتے ہیں کیونکہ جدید دور میں لوگ کثیر لسانیت کے فوائد کو جانتے ہیں۔ اس سے ملازمت کے مواقع بھی بڑھ جاتے ہیں۔ اس سے علمی صلاحیت کو بھی بڑھایا جا سکتا ہے اور مختلف خطوں کے لوگوں کے ساتھ یہ رابطے کا بھی بہترین ذریعہ ہے۔

اس کے ساتھ کثیر لسانیت کے حوالے سے معاشرے میں منفی رویہ بھی موجود ہے۔ کچھ لوگ بعض زبانوں کو دوسری زبانوں کے مقابلے میں کمتر یا کم مفید سمجھتے ہیں جو ان کے متعصب رویے کی نشان دہی کرتا ہے۔ جدید دور میں زبان کے بارے میں لوگوں کے رویے مختلف ہیں۔ جس میں مثبت اور منفی دونوں نقطہ نظر موجود ہیں۔

## د۔ محاورے اور روز مرہ کی تشکیل کے عوامل: (Factor of Formation for Idioms and Usage)

زبانیں وقت کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں اور کسی بھی زندہ زبان کے لیے تبدیلی ایک لازمی امر ہے۔ تاریخ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ہر زبان کی ساخت میں وقت کے ساتھ تبدیلی آتی ہے۔ بہت سے لوگوں پر

روزمرہ معاملات میں یہ تبدیلی واضح نہیں ہوتی۔ اپنی زبان کے ساتھ گہری جڑت کے سبب وہ اس تبدیلی کو محسوس نہیں کر پاتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ زبانیں بدلتی رہتی ہیں کچھ زبانیں پھلتی پھولتی ہیں اور کچھ زبانیں ختم ہو جاتی ہیں۔ نسل در نسل تلفظ میں تبدیلی آتی ہے نئے الفاظ ایجاد ہوتے ہیں اور بعض اوقات پرانے الفاظ کے معنی بدل جاتے ہیں۔ تبدیلی کی شرح یا نوعیت ایک جگہ سے دوسری جگہ مختلف ہو سکتی ہے۔ زبان میں تبدیلی تیز ہو یا سست ہوتی ضرور ہے۔ زبان میں یہ تبدیلی ناگزیر ہے اور انسانوں کی آسانی کے لیے ہے۔

محاورے الفاظ کا ایسا مجموعہ ہوتے ہیں جو اپنے لغوی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ وہ عوام میں اس طرح رائج ہوتے ہیں کہ ان کا مفہوم ہر خاص و عام سمجھتا بھی ہے اور اپنی تحریر و تقریر میں استعمال بھی کرتا ہے۔ محاورات کثرت الاستعمال کے سبب آسانی سے ہر کسی کی سمجھ میں آ جاتے ہیں۔ محاورات کو ہم ان کے لغوی معنوں میں نہیں استعمال کر سکتے۔ محاورہ ہوتا ہی وہ ہے جو اپنے مجازی معانی دے۔ ڈاکٹر یونس اگاسکر محاورے کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "صوری اعتبار سے محاورہ الفاظ کے ایسے مجموعے کو کہتے ہیں جس سے لغوی معنی کی بجائے ایک قرار یافتہ معنی نکلتے ہوں۔ محاورے میں عموماً علامت مصدر "نا" لگتی ہے۔ جیسے آب آب ہونا، دل ٹوٹنا، خوشی سے پھولے نہ سمانا، محاورہ جب جملے میں استعمال ہوتا ہے۔ تو علامت مصدر "نا" کی بجائے فعل کی وہ صورت آتی ہے جو گرائمر کے اعتبار سے موزوں ہوتی ہے۔ جیسے دل ٹوٹ گیا، دل ٹوٹ جاتے ہیں، دل ٹوٹ جائے گا وغیرہ"[26]

زبان کا روزمرہ اور محاورے وقت کے ساتھ ساتھ تشکیل پاتے ہیں۔ محاورے میں یہ تبدیلی فطری ہے جو انسانی مواصلات اور ثقافتی تبدیلیوں کی متحرک نوعیت کو ظاہر کرتی ہے۔ جیسے جیسے افراد اپنے خیالات اور تجربات کا اشتراک کرتے ہیں، روزمرہ اور محاورے میں تبدیلیاں زیادہ نمایاں ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل کے مطابق:

> "جیسے کہا جاتا ہے کہ قانون اپنا راستہ خود بناتا ہے، اسی طرح یہ بھی ایک مانی ہوئی بات ہے کہ زبان اپنا چلن خود پیدا کرتی ہے اور خود ہی اس کی حفاظت بھی کرتی ہے۔ زبان کے چلن کو آپ ضابطوں کی بندش میں نہیں لا سکتے۔ البتہ اس کے قوانین خود اس کے چلن میں موجود ہوتے ہیں"[27]

ڈاکٹر معین الدین عقیل کی متذکرہ بالا رائے کے مطابق زبان کا ارتقاء فطری ہوتا ہے۔ زبان پہلے سے طے شدہ اصولوں کی پابند نہیں ہوتی۔ پہلے سے متعین اصولوں سے اسے کنٹرول میں نہیں لایا جا سکتا۔ زبان کسی بھی گروہ یا معاشرے کے اندر مسلسل استعمال اور رابطے کے ذریعے اپنا راستہ خود بناتی ہے۔ زبان سماجی عوامل سے متاثر ہوتی ہے۔ اس کے اندر فطری طور پر یہ لچک موجود ہوتی ہے جس کے سبب اس میں نئے الفاظ و محاورات کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اُردو زبان کی جڑیں فارسی، عربی اور مقامی زبانوں کے ثقافتی امتزاج میں گہرائی سے پیوستہ ہیں۔ 1947ء میں ہندوستان کی تقسیم اردو کی تاریخ کا ایک اہم لمحہ تھا جب اسے نو تشکیل شدہ پاکستان کی قومی زبان ہونے کا اعزاز دیا گیا۔ اس پہچان نے نہ صرف اردو کا رتبہ بلند کیا بلکہ اس کے لسانی ارتقاء کا ایک نیا باب بھی کھولا۔

اس سے قبل اردو نے جہاں جہاں علاقائی سفر کیا وہاں کی علاقائی زبانوں کے اثرات اردو نے قبول کیے جو اس کے روزمرہ اور محاورے پر نمایاں طور پر موجود ہیں۔ جیسے ہی اردو زبان نے پاکستان کی مقامی زبانوں کے ساتھ میل جول بڑھایا اور ان کے اثرات قبول کرنے شروع کیے جو کہ ایک فطری عمل تھا اس وقت کے ماہرین کو ایک مخمصے کا سامنا کرنا پڑا۔ اردو روزمرہ اور محاورے کی تشکیل اور قبولیت کے سند کن مراکز سے لی جائے کچھ کا خیال تھا کہ اردو کے مراکز لکھنؤ اور دہلی ہیں لہذا ان سے ہی سند ملے گی جب کہ سید عبداللہ جیسے دانشوروں کا خیال تھا کہ پاکستان کا اپنا محاورہ بن کر رہے گا اور اس کی سند بھی یہی سے ملے گی۔ معین الدین عقیل کے مطابق:

> "زبان کی لغت میں موجود الفاظ، محاورات اور روزمرہ کا معاملہ تو دہلی اور لکھنؤ نے اپنی مقتدرہ کا اعلان ضروری سمجھا۔ یوں اُردو میں محاورے، روزمرہ، ضرب الامثال، عام بول چال اور لب ولہجے میں کسی ایک معیار پر اتفاق نہ ہو سکا۔ بیسویں صدی میں دکن، دہلی اور لکھنؤ کے بعد لاہور اردو زبان وادب کا مرکز بنا تو اردو نے پنجابی سے ناتا جوڑا۔ حافظ محمود شیرانی نے "پنجاب میں اردو" لکھ کر اس رشتے کو سند عطا کرنے کی کوشش کی"[28]

قیام پاکستان کے بعد قومی زبان کا انتخاب قوم کی تعمیر کا ایک اہم پہلو بن گیا۔ اردو کو پاکستان کی قومی زبان قرار دیا گیا خاص طور پر ان علاقوں کی جن کی مادری زبان اردو نہیں تھی۔ یہ فیصلہ یہاں کے متنوع لسانی منظر نامے کی عکاسی کرتا ہے۔ اس فیصلے نے اردو کی ترقی اور خطے کی مقامی زبانوں کے ساتھ اس کے گہرے تعلقات کی راہیں بھی متعین کیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے مطابق:

"پاکستان میں اردو کا ایک نیا لہجہ اور نیا روز مرہ پیدا ہو کر رہے گا اس کے فطری عمل کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے" 29

قیام پاکستان کے بعد لسانی ارتقاء کا ایک بھرپور نظام ہمارے سامنے آیا۔ اردو کو ملک کی قومی زبان کا درجہ دیا گیا جس نے متنوع لسانی مناظر کی شکل میں ایک متحرک سفر کا آغاز کیا۔ متعدد مقامی زبان سے متاثر یہ لسانی منظر نامہ فطری اور ناگزیر عمل ہے جس کی مخالفت کی بجائے اسے اپنانا چاہیے۔ اردو زبان نے جہاں فارسی، عربی کے اثرات کو قبول کیا، ایسے ہی پنجابی، سندھی، پشتو اور دیگر علاقائی زبانوں کے ملاپ سے نئے روز مرہ اور محاورات کے تشکیل کا باعث بنی۔ یہ لسانی امتزاج نہ صرف قوم کے ثقافتی تنوع کو ظاہر کرتا ہے بلکہ زبانوں کی نامیاتی نشوونما کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

اردو کا لسانی ارتقاء لسانی اثرات کے امتزاج سے تشکیل پایا جو اس خطے کی متنوع ثقافت کی عکاسی کرتا ہے۔ اردو فارسی، عربی اور مختلف علاقائی زبانوں سے جنم لینے والی زبان، اب پاکستان کی مقامی زبانوں سے نئے عناصر کو جذب کرتے ہوئے ارتقاء پذیر رہی۔ لسانی منظر نامے میں پنجابی، سندھی اور پشتو جیسی علاقائی زبانوں کے ساتھ روایتی اردو سے ہم آہنگ ہوئی۔

بہت سے عوامل ہیں جو زبان کے روز مرہ اور محاورے کی تبدیلی میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں جن میں سیاسی، سماجی، ثقافتی ٹیکنالوجی، ماحولیات اور اخلاقیات شامل ہیں۔ زبان کی تبدیلی میں لفظ اور معنی کی تبدیلی بھی شامل ہے۔ صوتی اور نحوی تبدیلیوں کا مطالعہ بھی ہمارے موضوع کا حصہ ہے۔ زبانیں مختلف وجوہات کی بناء پر تبدیل ہوتی ہیں جیسے کہ سیاسی دباؤ، صنعتی ترقی کے ساتھ ساتھ سماجی، ثقافتی اور اخلاقی عوامل شامل ہیں۔ ذیل میں ان تبدیلیوں کے اسباب کا جائزہ لیتے ہیں۔

عمومی طور پر سیاست، معاشیات اور ٹیکنالوجی میں تبدیلی سماجی تبدیلی کا سبب بنتی ہے سماجی تبدیلی زبان میں تبدیلیاں پیدا کرتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب ایک بار معاشرہ بدلنا شروع ہو جائے تو زبان پر وہ تبدیلی خاص اثرات مرتب کرتی ہے۔ ہر معاشرے میں لوگ مختلف سماجی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن میں طاقت والے، پیسے والے اور غریب طبقہ شامل ہے۔ طبقہ وارانہ اور پیشہ وارانہ عناصر بھی زبان کی تبدیلی میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح پڑھے لکھے لوگ (تعلیم یافتہ) اور کم پڑھے لکھے لوگ اور ان پڑھ تمام طبقے زبان کے تغیر میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔

اردو زبان خاص طور سے ادبی معیار کی زبان شہری تہذیب کی عکاسی میں زیادہ پیش پیش رہی ہے۔ لیکن اردو کی کہاوتوں نے شہر اور دیہات کی تہذیب کو یکساں طور پر اپنے دامن میں سمیٹا ہے اور اردو کو اس الزام

سے بچایا ہے کہ یہ محض شہروں کی زبان ہے۔ اُردو کے محاوروں میں دیہات کی سادہ اور فطری زندگی کا عکس موجود ہے۔ تہذیب و تمدن کے اعتبار سے دیہات شہروں کے مقابلے میں کم درجہ ترقی یافتہ ہوتے ہیں اس لیے وہاں تکلف اور ڈھکوسلے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ شہروں میں جن باتوں کا تذکرہ معیوب سمجھا جاتا ہے ان کا ذکر دیہات کی بیٹھکوں میں بلا تکلف کیا جاتا ہے۔ چولہا چکی، گھر گھرہستی، ہل، کھیت کھلیان، شادی بیاہ، جھگڑے فساد، دیہاتی زندگی کی روزمرہ گفتگو کے لوازمات ہوتے ہیں۔ خالص عوامی تخلیقات ہونے کے ناتے محاوروں میں دیہی تہذیب و معاشرت خوب جھلکتی ہے۔ زبان اور تہذیب کا آپس میں بڑا گہرا اور اہمیت کا حامل تعلق ہے۔ جس میں محاوراتی زبان بھی شامل ہے۔ زبان تہذیب کی عکاسی کرتی ہے۔ علامتی زبان کی دیگر اقسام کی طرح محاورے، رسم رواج، ثقافتی عقائد، سماجی تعلق اور اصولوں کے فطری ضابطہ کار ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی حیرت کی بات بھی نہیں ہے کہ محاورات اور استعارات حقیقی زندگی پر ثقافت کے ایک حصے کی عکاسی کرتے ہیں۔ محمد حسن عسکری محاورہ کی تہذیبی اہمیت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

> " محاورہ میں اجتماعی زندگی کی تصویریں، سماج کے تصورات اور معتقدات، انسان، فطرت، اور کائنات کے متعلق سماج کا رویہ یہ سب باتیں جھلکتی ہیں۔ محاورے صرف خوبصورت فقرے نہیں یہ تو اجتماعی تجربے کے ٹکڑے ہیں جس میں سماج کی پوری شخصیت بستی ہے "۔ [30]

محاورات کی تشکیل میں ترجمہ کا عمل بھی شامل ہوتا ہے۔ زیادہ تر محاورات دوسری زبانوں میں آسانی سے ترجمہ نہیں ہوتے۔ غیر فطری انداز میں ترجمہ کرنے سے محاورات کے معنی بدل سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے لیے محاورے کے پیچھے چھپے معنی کو جاننا اہم ہوتا ہے تاکہ آپ صحیح معنوں میں اس کے مفہوم کو سمجھ سکیں۔

ایسا بھی نہیں ہے کہ محاورات دوسری زبان میں ترجمہ نہیں ہو سکتے۔ دوسری زبانوں سے ترجمہ شدہ محاورات زبانوں کے ذخیرے میں شامل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف خطوں کے لوگ مختلف زبانیں ضرور بولتے ہیں لیکن ان کے تجربات یکساں ہوتے ہیں۔ محاورے عالمگیر تجربات کو بیان کرتے ہیں۔ ایسے عالمگیر محاورے موجود ہیں جو ہر زبان میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر کے الفاظ مختلف ہیں۔ محاورات کو مخصوص پس منظر کے تحت ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ ایسے محاورات کو ترجمہ کرتے وقت ان کے الفاظ کو اتنی اہمیت حاصل نہیں ہوتی ساری توجہ ان کے مفہوم پر دی جاتی ہے اور اکثر اوقات الفاظ کو بدل دیا جاتا ہے۔ محاورے کے

مفہوم کو درست انداز میں سمجھنااور اسے اسی احساس کے ساتھ بیان کرنا جو اس کے لہجے اور جذبات کی عکاسی کرتا ہو۔

ہر ملک کا سماجی ڈھانچہ معاشیات پر استوار ہوتا ہے، تہذیبی و ثقافتی مظاہر بھی معاشی استحکام کے نتیجے میں ہی پروان چڑھتے ہیں۔ ہمارا ملک بنیادی طور پر زرعی معاشیات سے متصف ملک ہے۔ اس لیے یہاں کا سماجی و تہذیبی تانا بانا زراعت کے دھاگوں سے ہی تیار ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری زبان میں زراعت اور اس سے متعلق پہلوؤں کے بارے میں محاورات کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔ معشیت یا روزگار کے دیگر شعبہ جات ہیں وہاں بھی زبان کے استعمال سے نئے نئے محاورات زبان کا حصہ بنتے جا رہے ہیں۔ نئے محاورے کی تشکیل پر رشید حسن خان لکھتے ہیں:

"ٹرانسپورٹ کے ذرائع میں بس سروس ایک نئی چیز ہے۔ اب آپ کسی بھی بس سٹینڈ پر جایئے تو آپ کو ایک محاورہ سننے کو ملے گا کہ کل تم نے کتنی سواریاں اٹھائی ہیں؟ تو سواریاں اٹھانا ایک نیا محاورہ ہے جو آپ کو لغت میں نہیں ملے گا"۔ [31]

زبان کی خالصیت کا تصور قائم کردہ اصولوں پر مبنی ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔ تاہم معاشرے کی متحرک فطرت لسانی تاثرات میں جان ڈال دیتی ہے جو زبان کے روزمرہ اور محاورے کے ذریعے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ لسانی ارتقاء روایت سے الگ نہیں ہے بلکہ اس کا تسلسل ہے، ماضی اور حال کے درمیان ایک مکالمہ ہے۔ زبان کی خالصیت پر سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ نئے الفاظ و محاورات معانی کی آمیزش کے ذریعے اسے تقویت بخشتے ہیں۔ ان الفاظ و محاورات کی جڑیں ثقافت میں گہرائی سے پیوست بھی ہوتی ہیں اور عصری دھاروں کے مطابق بھی۔ غازی علم الدین کے مطابق: "کثیر لسانی معاشرے میں ہم کو کسی حد تک ذولسانی ہونے کی ضرورت ہے تاکہ برصغیر کی زبانوں میں یک جہتی پیدا ہو"۔ [32]

ذولسانی وہ پُل ہے جو مختلف زبانوں کو جوڑتا ہے، ایک ہم آہنگ لسانی ماحول پیدا کرتا ہے۔ یہ ہر زبان کی انفرادیت کو تسلیم کرتا ہے۔ جس سے زبانیں ایک دوسرے پر غالب آئے بغیر ایک دوسرے کی ترقی میں شامل ہوتی ہیں۔ ذولسانی ثقافتی روایات اور اقدار کے بھرپور تبادلے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ یہ ثقافتی تبادلہ مختلف زبانوں کے بولنے والوں کے درمیان رواداری اور باہمی احترام کو فروغ دیتا ہے۔

## ہنگامی روزمرہ اور محاورات کی تشکیل میں سیاسی اور پاپ کلچر محرکات: (Political and pop culture motivations in the formation of emergent Usage and idioms)

زبان میں تبدیلی کی سیاسی اسباب کا جائزہ لیں تو اس میں انسانوں کی نقل مکانی کا بڑا عمل دخل ہے۔اس کے ساتھ مختلف خطوں میں بیرونی حملہ آوروں کی آمد بھی ایک تناظر ہے۔لوگ نقل مکانی کے ذریعے بھی نئی زبان سیکھتے ہیں اور ان کی زبان کے اثرات بھی مقامی زبان پر پڑتے ہیں۔ لوگوں کے سماجی حلقوں میں زبان تبدیل ہوتی ہے۔ ہجرت سے ہونے والی تبدیلیاں بھی زبان کو متاثر کرتی ہیں۔ خواتین کی آزادی اور صنفی مساوات،امتیازات کی جدوجہد کی تحریکوں نے بھی زبان پر اپنے اثرات مرتب کیے ہیں۔ تجارت بھی ایک زبان کے بولنے والوں کو دوسری زبان کے بولنے والوں کے قریب لاتی ہے۔

ہنگامی بنیادوں پر زبان میں رائج ہونے والے محاورات میں بنیادی کردار سیاسی محاوروں کا ہوتا ہے۔ زیادہ تر ایسے محاورات کا تعلق سیاست دانوں کے ساتھ ہوتا ہے جو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے غیر اخلاقی اور غیر قانونی اقدامات لینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

یہ محاورات ظاہر کرتے ہیں کہ سیاسی عوامل کس طرح زبان کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ بعض اوقات سیاسی واقعات اور تنازعات نئے محاوروں کی تشکیل کا سبب بنتے ہیں۔ان محاوروں کا استعمال سیاسی خیالات اور آراء کی عکاسی کرتا ہے۔

کثیر الثقافتی معاشروں میں جہاں مختلف گروہ ایک ساتھ رہے ہیں اور آپس میں بات چیت کرتے ہیں، ایسے ماحول میں پاپ کلچر روزمرہ زبان کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مختلف ثقافتی عناصر کا امتزاج نئے الفاظ و محاورات کی تشکیل کا باعث بنتا ہے۔سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پاپ کلچر کے رجحان کو پھیلانے میں سب سے نمایاں ہیں۔ کثیر لسانی تناظر میں ڈاکٹر سجاد بلوچ کی کتاب زبان، لہجے اور لسانی رشتے سے ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

> "ہر گروہ گھر میں اپنی زبان بولتا ہے اور جب دوسرے گروہوں کے لوگوں کے ساتھ رابطہ کرتا ہے تو دوسری زبان بولتا ہے۔ مختلف زبانیں ایک مستحکم طریقے سے گروہ کے دوسرے حصوں کے ساتھ منسلک ہیں،اور نتیجتاً کثیر اللسانیت برقرار رہنا معاشرے کی کثیر القوی فطرت کے عمل کے طور پر مقدر نظر آتا ہے"۔[33]

بڑے معاشروں کے اندر الگ الگ ثقافتی یا نسلی گروہ موجود ہوتے ہیں جو آپس میں رابطے کے لیے اپنی مقامی زبان کا استعمال کرتے ہیں اور دوسرے گروہوں سے رابطے کی زبان مختلف ہے، جو متنوع ثقافتی منظر نامے کی نشان دہی کرتا ہے۔ پاپ کلچر معاشرے کے اندر لسانی اور ثقافتی تنوع کا عکاس ہوتا ہے۔ موسیقی، فلمیں، فیشن وغیرہ کے رجحانات مخصوص لسانی گروہوں سے منسلک ہو سکتے ہیں۔

## ٹیکنالوجی: (Technology)

اگرچہ زبان آہستہ آہستہ بدلتی ہے مگر مسلسل تیزی کے ساتھ بدلتی ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ نے اس صورت حال کو یکسر بدل دیا ہے، تبدیلی کے عمل کو تیز کر دیا ہے۔اس صورت حال نے زبان بولنے والوں کے لیے دشواری بھی پیدا کر دی ہے۔ پہلے معاملہ یہ تھا کہ الفاظ ادب، اخبارات اور تقریروں کے ذریعے عوام تک پہنچتے تھے اور آہستہ آہستہ عوام میں رائج ہوتے تھے لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ٹیکنالوجی کے ترقی کے سبب الفاظ فوری طور پر عوام میں رائج ہو جاتے ہیں اور ان الفاظ کی مقامی زبان میں اصطلاحات ہیں وہ بعد میں بنتی ہیں۔ان اصطلاحات کو عوام آسانی سے قبول نہیں کرتے کیونکہ اس وقت تک اصل زبانوں کے الفاظ عوام میں رائج ہو چکے ہوتے ہیں۔ جیسے کہ فیس بک، ٹویٹر، انسٹا گرام وغیرہ وغیرہ۔

> "نئی ٹیکنالوجی کی آمد سے نئے روز مرے اور محاورے وجود میں آرہے ہیں اور لوگ ان کا بے دریغ استعمال کر رہے ہیں۔ تاہم ان میں کسی حد تک زبان کی مروجہ مانوسی صوتی سانچوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ سلیفی لینا، فون کرنا، ڈرائیو کرنا، بریک لگانا، سپیڈ بڑھانا، لنچ کرنا، ڈنر کرنا، بریک فاسٹ کرنا اور اسی طرح کے لاتعداد الفاظ، مصادر، روز مرے اور محاورے اُردو زبان کا حصہ بن چکے ہیں"[34]

ٹیکنالوجی کی ترقی نے موجودہ دور میں معاصر محاوروں اور تاثرات کو بڑی تعداد میں بغیر کسی رکاوٹ کے روزمرہ کی زبان میں ضم کر دیا ہے۔ زبان آسانی کے ساتھ جدید اصطلاحات کو زبان میں شامل کر رہی ہے جیسے کہ ڈرائیونگ، بریک لگانا، تیز رفتار طرز زندگی کے وسیع اثر کو ظاہر کرتی ہے۔ لسانی ارتقاء زبان کی متحرک نوعیت کی وضاحت کے لیے ایک اور اقتباس ملاحظہ کیجئیے:

> "نئی ٹیکنالوجی کی آمد سے نئے روز مرے اور محاورے وجود میں آرہے ہیں اور لوگ ان کا بے دریغ استعمال کر رہے ہیں۔ تاہم ان میں کسی حد تک زبان کی مروجہ مانوسی صوتی سانچوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ سلیفی لینا، فون کرنا، ڈرائیو

کرنا، بریک لگانا، سپیڈ بڑھانا، لنچ کرنا، ڈنر کرنا، بریک فاسٹ کرنااور اسی طرح کے لاتعداد الفاظ، مصادر، روزمرے اور محاورے اُردو زبان کا حصہ بن چکے ہیں۔ تاہم سیلفانا، فوننا، کالنا، ڈرائیونا، بریکنا، سپیڈنا، لنچنا، ڈنرنا بریک فاسٹنا وغیرہ تاحال نامانوسیت کی بدولت رائج ہونے سے عاری ہیں اور شاید تادیر عاری رہیں۔ سیٹ چھوڑنا، ریزائن کرنا، سلیکٹ ہونا، میرٹ پر آنا، رپورٹ لکھنا، کیک کاٹنا، گیٹ کھولنا، موٹروے کا کھلنا یا بند ہونا، واک آؤٹ کرنا سپیکر آن کرنا، ڈائس پر آنا، مائیک سنبھالنااور اسی نوع کے نئے اظہاریے ہمارے میڈیا کی زینت بن چکے ہیں"[35]

درج بالا اقتباس اردو زبان میں نئی ٹیکنالوجی کے اثرات کو نمایاں کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں نیا روزمرہ اور محاورہ تشکیل پا رہا ہے۔ ٹیکنالوجی کے سبب نئے محاورات زبان کا حصہ بن رہے ہیں اور کچھ پرانے روزمرہ اور محاورے جو بھرپور معنویت رکھتے ہیں اس کے باوجود استعمال سے باہر ہوتے جا رہے ہیں۔

### غالب زبان کا کردار: (The role of dominant language)

زبان میں تبدیلی کی وجوہات میں سے ایک عام وجہ ایک زبان کا دوسرے زبان کے الفاظ ضرورت کے تحت مستعار لینا بھی ہے۔ عام طور پر یہ اس وقت ہوتا ہے جب کسی زبان میں کسی دوسری زبان سے نئے تصورات اور نظریات متعارف کروائے جا رہے ہوتے ہیں۔ ان تصورات کی تفہیم کے لیے ان الفاظ کی ضرورت پڑتی ہے۔ دوسری زبانوں سے مستعار لیے گیے الفاظ میں سے بہت سے الفاظ زبان کا مستقل حصہ بن جاتے ہیں۔ اور کچھ الفاظ ایسے بھی ہوتے ہیں جو نسبتاً کم وقت کے لیے زبان کا حصہ بنتے ہیں اس کے بعد ان کی جگہ مقامی الفاظ لے لیتے ہیں۔ جو الفاظ مستقل زبان کا حصہ بنتے ہیں ان کی جگہ کوئی مقامی لفظ یا اصطلاح رائج نہیں ہو پاتی۔ ایسے الفاظ کی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جیسے کہ پیزا وغیرہ شامل ہے۔ وارث سرہندی کے بقول:

"زبان میں جو تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خارجی اور دوسری داخلی۔ خارجی تبدیلی اس وقت عمل میں آتی ہے جب دو زبانیں ایک دوسرے کے قریب آتی ہیں اور ان میں نہ صرف الفاظ کا بلکہ آوازوں کا بھی لین دین ہونے لگتا

ہے۔۔۔۔زبانوں کا یہ میل سیاسی حملوں، تجارتی سفروں، تیرتھ یاتراؤں اور نقل وطن کی صورت میں ہوتا ہے۔"[36]

ایسی صورت میں نہ صرف الفاظ بلکہ آوازوں کا بھی تبادلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ عمل اکثر ہجرت کے نتیجے میں ہوتا ہے، جہاں مختلف لسانی پس منظر سے تعلق رکھنے والے لوگ ایک دوسری کی زبانوں میں بات چیت کے ذریعے اثرانداز ہوتے ہیں۔ جیسے جیسے افراد ہجرت کرتے ہیں وہ اپنی لسانی خصوصیات بھی ساتھ لاتے ہیں جس کی وجہ سے زبانوں کی آمیزیش ہوتی ہے۔اس میل جول کے نتیجے میں ایک زبان سے دوسری زبان میں الفاظ، تلفظ مستعار لیے جاتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ تبادلہ دونوں زبانوں کے ارتقاء کا باعث بنتا ہے۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل کے مطابق:

"زندہ زبانیں ایک دوسرے کی رینج میں آنے والی مختلف زبانوں کی گرائمر اور لفظیات سے متواتر استفادہ کرتی رہتی ہیں۔ابتداء ہی سے اردو زبان میں قاعدہ اختیاری اور لفظی تصرف کے بیش قیمت سلسلے رائج رہے ہیں۔ان کی بدولت اس زبان نے ترقی اور بلندی کی اہم منزلیں طے کی ہیں"[37]

ایک فطری نظام کے تحت تمام زندہ زبانیں اپنے ارد گرد کی زبانوں سے استفادہ کرتی رہتی ہیں۔اردو زبان نے بھی قیام پاکستان کے بعد اپنے اردو گرد مقامی زبانوں سے استفادہ کیا جس نے زبان کی تشکیل اور نشوونما میں اہم کردار ادا کیا۔اردو کے اندر لسانی خصوصیات کی اس موافقت اور حکمت عملی سے نہ صرف اس کی جانفشانی برقرار رہی بلکہ اس نے قابل ذکر سنگ میلوں کی کامیابی کا باعث بھی بنی، جو اردو زبان کی لچک اور وقت کے ساتھ ساتھ متنوع لسانی اثرات کو قبول کرنے کی صلاحیت کی عکاسی کرتی ہے۔

### محاورے اور روزمرہ کی تشکیل کے لسانی عوامل: (Linguistic factors of idiom and Usage formation)

روزمرہ اور محاورے کے لسانی مطالعہ میں ان پہلوؤں کا تجزیہ کرنا شامل ہوتا ہے جو عام طور پر کسی خاص زبان کے بولنے والوں کے ذریعہ استعمال ہوتے ہیں۔ استعمال سے مراد زبان کے استعمال کے وہ نمونے جو مخصوص سیاق وسباق کی خصوصیت رکھتے ہیں۔

روزمرہ اور محاورے کا مطالعہ یہ سمجھنے کے لیے اہم ہے کہ زبان کو حقیقی دنیا کے حالات میں کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ لوگ کس طرح موثر طریقے سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور زبان کس طرح ثقافتی اقدار اور اصولوں کی عکاسی کرتی ہے۔

محاورے زبان کے اظہار کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ محاورات کو لغوی معنی کی بجائے علامتی طور پر سمجھنا ضروری ہے۔ وہ کسی خاص زبان یا ثقافت کی نمائندگی کرتے ہیں اور ایک خاص معنی رکھتے ہیں جن کو الفاظ سے فوری طور پر لغوی یا ظاہری معنی سے نہیں سمجھا جا سکتا۔

ماہر لسانیات محاورے کے مطالعہ، ان کی منفرد خصوصیات اور ابلاغ میں ان کے کردار کے سبب دلچسپی رکھتے ہیں۔ محاورے کی سب سے دلچسپ خصوصیت ان کی ساخت ہے۔ محاورات کے معنی ان کے انفرادی الفاظ کے معنی سے اخذ نہیں کیے جا سکتے بلکہ ان کو الفاظ کے مجموعے سے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

محاورے کی ایک اور خصوصیت مختلف زبانوں اور ثقافتوں میں ان کا تغیر ہے۔ اسی تصور کا اظہار بہت سے مختلف محاوراتی طریقوں سے کیا جا سکتا ہے۔ محاورے کا مطالعہ لسانی تحقیق کا ایک بھرپور اور دلچسپ علاقہ ہے۔ جس میں زبان کی ساخت، معنی، ادراک اور سماجی رابطے کے مسائل شامل ہیں۔ محاورات کا لسانی مطالعہ درج ذیل ہے۔

1۔ ساختی تناظر

2۔ استعاراتی تناظر

## ساختی تناظر: (Structural perspective)

محاورے ایسے تاثرات ہیں جو ایک علامتی معنی بیان کرتے ہیں جو اظہار میں استعمال ہونے والے الفاظ کے لغوی معنی سے مختلف ہوتے ہیں۔ وہ زبان اور مواصلات کا ایک اہم پہلو ہیں کیونکہ یہ ہمیں پیچیدہ خیالات اور جذبات کو ایک مختصر اور یادگار انداز میں پہچاننے کی اجازت دیتے ہیں۔

محاورات کے ساختی مطالعہ میں ان مختلف اجزا کی جانچ پڑتال شامل ہوتی ہے جو ایک محاورہ بناتے ہیں۔ جیسے کہ استعمال کیے گئے الفاظ اور جملے، اظہار کو نحو اور گرائمر اور سیاق وسباق جس میں اسے استعمال کیا جاتا ہے۔

محاورات کی ساخت کا ایک اہم پہلو ان کا مستحکم ہونا ہے۔ ان کا ساختی پہلو ان کا مجازی معنی ہے۔ محاورے اکثر اپنے معنی کو بیان کرنے کے لیے استعاراتی یا علامتی زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ محاورے کے علامتی معنی کو سمجھنا اس کے مطلوبہ پیغام کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔ جس سیاق وسباق میں ایک محاورہ

استعمال کیا جا سکتا ہے ان پر غور کرنا ایک اہم ساختی عنصر ہے۔ محاورے اکثر مخصوص سیاق وسباق یا حالات میں استعمال ہوتے ہیں اور اس سیاق وسباق کو سمجھنا جس میں محاورہ استعمال ہوتا ہے۔اس کے مطلوبہ معنی کے بارے میں اہم معلومات فراہم کر سکتا ہے مزید یہ کہ محاورات کو ان کی ساخت کی بنیاد پر مختلف اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً محاورہ ایک سے زیادہ الفاظ سے بنا ہوتا ہے یا مرکب محاورات، جہاں محاورہ دو یا دو سے زیادہ الفاظ سے بنا ہوتا ہے جو آپس میں جڑے ہوتے ہیں۔ محاورات کا ساختی مطالعہ لسانیات کا اہم شعبہ ہے جو ان طریقوں کے بارے میں بصیرت فراہم کر سکتا ہے جن میں پیچیدہ خیالات اور جذبات کو جامع انداز میں سمجھنے کے لیے زبان کا استعمال کیا جاتا ہے۔

## استعاراتی تناظر: (Metaphorical perspective)

استعارہ محاورات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ محاورات جملوں کا ایسا اظہار ہے جنہیں ان کے لغوی معنوں سے نہیں سمجھا جا سکتا۔ محاورات اپنے لغوی معنوں کے برعکس مجازی یا علامتی معنوں میں اپنے پیغام کی تفہیم کے لیے استعارہ پر انحصار کرتا ہے۔استعارے واضح امیج بنانے کے لیے طاقتور ذریعہ ہیں جو ہمیں تجریدی تصورات یا پیچیدہ خیالات کو سمجھنے میں مدد کرتے ہیں۔ وہ ہمیں خیالات، اشیاء اور تجربات کے درمیان رابطہ قائم کرنے میں مدد دیتے ہیں جو شاید ہمیں پہلی نظر میں سمجھ نہ آئیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ استعارے زبان، ادب اور روزمرہ کے ابلاغ میں عام طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ محاورات کی تشکیل میں استعارے اکثر ایک متعین جملہ بنانے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں جو کسی خاص صورتِ حال، جذبات یا خیال کے جوہر کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔چوں کہ محاورے تحریر، تقریر اور دیگر اقسام میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔اس لیے استعارات کی جڑیں ہماری زبان اور ثقافت میں بہت گہری ہیں۔ سید ضمیر حسن دہلوی کے مطابق:

> "محاورہ زبان و بیان اور فکر و خیال کے مختلف سلسلوں سے وابستہ ہوتا ہے ان میں زبان کے ادواری اور علاقائی رویہ بھی شامل ہیں محاورہ زبان کے کچھ خاص حصوں کو محفوظ بھی کرتا ہے اور صدیوں تک محاورہ کے ذریعہ زبان کے اس طریقہ استعمال کی حفاظت ہوتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر موقع پر محاورہ زبان و بیان میں کوئی حسن پیدا کرے سنجیدہ ادبی زبان کو اب عام محاوروں کے استعمال سے الگ بھی رکھا جا سکتا ہے لیکن طبقاتی زبان میں وہ استعمال ہوتے ہیں اور ہماری تہذیب کے ایک خاص رخ کو پیش

کرتے ہیں محاورہ بھی ایک طرح کا استعارہ یا تشبیہہ ہے مگر وہ چونکہ منجمد صورت اختیار کر لیتا ہے اس لئے نئے ذہن اور نئی فکر کی ترجمانی محاورہ سے نہیں ہوتی۔ مگر وقت کا ذہن اور زندگی کا ایک طویل تجربہ بہر صورت محاورہ میں موجود رہتا ہے۔"[38]

محاورے اور استعارے دونوں ہی علامتی زبان استعمال کرتے ہیں۔ محاورات ایک منجمد شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ محاورات کی یہ منجمد نوعیت اس ثقافتی اور لسانی ورثے کو محفوظ رکھتی ہے جو وہ لے کر چلتے ہیں جو کسی بھی معاشرے کی اجتماعی ذہنیت اور تاریخی تجربات کی عکاسی کرتے ہیں۔

محاورے اور استعارے دونوں ہی علامتی زبان استعمال کرتے ہیں تاکہ لغوی سے آگے کے معنی بیان کیے جا سکیں، لیکن محاورات، خاص طور پر، ایک منجمد شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ استعاروں کے برعکس، جو متحرک ہوتے ہیں اور تخلیقی تشریح کی اجازت دیتے ہیں، محاورے متعین اظہار ہوتے ہیں، جو فوری طور پر دوبارہ تصور کرنے کے لیے مزاحم ہوتے ہیں۔ محاورات کی یہ منجمد نوعیت اس ثقافتی اور لسانی ورثے کو محفوظ رکھتی ہے جو وہ لے کر چلتے ہیں، جو کسی کمیونٹی کی اجتماعی ذہنیت اور تاریخی تجربات کا ایک تصویری جھلک پیش کرتے ہیں۔ مختلف خطوں کے اپنے محاورے ہو سکتے ہیں، جو اس علاقے کے منفرد ثقافتی اور لسانی منظر نامے کی عکاسی کرتے ہیں۔ امیر اللہ شاہین کے مطابق:

"محاورہ ہمیشہ ایک مجازی طرز اظہار ہے، وہاں روز مرہ جو اس کے مد مقابل دوسرا لفظ ہے، وہ ایک حقیقی اور اصلی طرز اظہار کا نام ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ محاورے کی زبان میں وہی اہمیت ہے جو ادب میں تشبیہ اور استعارے کی۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح زبان اور استعارے کو ہم استعمال کرتے ہیں اور مختلف صورتیں زبان کو سجانے اور سنوارنے کے لیے سامنے آتی ہیں، اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر مختلف مفاہیم کو بہت ہی چُستی اور پھرتی کے ساتھ کم سے کم لفظوں میں استعمال کرنے کا ایک ہنر ہے"۔[39]

محاورات نہ صرف ہماری گفتگو میں رونق پیدا کرتے ہیں بلکہ پیچیدہ سے پیچیدہ خیالات کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ محاورات کی تشکیل میں سب سے بنیادی کردار استعارے کا ہوتا ہے۔ رشید حسن خان کے مطابق:

"جو بات یہ کہی گئی تھی کہ نئے محاورے نہیں بن رہے ہیں اس میں یہ مسلہ واقعی ہماری توجہ کا طلب گار ہے کہ آخر نئے محاورے اس طرح کیوں نہیں بن رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہو رہا ہے نا کہ استعارے اپنے معنی کو جامد نہیں کر رہے ہیں اور نئے استعارے نہیں بن رہے ہیں، اصل مسلہ یہ ہے۔ اس لیے استعاروں کے محاوروں میں تبدیلی کا عمل بہت سست پڑ گیا ہے۔"[40]

استعارے محاورے کی تشکیل میں ایک موثر ذریعہ ہیں کیونکہ وہ زبان بولنے والوں کے درمیان مشترکہ ثقافتی تفہیم کا احساس پیدا کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ جب ایک استعاراتی جملہ کسی خاص ثقافت کے اندر وسیع پیمانے پر استعمال ہوتا ہے تو یہ اس کا استعمال کرنے والوں کے درمیان تعلق اور مشترکہ تجربے کا احساس پیدا کرتا ہے۔ مجموعی طور پر محاورے کی تشکیل میں استعارے بہت اہم ہوتے ہیں کیونکہ وہ ہمیں پیچیدہ خیالات اور جذبات کے جامع اور متعین اظہار میں ہماری مدد کرتے ہیں۔ وہ زبان بولنے والوں کے درمیان مشترکہ تفہیم اور ثقافتی تعلق پیدا کرنے کے طریقے کے طور پر بھی کام کرتا ہے۔

### ہ۔ ذرائع ابلاغ کی بدلتی ہوئی زبان اور اس کے محرکات: اجمالی جائزہ

زبان ایک مسلسل ارتقاء پذیر اور متحرک رجحان ہے۔ ذرائع ابلاغ کی زبان اس سے مستثنٰی نہیں ہے۔ جیسے جیسے معاشرہ بدلتا اور ترقی کرتا ہے ذرائع ابلاغ کی زبان بھی اس کے مطابق تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ ذرائع ابلاغ کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ سامعین کو موثر انداز میں خبر پہنچانے کے لیے اپنے آپ کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالے۔ اس میں الفاظ، لہجہ اور انداز بیان میں تبدیلی شامل ہے۔

ذرائع ابلاغ کی زبان سامعین اور خطے کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہے۔ عام طور پر ذرائع ابلاغ میں استعمال ہونے والی زبان رسمی ہوتی ہے جس کا مقصد سامعین تک خبر پہنچانا اور اس کی تفہیم ہوتا ہے۔ اخبارات اور رسائل میں استعمال ہونے والی تحریری زبان دیگر ذرائع ابلاغ کی نسبت زیادہ معیاری ہوتی ہے۔ ٹی۔ وی اور ریڈیو میں استعمال ہونے والی زبان زیادہ رسمی ہوتی ہے جس میں معلومات کو دلچسپ اور قابل فہم اندز میں سامعین تک پہنچایا جاتا ہے۔

اُردو کا پہلا اخبار "جام جہاں نما" کا آغاز 1822ء میں کلکتہ سے ہوا۔ اس کے بعد 1850ء میں منشی ہرسکھ رائے نے ہفت روزہ "کوہ نور" نکالا۔ اس طرح 1858ء میں منیر خیر الدین نے کلکتہ سے اردو گائیڈ کے

نام سے روز نامہ شروع کیا۔ایک اہم اخبار جو اس دور میں شائع ہوا وہ "روز نامہ پنجاب" تھا۔اس کے بعد لکھنؤ سے منشی نول کشور نے 1858ء میں اردو کا اخبار "اودھ اخبار" شائع کیا۔

صحافت کی ترویج کے لیے محنت کرنے والے افراد نے ایسے اخبارات کی بنیاد رکھی جو اردو زبان کو فروغ بھی دیتے رہے، مثال کے طور پر علی گڑھ سے "تہذیب الاخلاق" اور "شمس الاخبار" بمبئی سے "کشف الاخبار" شائع ہوئے۔ یہ سب اخبارات ہفت روزہ تھے۔

دہلی سے شائع ہونے والا پہلا اخبار "فوائد الناظرین" تھا جو راما چندر نے 1852ء میں شائع کیا۔اس اخبار کی مقبولیت اس وقت بہت زیادہ تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی اور یہ اخبار انگریزوں کی حکومت پر تنقید کرتا تھا۔

بیسویں صدی کی ابتدا میں تین روز نامے شائع ہو رہے تھے۔ پیسہ اخبار، اودھ اخبار اور صلح کل، تینوں عوامی اخبارات تھے اور میانہ روی سے شائع ہوتے تھے لیکن ان کے بعد شائع ہونے والے اخبارات انگریزوں کے بہت خلاف تھے جن میں زمیندار تھا جو لاہور سے 1903ء میں شائع ہونا شروع ہوا۔اس کی اشاعت تیس ہزار تھی۔ پھر 1904ء میں مولوی ثنااللہ خان نے ہفت روزہ ''وطن'' شائع کرنا شروع کیا جو 33 برس تک شائع ہوتا رہا۔1912ء میں مولانا محمد علی جوہر نے ''نقیب ہمدرد'' شائع کرنا شروع کیا جو بہت مقبول ہوا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے ''الہلال'' شائع کرنا شروع کیا۔

زبان رابطے کا ایک اہم ذریعہ ہے جو ثقافتی، سماجی اور تاریخی عوامل کے ذریعے مسلسل ارتقاء کے عمل سے گزرتی ہے۔اردو زبان کی جس کی ادبی روایت بہت مضبوط ہے۔ابتداء میں اردو اخبارات کی زبان تخلیقی اور ادبی زبان سے بہت مشابہت رکھتی تھی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس نے ادبی زبان سے الگ صحافتی زبان یا عوامی زبان کے طور پر الگ پہچان بنالی۔ادبی اور صحافتی زبان کے فرق پر ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

> "دراصل یہ یونانی زبان کا لفظ ہے۔ معنی ہے ذریعہ۔یعنی یہ ذریعہ ہوا اخباروں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ خبریں، تفریح اور جانکاری فراہم کرنے کا۔اس میں ادب پارے یعنی Literary Works شامل نہیں ہیں۔ یعنی ادب تخلیقی ہے، میڈیا نہیں۔ نتیجہ نکلتا ہے کہ میڈیا کے تحت ایسی تحریریں آتی ہیں جو خاص ضرورتیں پوری کرتی ہیں اور فرمائش پر اور commission کر کے لکھوائی جاتی ہیں۔ وہ نہیں جو ہمارے ذاتی احساسات اور داخلی ارتعاش سے خود جنم لیتی ہیں۔"[41]

صحافتی زبان حقائق پر مبنی معلومات، خبریں فراہم کرتی ہے جو عام طور پر اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے عوام تک پہنچتی ہیں۔ صحافتی زبان کی خصوصیت عام طور پر اس کی سیدھی سادھی ترسیل ہے جس میں فنکارانہ اظہار کی بجائے حقائق اور واقعات کی رپورٹنگ پر توجہ دی جاتی ہے۔ دوسرا صحافتی زبان ادبی زبان سے متصادم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ادبی کام میڈیا سے الگ ہے۔ تخلیقی ادب ذاتی احساسات پر مبنی ہوتا ہے۔

اردو اخبارات کی زبان ابتداء میں محض خبریں پہنچانے کا ذریعہ نہیں تھی بلکہ فنی اظہار اور ثقافتی اظہار کی نمائندہ تھی۔ اردو اپنے بھرپور ادبی ورثے کے ساتھ اخبار نویسوں کے لیے ایک زرخیز زمین فراہم کرتی تھی جس میں قارئین کے تخلیقات کو موہ لینے کے لیے پیچیدہ الفاظ اور فصیح نثر کا استعمال کیا جاتا تھا۔ زبان محض رابطے کا ذریعہ نہیں تھی اردو اخبارات نے ثقافتی منظر نامے کی تشکیل میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ بقول ڈاکٹر تنویر علوی:

> "اردو اخبارات کا مطالعہ، اس زبان کی تہذیبی اہمیت کو سمجھنے اور اس کی ادبی تاریخ مرتب کرنے کے لیے غیر معمولی ہے۔ اردو نثر کے مراحل تمام تر نہیں تو بہت کچھ اخبارات کی خاموش خدمت کے وسیلے سے طے ہوئے ہیں۔"[42]

درج بالا متن اردو زبان کی ثقافتی اہمیت اور ادبی تاریخ کی تشکیل میں اردو اخبارات کے کردار کو اجاگر کرتا ہے۔ اردو اخبارات نہ صرف اردو بولنے والے معاشروں کی ثقافتی اقدار کی عکاسی کرتے ہیں بلکہ اردو نثر کی ترقی میں بھی کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ اردو اخبارات کی زبان، روسم ورواج، روایات اور عصری مسائل کی عکاسی بھی کرتی ہے۔

اردو کی ادبی تاریخ مرتب کرنے میں اردو اخبارات کا اہم کردار رہا ہے۔ اخبارات نے ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کو اپنے کام کو عوام تک پہنچانے کے لیے پلیٹ فارم مہیا کیا۔ اردو اخبارات نے کالموں، اداریوں اور ادبی ضمیموں کے ذریعے اردو ادب کے فروغ میں اپنا کردار ادا کیا۔ نثر کے ارتقاء میں ذرائع ابلاغ کے کردار پر سید احتشام حسین کی رائے ملاحظہ کریں:

بقول سید احتشام حسین

> "نثر کا ارتقاء جیسا ماحول چاہتا تھا وہ تہذیبی اور تاریخی کشمکش کی وجہ سے ہندوستان میں پیدا ہو چکا تھا اور ہندوستان کی ہر زبان میں شاعری کے علاوہ نثر کی جانب بھی توجہ کی جا رہی تھی۔ تعلیم، پریس، اخبارات اور بعض دوسری آسانیوں نے بھی نثر کی ترقی کے لیے راہ ہموار کر دی تھی"[43]

اردو اخبارات کو اردو نثر کے ارتقاء میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ اردو اخبارات نے فصیح نثر کے پھیلاؤ کے لیے زرخیز زمین کا کام کیا۔ جس نے مصنفین کو ان کی ادبی صلاحیتوں کو نکھارنے کا موقع فراہم کیا۔ اخبارات ادیبوں اور کارکنوں کو اپنے خیالات بیان کے لیے اہم پلیٹ فارم بن گئے۔ ان اشاعتوں میں موجود اردو نثر اس وقت کے ثقافتی اور فکری منظر نامے کی عکاسی کرتی ہیں۔

اردو اخبارات کا ادبی زبان سے صحافتی زبان میں ارتقاء ابلاغ اور سماجی ضروریات میں وسیع تر تبدیلیوں کی عکاسی کرتا ہے۔ ابتدائی طور پر اردو اخبارات کا اندازِ تحریر ادبی تھا جس کی خصوصیت آرائشی زبان تھی جو ایک مخصوص طبقے کی نمائندگی کرتا تھا۔ اردو اخبارات کی ادبی زبان سے صحافتی زبان میں تبدیلی آبادی اور تکنیکی ترقی کے بدلتے رد عمل کی نشان دہی کرتی ہے۔ جیسے جیسے خواندگی کی شرح میں اضافہ ہوا اور پرنٹنگ ٹیکنالوجیز زیادہ قابل رسائی ہو گئی، اخبارات نے زیادہ آبادی تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ادبی زبان سے صحافتی زبان میں خود کو ڈھالا۔ اردو اخبارات میں زبان کا ارتقاء ثقافت، ٹیکنالوجی، اور معاشرے کی ابھرتی ہوئی ضروریات کے درمیان متحرک تعامل کی عکاسی کرتا ہے۔ صحافتی اور ادبی زبان کے درمیان فرق پر سید اقبال قادری کی رائے ملاحظہ کریں:

بقول سید اقبال قادری

"ادبی تحریر میں ایمائیت، رمزیت، حسن و جمال لطافت، نزاکت وغیرہ کے اجزا نمایاں رہتے ہیں جبکہ صحافت میں مقصدیت، حق گوئی، بے باکی، روانی، سہل نگاری اور اختصار نویسی کے اجزا جلوہ فگن رہتے ہیں۔ ادب میں دروں بینی اور بصیرت ہوتی ہے، صحافت میں حقائق کی سطح پر واقعات کو من و عن بیان کرنے کی کیفیت زیادہ ہوا کرتی ہے۔ ہر ادیب ایک انفرادی لہجہ اختیار کرنے کا آرزو مند رہتا ہے جبکہ صحافتی وسیلہ اظہار کو ترجیح دیتا ہے۔ ادب زبان پر گہری چھاپ چھوڑنے کی سعی کرتا ہے جبکہ صحافت میں ترسیل و ابلاغ کی صلاحیت کو کامیابی سے بروئے کار لایا جاتا ہے۔"44

ادبی زبان کے برعکس صحافتی زبان معروضیت، سچائی، دلیری، روانی، سادگی اور اختصار کو ترجیح دیتی ہے۔ حقیقت پر مبنی واقعات کی زیادہ سامعین تک واضح ابلاغ پر زور دیتی ہے۔ ادب کا مقصد دیرپا لسانی اثر چھوڑنا ہے جب کہ صحافت معلومات کی مؤثر ترسیل اور ابلاغ پر زور دیتی ہے۔ بقول رشید حسن خان

"جب کوئی ادیب بے تکان لکھتا ہے اور ہر موضوع کے ساتھ اس کا سلوک اسی طرح کا ہوتا ہے جیسا اخباروں میں فل الفور خبریں بنانے اور ان پر اسی وقت تبصرے مرتب کرنے والوں کا ہوتا ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ صحافت کا انداز غالب آ گیا ہے اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ ادب کی تہہ داری سنجیدگی اور بلندی ان صاحب کی تحریروں میں نہیں پائی جاتی۔"[45]

ذرائع ابلاغ میں استعمال ہونے والی زبان کی تشکیل میں سماجی اصول اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جیسے جیسے یہ سماجی اصول بنتے اور تبدیل ہوتے ہیں ذرائع ابلاغ میں استعمال ہونے والی زبان بھی ان تبدیلیوں سے اثر انداز ہوتی ہے۔ سماجی مسائل سے آگاہی کے بارے میں ذرائع ابلاغ کی زبان کے مختلف معاشروں کے لوگوں پر اثرات بھی بہت مختلف اور حساس نوعیت کے پڑتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کی زبان میں بہت توازن ہوتا ہے اور مختلف طبقات کے لوگوں کے منفی اثرات سے بچنے کی دانستہ کوشش کی جاتی ہے۔

بدلتے ہوئے سماجی اصول ذرائع ابلاغ میں استعمال ہونے والی زبان پر نمایاں اثرات مرتب کر رہے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کی زبان معاشرے کی اقدار، عقائد اور رویوں کی عکاسی کرتی ہے۔ جیسے جیسے ان عوامل میں تبدیلی آتی ہے اسی تناسب سے زبان میں تبدیلی بھی رونما ہوتی ہے۔

ذرائع ابلاغ کی بدلتی ہوئی زبان میں سیاسی عوامل نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ ابلاغ کی زبان زیادہ تر سیاسی ماحول اور مقتدرہ طبقے کے نظریے سے متاثر ہوتی ہے۔ سیاسی عوامل کے زبان پر اثر انداز ہونے کا ایک طریقہ سینسر شپ بھی ہے۔ حکومتیں یا دیگر طاقتور قوتیں ذرائع ابلاغ کے ذریعے بیانیہ کو کنٹرول کرنے کے لیے بعض الفاظ، فقرے یا موضوعات کو سینسر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اختلاف رائے کو دبانے کے لیے حکومت سیاسی مخالفین کے متعلق بعض اصطلاحات کے استعمال کو سینسر کر دیتی ہیں۔ دوسری جانب سیاسی عوامل بھی بعض الفاظ یا جملوں کے پھیلاؤ میں بھی اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ سیاست دان مسائل کو ایک مخصوص انداز میں بیان کرنے کے لیے مخصوص زبان کا استعمال کرتے ہیں۔

سیاسی عوامل اور ذرائع ابلاغ کی زبان کے درمیان تعلق پیچیدہ اور کثیر الجہتی ہے۔ سیاسی عوامل ذرائع ابلاغ کی زبان میں استعمال ہونے والی زبان کو تشکیل دیتے ہیں اس کے ساتھ ذرائع ابلاغ کے ذریعے سیاسی گفتگو کو بھی متاثر کیا جاتا ہے۔

سوشل میڈیا اور دیگر انٹرنیٹ ذرائع کی زبان کا غیر رسمی استعمال: (Informal use of language on social media and other internet sources)

سوشل میڈیا اور دیگر انٹرنیٹ ذرائع کی زبان کے غیر رسمی استعمال سے مراد وہ مختصر زبان ہے جو سوشل میڈیا پلیٹ فارم، مسجنگ ایپ اور دیگر آن لائن ایپ کے ذریعے آن لائن مواصلات میں استعمال ہوتی ہے۔

سوشل میڈیا اور دیگر انٹرنیٹ ذرائع نے حالیہ برسوں میں میڈیا کی زبان کی تبدیلی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ٹویٹر، فیس بک اور انسٹا گرام جیسے سوشل میڈیا پلیٹ فارم کے عروج نے افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ تیزی اور سہولت سے بات چیت کرنے، معلومات اور خیالات کو کم وقت میں پہنچانے میں مددگار ہیں۔ سوشل میڈیا نے زبان کے استعمال پر بڑا گہرا اثر ڈالا ہے جو ہمیں مخففات اور ایموجیز کی شکل میں نظر آتا ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے زبان میں تبدیلی کی ایک صورت نئے الفاظ اور فقروں کی تخلیق بھی ہے۔

سوشل میڈیا نے افراد کا پوری دنیا کے ساتھ تعلق جوڑ دیا ہے جس سے ایک عالمی آن لائن معاشرہ تشکیل پا گیا ہے۔ جہاں نئے الفاظ تیزی سے بنتے ہیں اور بہت جلد عوام میں رائج بھی ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر سیلفی، ہیش ٹیگ، ٹرول جیسے الفاظ سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر اپنے وسیع استعمال کے سبب مرکزی زبانوں کا حصہ بن گئے ہیں۔

لوگوں کے لہجے اور انداز کے لحاظ سے زبان کے استعمال کے طریقوں پر سوشل میڈیا کا اثر پڑا ہے۔ سوشل میڈیا پوسٹوں کا اختصار جو اکثر حروف یا الفاظ کی ایک خاص تعداد تک محدود ہوتا ہے، نے مواصلات کے ایک نئے انداز کو فروغ دیا ہے جیسے کہ جذبات اور احساسات دوسروں تک پہنچانے کے لیے مخففات اور ایموجیز کا استعمال ہے۔ ایموجیز کا استعمال سوشل میڈیا پر عام ہے۔ مزید یہ کہ آن لائن تخلیق کاروں کی مقبولیت نے سوشل میڈیا کے ذریعے لوگوں کی زبان کے استعمال پر بڑا گہرا اثر ڈالا ہے ان کی تقلید میں تیزی سے عوام میں مقبول بھی ہو رہا ہے۔ اس سبب نئے الفاظ اور فقرے معاشروں میں تیزی سے رائج بھی ہو رہے ہیں۔

سوشل میڈیا اور دیگر انٹرنیٹ ذرائع نے میڈیا کی زبان کی تبدیلی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ سوشل میڈیا نئے الفاظ اور فقروں کی تخلیق کا باعث ہے۔ اس کے ساتھ گفتگو میں لہجے اور انداز کو بھی متاثر کیا ہے۔ بول چال میں مخففات کے رائج ہونے میں سوشل میڈیا نے سہولت فراہم کی ہے۔ سوشل میڈیا کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ یہ زبان کی تشکیل میں اپنا بنیادی کردار ادا کرتا رہے گا۔

## ذرائع ابلاغ کی زبان کی تبدیلی میں گلوبلائزیشن کا کردار: (Role of globalization in media language change)

گلوبلائزیشن نے دنیا بھر میں میڈیا کی زبان کی تبدیلی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مواصلاتی ٹیکنالوجی کی ترقی اور انٹرنیٹ کی وسعت نے میڈیا کا مواد تیزی سے گلوبلائز کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے ایک نئی زبان سامنے آئی ہے جو دیگر غالب زبانوں سے بہت زیادہ متاثر ہے۔

انگریزی عالمی میڈیا کی غالب زبان ہے۔ بہت سے ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسے مواد کی تخلیق اور تشہیر کے لیے اپنی بنیادی زبان کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں انگریزی کے بہت سے الفاظ اور جملے دوسری زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ انگریزی دنیا بھر کے لوگوں کے لیے انٹرنیٹ کے ذریعے رابطے کی ایک عام زبان بن گئی ہے۔

ایک اور طریقہ جس میں گلوبلائزیشن نے میڈیا کی زبان کو متاثر کیا ہے وہ ہے ہائبرڈ زبانوں کا ابھرنا۔ دنیا کے بہت سے حصوں میں لوگ متعدد زبانیں بولتے ہیں۔ اس وجہ سے ہائبرڈ زبانوں کی ترقی بھی ہوئی ہے جو مختلف زبانوں کے عناصر کو ملاتی ہے۔ یہ ہائبرڈ زبانیں زیادہ تر میڈیا کے مواد میں استعمال ہوتی ہیں اور یہ جدید معاشروں کی مختلف حالتوں اور کثیر الثقافتی عناصر کی عکاسی کرتی ہیں۔

عالمگیریت نے دنیا بھر میں میڈیا کی زبان کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ عالمی میڈیا کی زبان کا ابھرنا، انگریزی کا بطور لنگوافرانکا پھیلنا اور ہائبرڈ زبانوں کی ترقی یہ ثابت کرتی ہے کہ گلوبلائزیشن نے زبان کو بڑی حد تک متاثر کیا ہے۔

## ذرائع ابلاغ کی زبان میں تبدیلی میں صحافیوں کی کم علمی کا کردار: (The role of journalists' lack of knowledge in media language change)

صحافیوں کی معلومات کی کمی میڈیا میں استعمال ہونے والی زبان پر نمایاں اثر ڈالتی ہے۔ جب صحافیوں کے پاس کچھ موضوعات کے بارے میں معلومات نہیں ہوتیں جن کے بارے میں وہ رپورٹنگ کر رہے ہیں تو وہ ایسی صورتحال میں غلط زبان کا استعمال کر جاتے ہیں جو سامعین میں الجھن اور غلط فہمی کا باعث بنتی ہے۔

مثال کے طور پر اگر کوئی صحافی سائنسی مطالعہ کی رپورٹنگ کر رہا ہے اور مطالعہ میں ہونے والی شعبہ جاتی اصطلاحات کو نہیں سمجھتا تو وہ کلیدی اصطلاحات کی غلط تشریح کر سکتا ہے۔ میڈیا کی زبان صحافیوں کے علم

اور مہارت کی سطح سے متاثر ہو سکتی ہے۔ صحافیوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے سامعین کو درست اور غیر جانبدارانہ معلومات فراہم کرنے کے لیے ان موضوعات کے بارے میں اچھی طرح سے واقف ہو۔

کثیر لسانی زبان آج کے لسانی منظر نامے کی ایک اہم خصوصیت بن گئی ہے۔ جب زبانیں ایک دوسرے کے ساتھ رابطے میں ہوتی ہیں تو وہ ایک دوسرے پر حاوی ہونے کی بھی کوشش کرتی ہیں۔ موجودہ دور میں زبانوں میں اختلاط کثرت سے کیا جاتا ہے۔

پاکستان ایک کثیر لسانی ملک ہے۔ یہاں بڑی اور چھوٹی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جب بہت ساری زبانیں ایک ساتھ موجود ہوتی ہیں تو وہ ہر ممکن پہلو میں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ کثیر لسانی معاشروں میں زبان میں آمیزیش اور تبدیلی کا عمل جاری رہتا ہے۔ اردو اور انگریزی زبان بہت وقت سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔ اس لیے انہوں نے ایک دوسرے کو متاثر بھی کیا ہے۔

زبان کی آمیزیش کا رجحان زیادہ تر زبانی بولی جانی والی زبان میں دیکھنے کو ملتا ہے اور یہ آمیزیش جو بولی جانے والی گفتگو میں تھی تحریری زبان میں بھی شامل ہو گئی۔ بولی جانے والی زبان میں دوسری زبانوں کی آمیزیش کو سہولت کے ساتھ قبول کر لیا جاتا ہے جبکہ اس کے برعکس تحریری زبان میں دوسری زبانوں کی آمیزیش کو رکاوٹ کا سامنا ہوتا ہے۔

اردو اخبارات میں انگریزی کے الفاظ استعمال کرنے کی جو وجوہات ہیں ان میں ایک تو یہ کہ ٹیکنالوجی کی ترقی کے سبب اس سے متعلقہ اصطلاحات ہیں جن کے اردو متبادل موجود نہیں ہیں۔ اس لیے انہیں اسی طرح استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے جو ایڈیٹر ہیں وہ لغت کا استعمال نہیں کرتے۔ کچھ عرصہ پہلے تک اخبارات میں ایڈیٹر کا شعبہ بہت مضبوط تھا اور وہ زبان کے معیار پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کرتے تھے۔ وہ نہ صرف الفاظ کے معانی دیکھنے کے لیے لغت دیکھتے تھے بلکہ وہ کسی بھی وضاحت کے لیے مناسب ترین الفاظ کا چناؤ بھی کرتے تھے۔ لیکن آج کل صورتحال اس کے برعکس ہے۔ ایڈیٹر لغت نہیں دیکھتے جو الفاظ جیسے بولے جارہے ہیں انہیں اسی طرح تحریر میں بھی بلا جھجک استعمال کر لیتے ہیں۔ جو سراسر ایڈیٹر کی سستی اور غفلت کے سبب ہے۔ اس کے ساتھ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پاکستانی معاشرے میں انگریزی زبان کا غلبہ ہے۔ انگریزی بولنا اور لکھنا بڑی عزت کی بات سمجھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ لکھاری بعض اوقات دانستہ طور پر بھی انگریزی کا بے جا استعمال کرتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ میں استعمال ہونے والی زبان سامعین کے ساتھ موثر طریقے سے بات کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جدید تقاضوں کے مطابق ذرائع ابلاغ کو متعدد زبانوں کے استعمال پر غور کرنا چاہیے۔ لوگوں

کی طرف سے استعمال کی جانے والی زبان اور اصطلاحات وقت کے ساتھ بدل جاتی ہیں۔ ذرائع ابلاغ کو سادہ زبان کا استعمال کرتے ہوئے ٹیکنالوجی کو اپنانے اور رجحانات کو دیکھتے ہوئے اپنے سامعین/ قارئین کی جدید زبان کے تقاضوں کے مطابق تربیت کرنے کی ضرورت ہے۔

صحافتی زبان پر بحث اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ خود صحافت، لیکن ہر دور میں اس بات پر عمومی اتفاق رائے رہا ہے کہ صحافتی زبان سب سے پہلے تو زیادہ سے زیادہ رابطے کی زبان ہونی چاہئے اور اتنی سلیس و سادہ جو کسی پسماندہ ترین علاقے کے سادہ ترین شہری سے اعلی تعلیم یافتہ افراد تک یکساں قابل فہم ہو۔ اخبارات میں خبر کی حد تک صحافتی زبان کی ٹارگٹ آڈیئنس کم از کم خواندہ سے اعلی ترین تعلیم یافتہ افراد ہوتے ہیں جبکہ اداریہ، کالم اور فیچر میں اسلوب اور تکنیکی ضروریات کے تحت استعمال ہوتا ہے۔

جب کسی سماج کی تہذیب و تمدن اور زبان و ثقافت پر دیگر کسی اجارہ دار یا مسابقتی زبان و ثقافت کا تفاوت اور اثر پذیری عمل میں آتی ہے اور اس میں مخصوص انداز فکر کے مزاحمتی کردار کمزور پڑنے لگتے ہیں ہے تو صحافتی زبان کا لب ولہجہ اور اسلوب بدلنے لگتا ہے۔

قیام پاکستان سے قبل ہی برصغیر میں اردو صحافت نہ صرف اپنا سکہ جما چکی تھی بلکہ دو قومی نظریے کے محاذ پر ہندو پریس کے مد مقابل بھی رہی۔ اسی لیے قیام پاکستان کے بعد دو نسلوں تک خالص اردو کے علمبردار صحافتی زبان کے محاذ پر بھی مضبوط رہی لیکن پہاڑوں سے برف پگھل کر ڈھلوانی راستوں سے ندی نالوں دریاوں اور پھر بالآخر سمندر تک پہنچتی ہے، اسی طرح طبقاتی طور پر منقسم معاشروں میں اجنبی انداز فکر میں سے اجتماعی طور پر قابل قبول عناصر اعلی اشرافیہ سے رفتہ رفتہ پہلے فیشن اور پھر عوامی رنگ اختیار کرتا ہے۔ تیز رفتار ذرائع ابلاغ، ان کا تنوع، جدت اور شدت بڑھنے سے اسی طرح غیر روایتی الفاظ پہلے مروج اور پھر مستعمل ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ماہرین لسانیات کے مطابق دوسری زبانوں کے الفاظ اور اثر کو اپنے مخصوص حالات، قواعد اور حدود و قیود کی لچک کے ساتھ قبول کر کے اپنا دامن اور حلقہ وسیع تر کرنا کسی بھی سماجی ثقافت خصوصاً زبان کے زندہ ہونے کا ثبوت ہے۔ دیگر جامد زبانیں اور تہذیبیں وقت کے ساتھ اپنا وجود خطرے میں ڈال بیٹھتی ہیں۔

دنیا جیسے جیسے گلوبل ویلیج بنی، بڑی زبانوں میں دیگر بڑی زبانوں کا اثر قبول کرنے کی رفتار بڑھتی چلی گئی لیکن سوشل میڈیا کے استعمال نے رابطوں، لہجوں اور زبانوں کا تال میل سیکنڈوں کا کھیل بنا دیا۔ ساتھ ہی ذرائع

ابلاغ خواہ وہ طباعتی ہوں، سمعی، بصری یا برقیاتی، ذمہ داران کی ادارتی لب و لہجے اور زبان و الفاظ پر گرفت دانستہ یا غیر دانستہ طور پر کافی حد تک کمزور کر دی گئی جس کے بعد:

سواد آ گیا بادشاہو،

ویل ڈن،

چک دے پھٹے

دے گھما کے،

ساڈا حق ایتھے رکھ،

داٹی از فانٹاسٹک،

تسی گریٹ او،

شبد ہمارے ہیں،

سیسیلئن مافیا

گو نواز گو۔۔۔اور رو عمران رو۔۔

جیسے الفاظ کہیں نعرے بنے تو کہیں شہ سرخیاں

اُردو اخبارات کی زبان میں تغیر کا اگر جائزہ لیا جائے تو صحافت کے برصغیر پاک وہند میں آغاز سے لے کر عصر حاضر تک کے کئی ایک محرکات، رجحانات اور حالات ایسے عوامل ہیں جو اس کی مستعمل شکل کا باعث بنے ہیں۔

1962ء میں جب مارشل میکلوہن نے دنیا کو "گلوبل ویلج" قرار دیا تو شاید ان کے تصور میں بھی نہ ہو کہ یہ دنیا سکڑ کر ایک مٹھی میں آ جائے گی اور حضرتِ انسان موبائل جیسے جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے نہ صرف آپس میں ابلاغ چند سیکنڈ میں ممکن بنائے گا بلکہ کائنات کی تسخیر کو بھی براہ راست دیکھ سکے گا۔[46]

اخبارات کی زبان بلاشبہ سہل ہوتی ہے تاکہ حقائق کو عین اسی طرح ایک قاری تک پہنچایا جا سکے لیکن انٹرنیٹ اور پھر روز نئی کروٹ بدلتے ابلاغی رجحانات نے اخبارات کو بھی اس تابع کر لیا کہ وہ میڈیا کے ان سے بھی زیادہ طاقت ور ذرائع سے استفادہ کریں۔ ان ذرائع میں ٹیلی ویژن اور اب سن 2000ء کے بعد سوشل میڈیا کے پلیٹ فارمز شامل ہیں جہاں اصطلاحات خود کو خود ہی متعارف بھی کرا رہی ہیں اور جملہ زبانوں میں اپنے اصل نام کے ساتھ موجود ہونے کا اعلان بھی کر رہی ہیں۔

اگر پاکستان میں اُردو صحافت اور اس کی زبان کے استعمال کا ذکر کیا جائے تو یہاں دو پہلوؤں کو تخصیص سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ ایک ہے اخبارات کے پہلے، آخری صفحات یا یوں کہیے کہ جن پر صرف اور صرف خبریں اور اشتہارات نظر آتے ہیں اور دوسرا پہلو ہے وہ زبان جو اداراتی صفحات میں استعمال ہوتی ہے۔ چوں کہ اداراتی صفحے پر ہمیشہ منجھے ہوئے صحافی اداریے لکھتے رہے اور اس صفحہ پر اکثر ادیب بھی کالم نویسی کا کام سرانجام دیتے رہے اس لیے اداراتی صفحات کی زبان اور اخبارات کے باقی صفحات کی زبان میں فرق نظر آتا ہے۔ اداراتی صفحات پر دورِ حاضر میں منو بھائی، عطاالحق قاسمی اور انتظار حسین جیسے نامور ادیب صحافتی لہجے میں اپنی بات تخلیقی طریقے سے رقم کرتے رہے۔ تاہم پہلا صفحہ، شہروں کی خبروں کا صفحہ اور اخبار کا آخری صفحہ وہ حصے ہیں جن پر اخبارات میں کام کرنے والے کاپی ایڈیٹر اور رپورٹرز نسبتاً کم مطالعہ رکھتے ہیں یا پھر وہ زبان اور قابلیت کی اس گرفت سے نابلد ہیں جس کی جھلک ہمیں اداراتی صفحے پر نظر آتی ہے۔

اردو زبان کے ارتقاء کے حوالے سے دو پہلو زیرِ بحث آئے۔ اردو زبان کے ارتقاء کا تاریخی تناظر اور دوسرا اس کا سماجی تناظر، تاریخی اعتبار سے دیکھیں تو اردو کا تعلق ہندیورپی خاندان کی ہند آریائی شاخ سے ہے۔ اس کی جڑیں سنسکرت اور پراکت میں بھی موجود ہیں۔ دہلی سلطنت اور مغلیہ سلطنت کے دوران سماجی و ثقافتی میل جول نے اردو کے ارتقاء پر بڑے اثرات مرتب کیے۔ فارسی بولنے والے حکمرانوں کے ثقافتی اور انتظامی غلبے کی وجہ سے فارسی زبان کا اردو پر خاصا اثر ہوا۔ فارسی مغلوں کے دور میں درباری زبان تھی اور اس نے اردو کے الفاظ کو خاص طور پر انتظامیہ، ادب اور اعلی ثقافت کے شعبوں میں متاثر کیا۔ ترکی اور عربی عناصر بھی اردو میں جذب ہو گئے جس سے اس کے لسانی تنوع میں اضافہ ہوا۔

دکن کے علاقے کی مقامی زبانوں اور دہلی میں فارسی سے متاثر زبان کے درمیان میل جول نے اس کی بنیاد ڈالی جو بعد میں اردو زبان بنی۔ کھڑی بولی جو کہ ہندی کی ایک مقامی شکل ہے، اس بولی نے اردو کی ترقی میں کلیدی کردار ادا کیا۔ فارسی اور عربی الفاظ کے ساتھ کھڑی بولی کے ملاپ کی نتیجے میں ایک نئی زبان پیدا ہوئی جسے اردو یا ریختہ کہا گیا۔

تقسیم ہند کا اردو پر گہرا اثر پڑا۔ پورے کا پورا لسانی منظر نامہ بدل گیا۔ اردو بولنے والی آبادی ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تقسیم ہو گئی۔ اردو پاکستان کی قومی زبان بن گئی اور اس کے فروغ کے لیے کوششیں بھی کی گئیں۔ یہ الگ بات ہے کہ پاکستان کے کسی خطے کی بھی مادری زبان اردو نہیں تھی۔ ہندوستان میں اردو مقررہ

زبانوں میں سے ایک ہے جس کو ایک آبادی کا بڑا حصہ بولتی ہے۔ عالمگیریت، جدیدیت اور تکنیکی ترقی نے اردو میں نئے الفاظ، تاثرات اور محاورات کو شامل کیا ہے جو معاشرے میں ہونے والی تبدیلیوں کی عکاسی کرتے ہیں۔

اردو جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی ثقافتی شناخت سے وابستہ ہے۔ یہ ادب، موسیقی اور فلم سمیت ثقافتی اظہار کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔ پاکستان میں اردو بولنے والوں کی اکثریت دولسانی ہے۔ وہ اردو اور اپنی علاقائی زبان دونوں میں مہارت رکھتے ہیں۔ اس دولسانی تناظر نے اردو کی متحرک نوعیت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اردو کا لسانی ارتقاء تاریخی اور سماجی عوامل کے میل جول کی عکاسی کرتا ہے۔ اردو نے مقامی شکل سے ایک بھرپور اور مکمل زبان کا سفر صدیوں سے مختلف خطوں، حکمرانوں اور مختلف گروہوں کے اثرات سے طے کیا ہے۔

گلوبلائزیشن نے اردو سمیت دنیا بھر کی زبانوں پر بڑے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اردو زبان بھی اپنے بھرپور لسانی اور ثقافتی ورثے کے ساتھ عالمگیریت کے ساتھ منسلک ہے جو مختلف سماجی، سیاسی اور اقتصادی عوامل کی وجہ سے وقت کے ساتھ ساتھ ارتقاء پذیر رہی ہے۔ سماجی لسانیات کے تناظر میں اردو زبان کے ارتقاء کے مختلف پہلوؤ ہیں۔

عالمگیریت نے مختلف لسانی اور ثقافتی گروہوں کے درمیان میل جول کو بڑھایا ہے۔ جہاں اردو زبان پر فارسی اور عربی کے اثرات موجود تھے، اب انگریزی زبان نے جو اس وقت دنیا کی غالب زبان ہے اس نے عالمی زبان ہونے کے ناطے اردو کے ذخیرہ الفاظ میں مستعاریت کے عمل کے تحت بے تحاشا اضافہ کیا ہے۔ خاص طور ٹیکنالوجی، کاروبار اور تدریس کے شعبوں میں۔ اس کے علاوہ عالمی میڈیا کے منظر نامے نے بھی اردو زبان کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ فلموں، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ سمیت بین الاقوامی میڈیا کے اثر نے اردو بولنے والوں کے لیے نئے لسانی اسلوب، اظہار اور یہاں تک کہ نیا لہجہ بھی متعارف کرایا ہے۔

عالمگیریت نے کثیر لسانی اور کوڈ سوئچنگ کے عمل میں اضافہ کیا ہے، جہاں افراد بغیر کسی رکاوٹ کے اپنی بات چیت کے دوران دوسری زبان میں سوئچ کر جاتے ہیں۔ مثلاً اردو بولنے والے اپنی تقریر میں انگریزی الفاظ یا فقرے استعمال کر جاتے ہیں۔ جس سے ہائبرڈ لسانی اسلوب پیدا ہوتا ہے۔ یہ رجحان خاص طور پر شہری علاقوں اور نئی نسل میں نمایاں ہے۔ عالمگیریت نے سماجی لسانیات کے دائرے میں اردو زبان کے ارتقاء پر کثیر جہتی اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس نے الفاظ، مواصلات کے انداز، زبان کی شناخت اور اردو بولنے والوں کو گلوبلائزڈ دنیا کے ساتھ منسلک کر دیا ہے۔

میٹرولنگولزم شہری ماحول میں زبان کے استعمال کا مطالعہ ہے۔ شہروں میں اکثریت مختلف لسانی پس منظر کے لوگ رہتے ہیں۔ یہ لسانی تنوع نئے محاورات کی تشکیل کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ مختلف زبانوں کے افراد جب ایک دوسرے کے ساتھ میل جول بڑھاتے ہیں تو وہ ایک دوسری کی زبان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ شہر میڈیا، ٹیکنالوجی اور کثیر الثقافت کے مرکز تصور کیے جاتے ہیں۔ شہری ماحول میں میڈیا کی نمائندگی اور کثیر الثقافت اور تکنیکی ترقی سے نئے محاورات تشکیل پاتے ہیں۔ شہر کے اندر لوگوں کی نقل و حرکت زبان کے استعمال کی متحرک نوعیت میں اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ جیسے جیسے لوگ مختلف علاقوں کے افراد سے میل جول بڑھاتے ہیں۔ وہ مقامی محاورات کو قبول کرتے ہیں۔ لسانی عناصر کا یہ مستقل تبالہ شہری ماحول میں زبان کے ارتقاء کا باعث بنتا ہے۔

سماجی لسانیات اور میٹرولنگولزم کے فریم ورک کے اندر ذرائع ابلاغ خصوصاً اردو اخبارات کی بدلتی ہوئی زبان کا مطالعہ اس تحقیق کا بنیادی حصہ تھا۔ یہ مطالعہ لسانی منظر نامے، شہری ماحول میں کثیر الثقافتی تبدیلیوں کی عکاسی کرتا ہے۔ اردو اخبارات میں استعمال ہونے والے الفاظ و محاورات میں تبدیلی کس نوعیت کی آئی ہے۔ کیا نئے الفاظ یا جملے متعارف کراتے ہوئے معاشرتی تبدیلیوں کی عکاسی کی گئی ہے۔ کوڈ سوئچنگ کے عمل سے شہری ماحول اور کثیر الثقافتی نوعیت کی عکاسی ہوتی ہے۔

## حوالہ جات


1۔ سجاد بیگ دہلوی، مرزا، تسہیل البلاغت، نظام دکن پریس، حیدر آباد، 1920، ص58

2۔ ایضاً

3۔ مرزا خلیل احمد بیگ، لسانی مسائل و مباحث، بک ٹاک، لاہور، 2018ء، ص10

4۔ مولوی عبدالحق، خطبات عبدالحق، حصہ دوم (دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند)، 1944ء، ص18

5۔ مرزا خلیل احمد بیگ، لسانی مسائل و مباحث، ص10

6۔ گوپی چند نارنگ، "اردو غزل کے فکری سرمایے میں ہندوستانی ذہن کی کارفرمائی"، مشمولہ اردو اور مشترکہ ہندوستانی تہذیب، مرتبہ کامل قریشی (دہلی: اردو اکادمی، 1987)، ص، 129

7۔ مولوی عبدالحق، خطبات عبدالحق، حصہ دوم (دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند)، 1944ء، ص40

8۔ مرزا خلیل احمد بیگ، لسانی مسائل و مباحث،، ص26

9۔ ایضاً، ص35

10۔ گیان چند جین، 'ایک بھاشا: دو لکھاوٹ، دو ادب، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2005، ص129

11۔ مرزا خلیل احمد بیگ،، لسانی مسائل و مباحث، ص98

12۔ لسانی مسائل و لطائف، دلچسپ، فکر انگیز مضامین، شان الحق حقی، ادارہ فروغ قومی زبان، 2021

13۔ ایضاً

14۔ وارث سرہندی، زبان و بیان (لسانی مقالات)، ص13

15۔ محی الدین قادری زور،، ڈاکٹر، ہندوستانی لسانیات، مکتبہ معین الادب، لاہور، 1961ء، ص21

16۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانیات، مشمولہ: لسانی مقالات (حصہ سوم) مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، 1991ء، ص11

17۔ محمد قاسم بگھیو، ڈاکٹر، لسانیات تا سماجی لسانیات، فکشن ہاؤس لاہور، 2019ء، ص27

18۔ ناصر عباس نئیر، ساختیات۔ایک تعارف، پورب اکادمی اسلام آباد، 2011ء، ص131

19۔ گیان چند جین، پروفیسر، عام لسانیات، ترقی اُردو بیورو، نئی دہلی، 1985ء، ص613

20۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ، ص172

21۔ (www.britannica.com>topic>code
code_switching/linguistics/Britannica, Dated: 11-11-20)
(Article written by Carlos. D. Morison)
22۔ www.encyclopedia.com
Oxford University Press, Updated Nov. 7 2020
23۔ Metrolingualism: Language in the city , Alastair pennycook, emi Ostuji, Routledege, 2015.
24۔ Metrolingualism in online linguistic landscaps , International Journal of Multilingualism, 2020ء
25۔ رضا علی عابدی،اردو کا حال،سنگ میل پبلی کیشنز لاہور،2005ء،ص 5
26۔ کیفیہ،ص 134
27۔ معین الدین عقیل،ڈاکٹر،مرتب،راردو لسانیات کے عصری مباحث،غازی علم الدین کا لسانی زاویہ: ایک عصری محاکمہ،مثال پبلشرز،رحیم سنٹر،پریس مارکیٹ،امین پور بازار،فیصل آباد،ص 15
28۔ ایضاً،ص 25
29۔ سید عبداللہ،ڈاکٹر،ادب وفن،ص 235
30۔ محمد حسن عسکری،مجموعہ حسن عسکری،لاہور:سنگ میل پبلیکیشنز،2000،ص 288
31۔ رشید حسن خان، "اردو زبان میں محاورے کی اہمیت"(مکالمہ) مشمولہ لسانی مذاکرات،1957ء تا 1987ء ترتیب وتدوین: شیما مجید،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،2002ء،ص 306
32۔ غازی علم الدین،لسانی زاویے،ص۔311
33۔ سجاد بلوچ،زبان،لہجے اور لسانی رشتے،ص 68
34۔ معین الدین عقیل،ڈاکٹر،مرتب،اردو لسانیات کے عصری مباحث،غازی علم الدین کا لسانی زاویہ: ایک عصری محاکمہ،ص 49
35۔ ایضاً،ص 49
36۔ وارث سرہندی،زبان وبیان(لسانی مقالات)،ص۔22

37۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، مرتب، اردو لسانیات کے عصری مباحث، غازی علم الدین کا لسانی زاویہ: ایک عصری محاکمہ، ص48

38۔ https://chunida.com/muhawraat/0

39۔ شیما مجید، لسانی مذاکرات، 1957تا1987، ترتیب وتدوین، ص،300

40۔ ایضاً، ص302

41۔ اردو زبان اور ابلاغ عامہ، مارچ، 2012، شعبہ اردو، جامعہ اسلامیہ، جامعہ نگر، نئی دہلی، ص 91

42۔ مقدمہ روحِ صحافت، ص۔ج بحوالہ: اردو زبان اور ابلاغ عامہ، مارچ، 2012، شعبہ اردو، جامعہ اسلامیہ، جامعہ نگر، نئی دہلی، ص90

43۔ سید احتشام حسین، اردو ادب کی تنقیدی تاریخ، ص153

44۔ رہبر اخبار نویسی، سید اقبال قادری، ص275

45۔ انور علی دہلوی، مشمولہ اردو صحافت، مرتب، اردو اکادمی دہلی 1987، ص261

46- Marshall McLuhan, Understanding Media, The Extensions of Man, McGraw Hill press, New York, 1964..

باب دوم

# محاورات کی تشکیل اور اخبارات کی زبان

اردو اخبارات دنیا بھر کے لاکھوں لوگوں کے لیے خبروں اور معلومات کا ایک اہم ذریعہ ہے جو اردو بولتے اور پڑھتے ہیں۔ اردو جنوبی ایشیا خاص طور پر پاکستان اور ہندوستان میں وسیع پیمانے پر بولی جانے والی زبان ہے۔ اردو اخبارات معلومات کو پھیلانے اور رائے عامہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اردو اخبارات میں جو زبان استعمال ہوتی ہے وہ رسمی ہوتی ہے اور اس کے اپنے اصول وضوابط ہیں جن کی وہ پیروی کرتی ہے۔

اردو ایک بھرپور اظہار کی صلاحیت رکھنے والی زبان ہے جو پاکستان، ہندوستان اور جنوبی ایشیا کے ممالک میں اخبارات اور ذرائع ابلاغ کے دیگر ذرائع میں استعمال ہوتا ہے۔ اردو کا رسم الخط نستعلیق ہے جس کا اسلوب رواں اور خوبصورت ہے۔ اس میں تحریر دائیں سے بائیں جانب لکھی جاتی ہے۔ نستعلیق فارسی رسم الخط کی ایک شکل ہے جو سولہویں صدی سے اردو زبان میں استعمال ہو رہا ہے۔ یہ خط فارسی، اردو اور خطے کی دیگر زبانوں کو لکھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں الفاظ اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں جو دیکھنے میں بہت رواں اور دلکش لگتے ہیں۔ یہ خط ذرائع ابلاغ کے ساتھ ادب، شاعری اور فنی اظہار کی دیگر اقسام میں وسیع پیمانے پر استعمال ہوتا ہے۔ اردو زبان میں استعمال ہونے والا رسم الخط اس کی ادبی روایت کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ نستعلیق رسم الخط زبان کی تاریخ کا اہم حصہ ہے۔

اردو زبان کا ذرائع ابلاغ کی زبان میں بنیادی کردار ہے۔ اردو اخبارات میں استعمال ہونے والی زبان کے اسلوب کی کئی خصوصیات ہیں۔ اردو اخبارات کی زبان کی نمایاں خصوصیت زبان کا آرائشی استعمال ہے خاص طور پر اخبارات میں سرخیوں کی زبان ہے۔ بعض اوقات وہ بہت زیادہ شاعرانہ اور تخیلاتی ہو جاتی ہے۔ جس کا مقصد قارئین کی توجہ خبر کی جانب مبذول کروانا ہوتا ہے۔

اردو زبان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اردو زبان دیگر زبانوں سے بڑی سہولت کے ساتھ الفاظ مستعار لیتی ہے فارسی اور عربی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ موجودہ دور میں انگریزی زبان کے کئی الفاظ اردو اخبارات میں استعمال ہو رہے ہیں۔ اردو ایک ایسی زبان ہے جو زبانوں سے بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے اور اس کی جھلک ہمیں اخبارات میں استعمال ہونے والی زبان میں نظر آتی ہے۔

اخبارات کی زبان رسمی اور اس میں توازن ہوتا ہے خاص طور پر جب مذہب اور سیاست پر بات کی جائے تو زبان کا استعمال بہت متوازن ہوتا ہے۔ اردو اخبارات کی زبان مسلسل ترقی کر رہی ہے۔ اگرچہ کچھ اسلوبیاتی خصوصیات ہیں جو مختلف اخبارات اور وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ مختلف اوقات میں زبان میں تجربات بھی کیے جاتے ہیں۔ اخبارات میں شائع ہونے والی ادبی تحریریں اخبارات کی روایتی زبان کو وسیع کرتی ہیں۔

غلط گرائمر، ہجے اور رموز واو قاف کا استعمال معنی کو متاثر کر سکتا ہے۔ صحافیوں کی رسائی اور معلومات بھی درست ہونی چاہیے ان کو ناموں اور مقامات کی درست املا کا بھی علم ہونا چاہیے۔ قارئین کو الجھن سے بچانے کے لیے گرائمر، ہجے اور اوقاف کی بہت اہمیت ہے۔ ٹیکسٹنگ کی وجہ سے بھی روموز واوقاف اور ہجے کو مہارت کے ساتھ استعمال کرنے کی صلاحیت کم ہوئی ہے۔ کم سے کم متن میں زیادہ سے زیادہ معلومات نے تحریر کے معیار پر سمجھوتہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔

ذرائع ابلاغ میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا موجود ہے وہ اپنے طور پر عوام تک مختلف نوعیت کا مواد پہنچا رہے ہیں۔ مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ اس مواد میں گرائمر اور اوقاف کی غلطیاں موجود ہوتی ہیں۔ ایک ایسی دنیا جہاں گفتگو بلاگز، ٹویٹس اور فیس بک پوسٹوں کے ذریعے ہو رہی ہو، مناسب گرائمر کا استعمال نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

اگرچہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کسی بھی تحریر کے لیے تخلیقی صلاحیت، نقطہ نظر کے لیے دلیل اور اس کو بیان کرنے کی صلاحیت درکار ہوتی ہے۔ اس سب کے ساتھ ساتھ اچھی تحریر کے لیے قواعد کی سمجھ بوجھ بھی انتہائی ضروری ہے۔ گرائمر اور رموز واو قاف کا استعمال آپ کی تحریر کے مواد کو بہتر بناتے ہیں اور پڑھنے والے کے فہم کو متاثر کرتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ میں لکھنے والے مصنفین کے لیے گرائمر کے اصولوں کو اور ان کے استعمال کو جاننا انتہائی ضروری ہے تاکہ تحریر میں غلطیوں سے بچا جا سکے۔

## اخبارات کی زبان میں محاورات کا استعمال: (Use of idioms in newspaper language)

محاورے اخبارات کی زبان کا بنیادی حصہ ہیں۔ محاورات زبان کو جاندار بنانے کے ساتھ ساتھ اسے قارئین کے لیے دلچسپ اور پرکشش بھی بناتے ہیں اور زبان کو سنوارنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ محاورے ایسے جملے یا تاثرات ہیں جو اپنے علامتی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں اور استعمال ہونے والے الفاظ کے لغوی

معنی سے یکسر مختلف ہوتے ہیں۔ جب اخبارات میں محاورات کا استعمال کیا جاتا ہے تو وہ بہت ہی پیچیدہ خیالات اور جذبات کو بڑے جامع انداز میں بیان کرتے ہیں مثلاً ایک محاورہ ہے کہ "گیند ان کے کورٹ میں ہے" تو ہمیں بڑی آسانی کے ساتھ سمجھ آ جاتا ہے کہ اب فیصلہ یا عمل کسی اور کی ذمہ داری ہے۔ محاورات اخبار کی تحریر میں رنگ بھر دیتے ہیں۔ ان کا استعمال کسی خاص لہجے اور کیفیت کے اظہار کے لیے بھی کیا جاتا ہے۔

محاورات کا استعمال زیادہ تر سرخیوں میں کیا جاتا ہے جہاں جگہ کم ہوتی ہے اور بات زیادہ بتانا مقصود ہوتا ہے۔ اس ضرورت کو محاورے بڑی خوبی سے پورا کرتے ہیں۔ صحافی حضرات سرخیوں میں محاورات کے استعمال کے باعث قارئین کی توجہ مضامین پر کروا لیتے ہیں۔ محاورے کی خوبصورتی کی وجہ سے قاری مضمون پڑھنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

اردو اخبارات میں معنی کو بیان کرنے کے لیے محاورات اور تاثرات کی ایک وسیع حدود ہے۔ بہت سے محاورے عربی اور فارسی سے بنے ہیں۔ موجودہ دور میں بہت سے محاورات انگریزی زبان سے کوڈ مکسنگ کی صورت میں بنے ہیں اور اخبارات میں متواتر استعمال ہو رہے ہیں۔ انگریزی چونکہ دنیا میں اس وقت غالب زبان ہے اس سبب دنیا کی تمام زبانیں اس زبان سے متاثر ہیں اور اس سے استفادہ کر رہی ہیں۔

اخبارات کی زبان رسمی ہوتی ہے اس کا انحصار خبر کی قسم اور سامعین ہیں۔ کچھ خبریں ایسی ہوتی ہیں جن کی زبان زیادہ علمی یا پیشہ وارانہ سامعین کو مد نظر رکھ کر لکھی جاتی ہیں۔ اخبارات معلومات پہنچانے اور اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لیے تکنیکی الفاظ اور رسمی لہجے کا استعمال کرتے ہیں تاہم بہت سے اخبارات ایسی زبان استعمال کرتے ہیں جو زیادہ سے زیادہ سامعین کے لیے قابل فہم ہو۔ اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ان کی تحریر کو اوسط درجے کا قاری بھی آسانی سے سمجھ سکے۔ عام طور پر اخبارات کی زبان سامعین اور مضمون کی نوعیت کے لحاظ سے استعمال ہوتی ہے۔ رسمی زبان کا استعمال اخبارات کی زبان کی خوبی تصور کی جاتی ہے۔

## الف۔ محاورات میں تبدیلی کی وجوہات: (Reasons for change in idioms)

محاورے علامتی زبان کی ایک قسم ہیں جو ایسے فقروں پر مشتمل ہوتی ہے جو اپنے لغوی معنی کی بجائے مجازی معنی دیتے ہیں۔ محاورے کسی بڑی اور گہری بات کو مختصر مگر جامع انداز میں دوسروں تک پہنچانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ محاورات کسی بھی زبان کا ایک اہم اور دقیق وسیلہ اظہار ہیں۔ اس کی اہمیت تو اس حیثیت سے ہے کہ اس کے ذریعے سے ہم اپنی بات کو مزید پر اثر اور خوبصورت بنا سکتے ہیں۔ محاورے کے

ذریعے ہم ایسی طوالت سے بچ جاتے ہیں جو قاری یا سامع کو اکتاہٹ کا شکار کر دیتی ہے بشر طیکہ ہم محاورے کا استعمال خوبصورتی سے کریں اور محاورے کا استعمال کرنے میں ہم تکلف سے گریز کریں۔

محاورے کا معنی مجازی یا معنی بعید ہوتا ہے اور یہ معنی داخلی طور پر محاورے میں ہوتا ہے۔ یہی معنی دراصل محاورے کا مقصود و مراد ہوتا ہے اور محاورے کے استعمال کی باریکی اور وقت اسی میں پوشیدہ ہے۔ اس لیے محاورے کے استعمال میں ذرہ سی غلطی محاورے کے معنی کو کبھی کبھی سرتا پا بدل دیتی ہے۔ محاورات کے مجازی معنی مراد لیے جاتے ہیں اگر ان کے برعکس حقیقی معنی مراد لیے جائیں تو ان کی روح ہی ختم ہو جائے گی۔

کسی بھی زبان کے منظوم و منثور ادب میں محاورات کی لسانی، تہذیبی اور اسلوبی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لسانیات بالخصوص ادبیات کے بارے میں محاورے کی ہمہ گیریت کا اندازہ محض اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ زیادہ تر محاورات اپنی اپنی ثقافت کا اظہار کرتے ہیں لیکن کچھ محاورات ایسے ہوتے ہیں جن کو دوسری زبان میں اسی طرح یا ترجمہ کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسے محاورات موجود ہیں جو مختلف زبانوں، ثقافتوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ ایسے محاورات کا استعمال غیر ملکی ادب، فلم اور ڈراموں میں ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے عالمگیر استعارے موجود ہیں مثلاً جو کیفیات پر استعارے ہیں جن کے ذریعے مختلف انسانی جذبات کا اظہار ہوتا ہے وہ ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ثقافت کے پس منظر میں اظہار کے لیے الفاظ مختلف ہو سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ محاورے کی بنیاد بھی استعارے پر ہی ہوتی ہے سید محمد اکبر محاورے کی ہمہ گیریت کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "بیان کے اسالیب میں محاورہ سب سے ہمہ گیر، بار آور اور مفید اسلوب ہے۔ شکل اور صورت کے اعتبار سے بھی محاورہ زبان کی ایک حسین فنی پیداوار ہے۔ کب بننا شروع ہوتا ہے اور کب بن چکتا ہے یہ ایک دقیق لسانی بحث ہے اور زبان پیدا ہونے کی وسیع تر بحث کی ایک شاخ ہے۔ محاورے کے وجود میں آنے کے اسباب اور منازل حیات و ارتقاء کا پتا چلا لینا، مفرد الفاظ کے وجود کی تحقیق سے زیادہ دشوار ہے اور لسانیات کے علاوہ معاشرے کی تاریخ سے بھی متعلق ہے"[1]

محاورات ثقافتی تاثرات اور نقطہ نظر کے جوہر کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔ وہ دلکش محسوس ہوتے ہیں کیونکہ وہ زبان اور اس کے بولنے والوں کے بارے میں بہت کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ محاورات کی عالمگیریت مختلف ثقافتوں اور زبانوں میں بھی مشترکہ انسانی تجربات کا ثبوت ہے۔

اب جب محاورات میں تبدیلی کی وجوہات کی بات آتی ہے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے زبان کو حقیقی وقت میں بنتے دیکھنا۔ ثقافتی تبدیلیوں، تکنیکی ترقی، یہاں تک کہ معاشرتی اقدار میں تبدیلی کی وجہ سے محاورے بدل سکتے ہیں۔ محاورات کو ہم لسانی گرگٹ کہہ سکتے ہیں جو دنیا کی موجودہ حالت کو ظاہر کرنے کے لیے تشکیل پاتے ہیں۔ محاورات جامد جملے نہیں ہیں وہ محرک اور زندہ تاثرات ہیں معاشرے میں متعلقہ رہنے کے لیے بدلتے رہتے ہیں۔(یہاں محاورات کے بدلنے سے مراد ان کی ساخت کی تبدیلی نہیں ہے)۔ بدلنے سے مراد یہ ہے کہ ثقافتی تبدیلی یا دیگر وجوہات کے سبب کچھ محاورات غیر متعلقہ ہو جاتے ہیں اور ان کی جگہ متعلقہ محاورات لے لیتے ہیں۔

ثقافتی ارتقاء زبان کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ محاورات اکثر ثقافتی اقدار، عقائد اور تجربات کی عکاسی کرتے ہیں۔ لہٰذا جیسے جیسے ثقافتیں ارتقاء کے مراحل سے گزرتی ہیں اسی طرح اس کے محاورے بھی ہوتے ہیں۔ عصری تصورات یا تجربات کو بیان کرنے کے لیے نئے محاورے تشکیل پاتے ہیں، جب پرانے محاورے جو عصری ثقافت میں غیر متعلق ہوتے ہیں وہ آہستہ آہستہ متروک ہو جاتے ہیں اور ان کی جگہ نئے محاورے جو موجودہ ثقافت کی نمائندگی کرتے ہیں وہ لے لیتے ہیں۔ یہ ایک لسانی عمل ہے جو اپ ڈیٹ ہوتا رہتا ہے۔ وارث سرہندی نے ثقافت کو اس طرح بیان کیا ہے:

> "کلچر یا ثقافت کی کوئی جامع ومانع تعریف کرنا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مفکرین کسی ایک متعین تعریف پر متفق نہیں ہو سکے۔ ہر مفکر نے اپنے طور پر اس کی تعریف کی ہے جو دوسرے مفکرین کی رائے سے کسی نہ کسی حد تک مختلف ہے۔ تاہم مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی قوم کے آداب و اخلاق، اطوار و اسالیب، طرزِ کلام، اندازِ فکر اور رہن سہن کے طریقوں میں ثقافت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ ثقافت کے عناصر ترکیبی میں دوسرے امور کے علاوہ کسی قوم کے مذہبی معتقدات اور دینی اقدار کو ممتاز مقام حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ ہمارے ملکی تشخص کی بنیاد ملک و وطن نہیں بلکہ اسلام ہے اس لیے ہماری ثقافت وہی ہو سکتی ہے جو اسلامی اقدار کی حامل ہو۔ اسی طرح کسی ثقافت پر زبان کے اور زبان پر ثقافت کے گہرے اثرات ہوتے ہیں۔ اس لیے ثقافت اور زبان کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا"[2]

ثقافت اس ذائقے کی مانند ہے جو کسی زبان کو اس کا منفرد ذائقہ دیتا ہے۔اس میں مشترکہ عقائد،اقدار، رسم ورواج، روایات اور زندگی کے طریقے شامل ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں کا ایک گروپ تیار کرتا ہے۔ زبان اور ثقافت بہت گہرائی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں وہ ایک دوسرے پر لازماً اثرانداز ہوتے ہیں۔

زبان صرف الفاظ اور گرائمر کے اصولوں کا مجموعہ نہیں ہے۔ یہ ثقافت کا زندہ، سانس لینے والا جز ہے۔ یہ معاشرے کے تجربات، ترجیحات اور نقطہ نظر کی عکاسی کرتا ہے مثلاً کچھ زبانوں میں مخصوص الفاظ ہوتے ہیں جو ایسے تصورات کو ظاہر کرتے ہیں جو شاید دوسری ثقافتوں میں موجود نہ ہوں۔ محاورے اکثر ثقافتی انفرادیت کو ظاہر کرتے ہیں جن کا براہ راست ترجمہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مؤثر ابلاغ کے لیے زبان سے وابستہ ثقافت کو سمجھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ یہ آپ کو سماجی اصولوں کو نشان دہی کرنے، غلط فہمیوں سے بچنے اور لوگوں سے میل جول میں مدد فراہم کرتا ہے۔ لہٰذا یہ نہ صرف ان الفاظ کو سیکھنے میں مدد دیتا ہے بلکہ مشترکہ تجربات کو سیکھنے میں بھی معاون ہوتے ہیں۔ وہ الفاظ یا محاورات اپنے اندر بھر پوریت لیے ہوئے ہوتے ہیں۔ڈاکٹر سہیل بخاری زبان اور کلچر کی اہمیت کا اظہار یوں کرتے ہیں: "زبان نری کھوکھلی آوازوں کا مجموعہ نہیں ہوتی۔اس میں پوری قوم کا کلچر سانس لیتا ہے اور کلچر قوم قوم کا الگ الگ ہوتا ہے۔"[3]

زبان ایک زندہ سانس لینے والی ہستی کی طرح ہوتی ہے جو ثقافت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ یہ صرف الفاظ یا آوازوں کا مجموعہ نہیں ہے۔ یہ الفاظ اپنے اندر بھرپور تاریخ لیے ہوتے ہیں اور کسی بھی ثقافت کی انفرادی شناخت کراتے ہیں۔ ہر زبان روایت، اقدار اور مشترکہ تجربات کے دھاگوں سے بُنی ہوتی ہے۔ زبان ایک متحرک وجود ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ معاشرتی اصولوں، تکنیکی ترقیوں اور عالمی اثرات میں تبدیلیوں کی عکاسی کرتی ہے۔ لہٰذا جب ہم زبان میں کہتے ہیں کہ پوری قوم کی ثقافت سانس لیتی ہے تو ہم تسلیم کر رہے ہوتے ہیں کہ زبان معاشرے کے مختلف طبقات کی نمائندگی کرتی ہے۔اس کے ساتھ ہر زبان ایک خاص عالمی منظر کا ایک منفرد دروازہ ہے جو ہمیں انسانی اظہار کی خوبصورتی اور تنوع کو دیکھنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔

ثقافت اور معاشرہ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ ثقافت اور معاشرے کی تشکیل میں دونوں ایک دوسرے پر اثرانداز ہوتے ہیں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ معاشرے سے مراد افراد کا ایک ایسا گروہ جو ایک جغرافیائی علاقے میں رہتے ہیں اور سماجی تعلقات کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں۔ اس میں وہ ڈھانچہ تنظیم اور ادارے شامل ہوتے ہیں جو لوگ اپنی زندگیوں کو منظم کرنے کے لیے بناتے ہیں۔

دوسری جانب ثقافت میں عقائد اقدار، اصول، رسم و رواج، طرز عمل اور مادی چیزیں شامل ہیں جو معاشرے کے اندر ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتی ہیں۔ محاورات کی تبدیلی میں ثقافت ایک اہم جز ہے جو رابطے کا ذریعے اور ثقافتی شناخت کا باعث ہے۔ محاورات میں تبدیلی سماجی اور ثقافتی دونوں عوامل کے باعث ہوتی ہے۔ خلیل صدیقی کے مطابق:

> "اگر سماج میں ہم آہنگی نہ ہو اور اس میں ثقافتی اعتبار سے مختلف سطحیں ہوں اور پیشوں، مشاغل اور معلومات کے لحاظ سے متعدد گروہ یا زمرے ہوں تو پھر اس سماج میں بول چال کے اختلاف زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ سماجی گروہوں کے اپنے اپنے دائرہ کار، باہمی رشتے، انداز فکر، ثقافتی پس منظر، زندگی کی طرف رویہ اور گروہی تقاضے ہوتے ہیں۔ ان سب کا اثر ان کی زبان پر بھی پڑتا ہے"[4]

ایک ایسے معاشرے میں جس میں ثقافتی تنوع، پیشوں اور علم کے الگ الگ طبقے ہوتے ہیں وہاں لسانی تغیرات زیادہ نمایاں ہوتے ہیں جو سماجی درجہ بندی اور ثقافتی اختلافات کی عکاسی کرتے ہیں۔ تقریر کے نمونے، ثقافتی شناختوں، پیشہ ورانہ وابستگیوں اور علم کے دائرہ کار کے درمیان متحرک تعامل پر زور دیتے ہیں ایسی صورت میں وہ معاشرے کے اہم لسانی منظر نامے کو تشکیل دیتے ہیں۔

محاورات کے تشکیل پانے اور تغیر پذیر ہونے کے پیچھے محاورات کے سماجی، تہذیبی، لسانی اور ادبی پہلو کارفرما ہوتے ہیں۔ محاورات کی سماجی اہمیت دیکھیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہزاروں سال سے محاورات انسانی زندگی کا حصہ ہیں اور انسانی تہذیب کی ہر سطح پر محاورات کا وجود ملتا ہے۔ ایک ان پڑھ آدمی سے لے کر تعلیم یافتہ انسان تک سبھی انسان کم و بیش محاورات کا استعمال کرتے نظر آتے ہیں۔ بہت سے غیر متشکک اذہان کے لیے تو محاورات ناقابل تردید حقائق سے کم نہیں خاص طور سے سماجی رشتوں، اخلاقی برتاؤ، لین دین، رہن سہن، اونچ نیچ، مرد و عورت کے مختلف روپ اور کھرے کھوٹے کی پہچان سے متعلق محاورات تو اس قدر مقبول و معتبر ہیں کہ ان کے سبب روزمرہ کے متعدد فیصلے ہوتے اور نت نئے مسائل طے ہوتے ہیں اس لحاظ سے محاورات کی سماجی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ انسان کے سماجی تعلقات میں عملی سوجھ بوجھ اور شعور عامہ کی اہمیت مسلم ہے۔ محاورات اس عملی سوجھ بوجھ اور شعور عامہ کے بہترین مظہر ہوتے ہیں۔

دراصل سماجی زندگی کے لیے لین دین اور اتھل پتھل نے زبان کے متعدد محاوروں کو جنم دیا ہے۔ ابتداء میں یہ جملے اور محاورے عام اشخاص کے منہ سے نکلے آگے چل کر یہ جملے محاوروں کے روپ میں سماج کے

مختلف طبقوں میں رائج ہو گئے۔ زبان بذات خود ایک سماجی آلہ ہے اس لیے زبان کے محاورات، ضرب الامثال اور دیگر سماجی پہلوؤں کا سماجی زندگی سے متاثر ہو کر وجود میں آنا فطری ہے۔ محاوروں میں سماجی زندگیوں کی جو جھلکیاں ملتی ہیں وہ اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ کرتی ہیں کہ انہیں سماجی اسباب نے جنم دیا۔ محاورات کے سماجی اور ثقافتی اظہار پر بات کرتے ہوئے وینگ پنگ (Wang Ping) اپنے مضمون Cultural Characteristics of Idiomatic Expression and Their Approaches of Translation میں لکھتے ہیں:

> "The idiomatic expressions come from life and are closely related to peoples' living customs. However, with the development of language, they are endowed with new ideas. In the process of language expression, the clever and flexible use of themj will make the language more vivid and achieve better results"[5]

محاورات کا انسانی زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے ان کا رہن سہن، رسم و رواج اور ثقافتی عناصر محاورات کی تبدیلی میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ مختلف زبانوں میں محاورات کے اظہار کا ایک جیسا طریقہ کار موجود ہے تاہم مختلف اقوام کے پاس مختلف ثقافتی اور تاریخی پس منظر کے سبب اس کے اظہار کے مختلف طریقے موجود ہیں۔ سماجی اور ثقافتی ارتقاء محاورات کی تبدیلی کا سبب بنتا ہے۔ علامتی زبان کے دیگر اقسام کی طرح محاورے، رسم و رواج، ثقافتی عقائد، سماجی تعلق اور اصولوں کے فطری ضابطہ کار ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ محاورات اور استعارات حقیقی زندگی پر ثقافت کے ایک حصے کی عکاسی کرتے ہیں۔ محمد حسن عسکری لکھتے ہیں:

> "محاورہ میں اجتماعی زندگی کی تصویریں، سماج کے تصورات اور معتقدات، انسان، فطرت اور کائنات کے متعلق سماج کا رویہ یہ سب باتیں جھلکتی ہیں۔ محاورے صرف خوبصورت فقرے نہیں یہ تو اجتماعی تجربے کے ٹکڑے ہیں جس میں سماج کی پوری شخصیت بستی ہے "[6]

محاورات نسل در نسل آگے منتقل ہوتے ہیں اور معاشرے کی اقدار، عقائد اور ثقافتی بصیرت کو ظاہر کرتے ہیں۔ جب ہم محاورات کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں اجتماعی تجربات، مشترکہ چیلنجز اور معاشرے کے علوم کی جھلک ملتی ہے۔ وہ انسانی زندگی اور انسانی رشتوں کی گہری تفہیم کا اظہار کرتے ہیں اور ہر ثقافت کی نمائندگی کرنے والے محاورات ہوتے ہیں۔ ہر ثقافت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بدلتی ہے جس تناسب سے ثقافتیں

بدلتی ہیں ان میں استعمال ہونے والے محاورے بھی اسی طرح بدلتے ہیں۔اس کی مثال یہ ہے کہ کچھ محاورات ماضی میں عام استعمال ہوتے ہیں مگر موجودہ دور میں ان کا استعمال نظر نہیں آتا۔ محاورات کی جڑیں کسی خاص گروہ کی ثقافت اور زبان میں گہری ہوتی ہیں جیسے جیسے ثقافتی انداز اور عقائد بدلتے ہیں اسی طرح محاورے بھی بدلتے ہیں جو ان اقدار اور عقائد کی عکاسی کرتے ہیں۔

محاورات کی تبدیلی میں کثیر الثقافتی اور کثیر لسانی عوامل بھی کارفرما ہوتے ہیں۔ کثیر الثقافتی مختلف ثقافتوں سے مختلف قسم کے اثرات کو ظاہر کرتی ہے۔ جیسے جیسے متنوع پس منظر سے تعلق رکھنے والے لوگ بات چیت کرتے ہیں وہ نئے تاثرات اور بات کرنے کے نئے انداز سامنے لاتے ہیں۔ یہ عمل مختلف ثقافتی گروہوں میں نئے محاورات کو اپنانے کا باعث بنتا ہے۔ سجاد بلوچ اپنی کتاب زبان، لہجے اور لسانی رشتے میں اس بات کا اظہار ایسے کرتے ہیں:

"ہر گروہ گھر میں اپنی زبان بولتا ہے اور جب دوسرے گروہوں کے لوگوں کے ساتھ رابطہ کرتا ہے تو دوسری زبان بولتا ہے۔ مختلف زبانیں ایک مستحکم طریقے سے گروہ کے دوسرے حصوں کے ساتھ منسلک ہیں، اور نتیجتاً کثیر اللسانیت برقرار رہنا معاشرے کی کثیر القوی فطرت کے عمل کے طور پر مقدر نظر آتا ہے"۔ [7]

مذکورہ بالا اقتباس ایک کثیر لسانی معاشرے کی عکاسی کرتا ہے جہاں مختلف لسانی گروہ اپنی برادریوں میں اپنی زبانیں برقرار رکھتے ہیں لیکن دوسرے گروہوں کے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرتے وقت ایک مشترکہ زبان استعمال کرتے ہیں۔ زبان اکثر ثقافتی شناخت کا ایک اہم جزو ہوتی ہے اور اس کا تحفظ اپنے تعلق اور ورثے کے احساس کو برقرار رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے۔

زبان ایک زندہ ہستی ہے اور یہ دوسری زبانوں کے ساتھ رابطے کے ذریعے ارتقاء کے عمل سے گزرتی رہتی ہے۔ کثیر لسانی ماحول میں محاورات میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں کیونکہ مختلف زبانوں کے درمیان مستعاریت کا عمل جاری رہتا ہے۔ بعض اوقات ایک زبان سے دوسری زبان میں محاورے کا لفظی ترجمہ اس کی معنویت کو ظاہر نہیں کرتا جس کی وجہ سے لسانی اور ثقافتی پس منظر کے مطابق ان میں مناسب ترمیم کی جاسکتی ہے۔ وارث سرہندی کے بقول:

"زبان میں جو تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خارجی اور دوسری داخلی۔ خارجی تبدیلی اس وقت عمل میں آتی ہے جب دو زبانیں ایک دوسرے کے

قریب آتی ہیں اوران میں نہ صرف الفاظ کا بلکہ آوازوں کا بھی لین دین ہونے لگتا
ہے۔۔۔زبانوں کا یہ میل سیاسی حملوں، تجارتی سفروں، تیرتھ یاتراؤں اور نقل وطن
کی صورت میں ہوتا ہے۔"[8]

مختلف گروہوں کے ساتھ مختلف زبانوں کا مستحکم تعلق ثقافتی عمل کی نشان دہی کرتا ہے۔ یہ استحکام تاریخی، جغرافیائی یا سماجی عوامل سے متاثر ہوتا ہے جنہوں نے معاشرے کے لسانی منظر نامے کو تشکیل دینا ہوتا ہے۔ محاورات میں زیادہ تر ثقافتی مفہوم اور حوالے ہوتے ہیں۔ کثیر الثقافتی ترتیبات میں، ان ثقافتی حوالوں کو ایڈجسٹ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ محاورے سب کے لیے یکساں متعلقہ ہیں۔ ایسی صورت میں ہائبرڈ محاورات سامنے آتے ہیں جو متعدد ثقافتی پس منظر پر مبنی ہوتے ہیں۔ کثیر الثقافتی اور زبان کے تنوع کے درمیان تعامل محاوروں کے ارتقاء میں معاون ہے۔ یہ ایک لسانی پگھلنے والے برتن کی طرح ہے جہاں تاثرات ابلتے اور بدلتے ہیں۔ متنوع معاشروں میں مواصلات کی متحرک نوعیت کی عکاسی کرتے ہیں۔ کسی خاص زبان کا غلبہ کسی علاقے کی سماجی، اقتصادی اور ثقافتی حرکیات کی تشکیل میں ایک اہم عنصر ہوتا ہے۔ اس ضمن میں سجاد بلوچ رقمطراز ہیں:

"آج دنیا میں چھوٹے گروہوں کی زبانوں کو خاتمے کی طرف دھکیلنے کے لیے حاوی
طاقت شاید اسی قسم کا جذبہ ہے۔ نقطہ نظر یہ ہے کہ دیوار سے لگنے سے بچنے کے لیے اور
معاشی اور سماجی بہتری تک رسائی کے لیے، ایسے گروہوں کے لیے غالب ثقافت کو اپنانا
اور رستے کے طور پر اس ثقافت کی زبان کو اپنانا ضروری ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ
ایک بڑے علاقے کے گروہ کی زبان میں مہارت اس گروہ کے ساتھ جڑے متنوع
مفادات تک رسائی کے لیے ایک اہم قدم ہے۔"[9]

زبان کا غلبہ اکثر چھوٹے لسانی گروہوں کو معدومیت کی طرف دھکیلتا ہے۔ اس رجحان کو زبان کی تبدیلی کے نام سے جانا جاتا ہے جہاں اقلیتی زبان کے بولنے والے وسیع تر سماجی، اقتصادی اور ثقافتی شعبوں میں اپنی شمولیت کے لیے غالب زبان کو اپناتے ہیں۔ اگرچہ غالب زبان کو اپنانے سے عملی فوائد حاصل ہوتے ہیں لیکن یہ لسانی تنوع کے تحفظ کے بارے میں خدشات کو بھی جنم دیتا ہے۔ مقامی زبانوں کو زندہ رکھنے کے لیے منفرد ثقافتی شناخت بہت اہمیت کی حامل ہے۔

کثیر الثقافتی اور کثیر لسانی عمل زبان کی تبدیلی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، لسانی ارتقاء کے مختلف پہلوؤں کو متاثر کرتے ہیں، بشمول محاوروں کی تشکیل اور تبدیلی کے۔ ثقافتی تنوع محاوروں کی تخلیق کو متاثر کرتی ہے۔ مختلف ثقافتوں میں مشترکہ خیالات کے اظہار کے الگ طریقے ہو سکتے ہیں جو ثقافتی طور پر مخصوص محاوروں کی ترقی کا باعث بنتے ہیں۔ کثیر الثقافتی اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ محاورے جامد نہ ہوں۔ وہ بدلتے ہوئے ثقافتی منظر نامے کی نمائندگی کریں۔ محاورات میں مختلف ثقافتوں کے عناصر شامل ہوتے ہیں۔ محاورات اپنے عصری دور کے نقطہ نظر اور تجربات کو ظاہر کرنے کے لیے اپ ڈیٹ ہوتے رہتے ہیں۔

عالمگیریت سے مراد ملکوں کے بڑھتے ہوئے باہمی ربط اور باہمی انحصار ہے۔ یہ ایک پیچیدہ اور کثیر جہتی رجحان ہے جس نے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں بشمول زبان پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ عائشہ یاسین عالمگیریت کی وضاحت ان الفاظ میں کرتی ہیں:

> "یہ جدید دور ہے جہاں نوع انسانی نے ترقی کے منازل طے کرتے وقت اور فاصلے کو اپنے گرفت میں لے رکھا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی کونا، ملک، شہر یا خطے تک پہنچ اب لمحوں کا فاصلہ رکھتی ہے۔ اس تیز ترین سائنسی فنی مہارت سے ساری دنیا نے ایک گاؤں کی شکل اختیار کر لی ہے جس کو عام فہم و زبان میں گلوبلائزیشن کی اصطلاح سے جانا جاتا ہے۔"[10]

متذکرہ بالا اقتباس سائنس اور ٹیکنالوجی میں جدید ترقی کے اثرات کو نمایاں کرتا ہے خاص طور پر نقل و حمل اور مواصلات کے شعبوں میں تیزی کو عالمگیریت کے تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ وقت اور فاصلے پر عبور حاصل کرنے کا ذکر نقل و حمل اور کمیونیکیشن ٹیکنالوجیز میں نمایاں پیش رفت ہے۔ اس میں ہوائی سفر، تیز رفتار ٹرینیں اور جدید ٹیلی کمیونیکیشن شامل ہے۔ عالمگیریت کے سبب دنیا ایک گاؤں بن گئی ہے یہ اصطلاح اکثر دنیا بھر میں قوموں اور لوگوں کے باہمی ربط اور باہمی انحصار کو ظاہر کرنے کے استعمال ہوتی ہے۔

عالمگیریت کے ذریعے جیسے جیسے دنیا قریب ہو رہی ہے دنیا کی زبانوں میں تبدیلی اور ارتقاء کے عمل میں تیزی آگئی ہے۔ اس صورت حال میں مستعاریت کا رجحان بڑھا ہے۔ دنیا بھر میں ٹیکنالوجی اور ثقافت کے تیزی سے تبادلے کے سبب لغوی خلا بھی پیدا ہوا ہے جس کو پر کرنے کی ضرورت ہے۔

جب دو زبانیں رابطے میں آتی ہیں چاہے ثقافتی تبادلے، نو آبادیات، تجارت یا ہجرت کے ذریعے، یہ ایک متحرک عمل ہے جسے لسانی رابطہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ رجحان اکثر اوقات زبان سے قرض لینے کا باعث بنتا ہے۔ جہاں زبانیں الفاظ، گرائمر اور اسلوب کے لحاظ سے ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ یہ تعامل نہ صرف

لسانی بلکہ وسیع تر ثقافتی، سماجی اور تاریخی تبادلوں کا بھی عکاس ہوتا ہے۔ اس ضمن ڈاکٹر سہیل بخاری رقمطراز ہیں:

"جب دو تمدنوں کی طرح دو زبانیں باہم متصادم ہوتی ہیں تو ایک دوسرے پر اپنے اپنے اثرات ڈالتی اور الفاظ واسالیب مستعار لے لیتی ہیں۔ چنانچہ اردو زبان میں بھی دوسری زبانوں کے کثیر تعداد الفاظ، اسالیب دیکھے جا سکتے ہیں جو کسی زمانے میں فارسی سے اور موجودہ دور میں بیشتر انگریزی سے جوں کے توں آ گئے ہیں یا ترجمہ کر کے داخل کر لیے گئے ہیں۔ اردو زبان میں یہ ایسے اضافے ہیں جن کا اس کے بنیادی اصولوں سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اسی لیے ان کا وجود دیرپا نہیں کہا جا سکتا۔ زبانوں کے کسی ایسے ہی آئندہ تصادم کے وقت یہ چیزیں ہماری زبان سے اتنی ہی آسانی کے ساتھ خارج ہو سکتی ہیں جتنی سہولت سے داخل ہوئی ہیں"[11]

لسانی رابطے کی سب سے اہم صورت مستعار لیے گئے الفاظ کو اپنانا ہے۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب ایک زبان دوسری زبان سے الفاظ ادھار لیتی ہے۔ زبانیں لسانی اور ثقافتی اثرات کے ساتھ تعاملات اور تصادم کے ذریعے ارتقاء پذیر رہتی ہیں۔ لسانیات میں یہ عام رجحان ہے جہاں زبانیں تنہا موجود نہیں ہیں بلکہ الفاظ، تاثرات اور اسلوب کے مسلسل تبادلے میں مشغول رہتی ہیں۔

دنیا میں نئی زبان یا غالب زبان کو سیکھنے کا رجحان بھی ہوتا ہے۔ نئی زبان سیکھنا کثیر جہتی عمل ہے جس میں مختلف علمی، سماجی اور ثقافتی عوامل شامل ہوتے ہیں۔ زبان کے سیکھنے میں ذاتی دلچسپی کے علاوہ کچھ بیرونی عوامل جیسا کہ بہتر معاشی مستقبل کے مواقع کی تلاش، سفر یا سماجی روابط بھی زبان کے سیکھنے میں محرک ہوتے ہیں۔ رام بابو سکسینہ کے مطابق:

"دیسی زبان جو اب شرفا اور معزز شہری لوگوں سے چھوٹتی جاتی تھی اور اطراف شہر میں دیہات میں محدود ہوتی جاتی تھی اب لوگوں کو کوئی مزہ نہیں آتا تھا لہذا جدت پسند طبیعتوں نے نئی زبان کی طرف رخ کیا اور اس کو نہایت شوق و ذوق اور انہماک سے سیکھنے لگے"[12]

رام بابو سکسینہ کی رائے سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مادری زبان یا علاقائی زبان جو دیہات میں رائج تھی استعمال کنندگان کے لیے کچھ وجوہات کے سبب غیر متعلقہ ہوتی جا رہی ہے اور لوگ اپنے مزاج یا ضرورت

کے تحت نئی زبان کی جانب مائل ہونے لگے۔ جس نئی زبان کی طرف لوگوں کا رجحان ہے اس کی وجہ اس زبان کی برتری یا نفاست ہے۔ یہ تبدیلی سماجی اقدار کے بدلنے اور اپنی خواہشات کی تکمیل بھی ہو سکتی ہے۔ دنیا کی غالب زبان کا اثر ہر دور میں مختلف زبانوں پر رہا ہے۔ زبانوں کے ارتقاء میں یہ ایک عام رجحان ہے اور پوری دنیا میں زبانوں کی تشکیل جاری ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری رقمطراز ہیں:

"انگریزی زبان کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے جس میں بہت سی زبانوں کے الفاظ مستعار لیے گئے ہیں اور اس لیے آج وہ دنیا کی نہایت باثروت زبان سمجھی جاتی ہے جس میں خیال کے نازک سے نازک فرق کو بھی ظاہر کرنے کی پوری پوری صلاحیت موجود ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ذخیرہ اندوزی اور استحصال دولت کی یہ ہوس بعض اوقات مستعار الفاظ کے لیے ترجیحی رجحان بھی پیدا کر دیتی ہے۔ لوگوں کو دوسری زبانوں کے زیادہ سے زیادہ الفاظ کے استعمال کا اس قدر چسکا پڑ جاتا ہے کہ وہ اپنی زبان کے ان الفاظ کو بھی جو مستعار الفاظ کے مفاہیم کو بڑی اچھی طرح ادا کر لیتے ہیں، پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد وہ طاق نسیاں کی زینت بن کر زبان سے خارج ہو جاتے ہیں۔ جس سے زبان کی مقدار وہی رہتی ہے اور نتیجے میں لوگ صرف ایک آدھ کچری اور مصنوعی زبان بولتے سنائی دینے لگتے ہیں۔ آج پاکستان میں لوگ اردو کو جس طرح عربی فارسی الفاظ سے بوجھل بنا بنا کر غیر شعوری طور پر عوام سے دور کر رہے ہیں"[13]

انگریزی اس وقت کی غالب زبان ہے اور دنیا کی متنوع زبانوں نے وسیع مفاد میں انگریزی الفاظ کو مستعاریت کے ذریعے اپنی زبان میں شامل کیا ہے۔ جہاں انگریزی سے دنیا کی زبانوں نے استفادہ کیا ہے وہیں انگریزی زبان نے بھی دنیا بھر کی زبانوں سے الفاظ مستعار لیے ہیں۔ ہر دور میں طاقت ور اقوام کی زبان غالب رہی ہے اور اس سے استفادے کا عمل جاری ہے۔ اس ضمن رام بابو سکسینہ کی رائے ملاحظہ کریں:

"مسلمان بحیثیت فاتح ہندوستان میں آئے اور قدرتاً زبان فارسی جو ان کی مادری زبان تھی ہندوستان کی شاہی زبان بن گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیسی زبان قتلِ خادمہ کے دب کر اور مغلوب ہو کر اپنی مالکہ زبان فارسی کی خدمت کرنے لگی اور اس طرز ادا اور محاورات وغیرہ کی متبع اور ناقل ہو گئی۔ لوگوں کو نئی زبان سیکھنے کا شوق ہوا کرتا ہے اسی

وجہ سے اس وقت کے لوگ بھی پرانا طرز چھوڑنے اور نئے الفاظ اور جدید محاورات اختیار کرنے لگے۔"[14]

نئی زبان کو سیکھنے کی خواہش درحقیقت رائج محاورات میں تبدیلی کا باعث بنتی ہے۔ محاورات کو سمجھنے کے لیے ثقافتی تناظر سے آگاہی انتہائی ضروری ہے۔ نئی زبان سیکھنے والے ثقافتی تقسیم اور اس کی حساسیت سے زیادہ ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ یہ آگاہی محاوروں کے انتخاب اور استعمال میں مدد دیتی ہے۔ جیسے ہی زبان کی تبدیلی کے باعث بولنے والوں کی زبان پر گرفت مضبوط ہوتی جاتی ہے وہ اپنی تقریر اور تحریر میں مقامی محاورات کا استعمال شروع کر دیتے ہیں۔ محاوروں کا یہ امتزاج لسانی قابلیت اور مقامی بولنے والوں کے ساتھ ان کی گہری جڑت کو ظاہر کرتی ہے۔

دنیا کا بڑھتا ہوا باہمی ربط دوسری زبانوں اور ثقافتوں کے محاوروں کو اپنانے کا باعث بنتا ہے نتیجتاً محاورات وقت کے ساتھ ساتھ عوام میں رائج ہو جاتے ہیں۔اس طرح محاورات کی تبدیلی میں گلوبلائزیشن اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ جو وقت کے ساتھ محاورات کے ارتقاء کا باعث بنتی ہے۔ محاورات ایسے تاثرات ہوتے ہیں جو سماجی اور ثقافتی اصولوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ یہ معاشرے اور زبان کے ارتقا کے ساتھ بدل سکتے ہیں۔

گلوبلائزیشن کے تحت محاورات میں تبدیلی کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ وہ دوسری زبانوں اور ثقافتوں کے جملوں اور تاثرات سے عوام کو متعارف کراتی ہے۔ وہ لوگ جو مختلف زبانوں اور ثقافتوں کے بولنے والوں کے ساتھ زیادہ بات چیت کرتے ہیں وہ نئے محاوروں کو زیادہ آسانی کے ساتھ اپناتے ہیں یا ان محاورات کو اپنی مواصلاتی ضروریات کے مطابق ڈھال سکتے ہیں۔

گلوبلائزیشن مختلف خطوں اور معاشروں میں محاوراتی اظہار کے پھیلاؤ کا بھی باعث بنتی ہے۔ میڈیا اور ٹیکنالوجی کے بڑھتے ہوئے رجحان کے ساتھ لوگوں کو زبان کے استعمال بارے بشمول محاوراتی اظہار وسیع دائرے کا سامنا ہے اور اس سے نئے تاثرات کو اپنانے میں مدد ملتی ہے۔ عالمگیریت ثقافتی اور سماجی اصولوں میں تبدیلی کے ساتھ محاوراتی اظہار کے معنی اور استعمال پر اثر انداز ہوتی ہے کیونکہ یہ نئے تاثرات سے متعارف کرواتی ہے اور رائج محاورات کے پھیلاؤ معنی اور استعمال کو بھی متاثر کرتی ہے۔ جیسے جیسے زبان کا ارتقاء جاری ہے محاوراتی تاثرات ممکنہ طور پر تبدیل ہوتے رہے گے۔

ٹیکنالوجی کی ترقی نے جہاں زندگی کے ہر پہلوؤں کو متاثر کیا ہے وہیں اس نے روزگار کے نئے مواقع بھی پیدا کیے۔ روایتی پیشوں کی جگہ نئے پیشوں نے لے لی ہے جس سے ایک نئی پیشہ وارانہ زبان سامنے آ رہی

ہے۔ یہ نئی پیشہ ورانہ زبان بھی محاورات میں تبدیلی کا باعث بنی ہے۔ یہ محاورات مختلف صنعتوں اور پیشوں میں مختلف ہوتے ہیں۔ یہ محاورات ہمارے بدلتے ہوئے پیشہ ورانہ منظر نامے میں تصورات کے اظہار کی صورت ہیں۔

عالمگیریت کی وجہ سے بین الاقوامی تجارت میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ موجودہ دور میں ممالک اشیاء اور خدمات کے لیے ایک دوسرے پر انحصار بڑھ رہا ہے۔ براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا ہے کیونکہ کمپنیاں اپنی قومی سرحدوں سے باہر کاروبار کے مواقع ڈھونڈ رہی ہیں۔ بین الاقوامی تجارت اور عالمگیریت نے زبان کو بڑی حد تک متاثر کیا ہے۔ انگریزی بین الاقوامی کاروبار اور تجارت میں غالب زبان کے طور پر موجود ہے۔ انگریزی مختلف مادری زبانوں کے بولنے والوں کے درمیان رابطے کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ بہت سی ملٹی نیشنل کمپنیاں اپنا کاروبار انگریزی میں چلاتی ہیں جو اسے عالمی مارکیٹ میں پیشہ ور افراد کے لیے ایک مہارت ہے۔

ثقافتوں کے درمیان بڑھتا ہوا رابطہ اور تعامل زبانوں کے اختلاط کا باعث بنا ہے۔ جس کا نتیجہ ہائبرڈ زبانوں کی تخلیق اور غیر ملکی الفاظ اور فقروں کی مقامی زبانوں میں اپنانے کی صورت میں نکلا۔ عالمی کاروباری ماحول کثیر لسانی مواصلات کو ظاہر کرتا ہے۔ عالمگیریت کے اس دور میں آن لائن مواصلاتی پلیٹ فارمز کا موجود ہونا بھی ہے۔ سوشل میڈیا، کاروباری فورمز اور ای میل نے ثقافتی رابطے کے لیے نئی راہیں پیدا کی ہیں۔ اس نے زبان کی تحریری صورت کو بہت متاثر کیا ہے۔

زبان پر عالمگیریت کے اثرات کثیر جہتی ہیں۔ جہاں انگریزی ایک عالمی کاروباری زبان بن چکی ہے وہاں لسانی تنوع، ثقافتی حساسیت اور بین الاقوامی تجارت میں خصوصی زبان کے ارتقاء کا عمل جاری ہے۔ عالمی سطح پر تعاملات کی تیزی کے سبب لسانی منظر نامے میں تبدیلی کا عمل جاری ہے۔

جدید میڈیا بشمول سوشل میڈیا، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ محاورات کو تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ محاورات زبان کا لازمی حصہ ہیں اور موثر انداز میں گفتگو کرنے میں ہماری مدد کرتے ہیں۔ جدید میڈیا محاورات میں تبدیلی کا اس طرح باعث بنتا ہے کہ وہ نئے محاوروں کو متعارف کراتا ہے۔ یا یہ ہوتا ہے کہ جو رائج محاورے ہیں ان کو نئی ثقافتی اور سماجی تبدیلیوں کے مطابق ڈھالتا ہے۔ سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کے ذریعے نئے محاورے بہت جلد عوام میں رائج ہو جاتے ہیں۔ جدید میڈیا محاوروں کو پہلے سے کہیں زیادہ تیزی اور وسیع پیمانے

پر پھیلانے میں مدد کرتا ہے ان ذرائع سے محاوروں کو عالمی سطح پر شئیر کیا جا سکتا ہے۔اس سے نئے محاورے بھی بنتے ہیں جو مختلف ثقافتوں اور زبانوں میں وسیع پیمانے پر استعمال کیے جاتے ہیں۔

**مستعمل محاورات میں تبدیلی کی صورتیں:(Variations in Commonly Used Idioms)**

زبانوں کا علاقائی سفر لسانی ارتقاء کا ایک اہم پہلو ہے۔جب کوئی زبان کسی نئے خطے میں سفر کرتی ہے تو وہ وہاں کی مقامی زبانوں، ثقافتوں اور نئے ماحول کے سماجی و تاریخی تناظر سے متاثر ہوتی ہے۔جب زبانیں ایک دوسرے کے قریب آتی ہیں تو وہ مختلف طریقوں سے ایک دوسرے سے استفادہ کرتی ہیں۔ڈاکٹر سہیل بخاری کے مطابق:

> "زبان جب دوسرے لسانی علاقے میں پہنچتی ہے تو علاقائی زبان کے اثرات بھی قبول کرتی ہے جس سے اس کا ایک علاقائی محاورہ بن جاتا ہے۔انگریزی زبان جب برطانیہ سے چل کر امریکہ پہنچی تو وہاں کی علاقائی زبانوں کے اثرات قبول کر کے امریکی انگریزی کہلائی، برطانوی دور حکومت میں اس کا جو محاورہ ہندوستان میں رائج ہوا اس کو ہندوستانی انگلش کا نام دیا گیا جس میں گرامری اصول، اسلوب اور روایات و تلمیحات کے علاوہ تقریباً ایک ہزار الفاظ یہاں کی علاقائی زبانوں سے مستعار لیے گئے"[15]

یہ اقتباس زبان کے ارتقاء اور مواقفت کے رجحان کو واضح کرتا ہے۔جب اسے نئے لسانی ماحول کا سامنا ہوتا ہے۔جب بھی کوئی زبان کسی نئے جغرافیائی خطے میں جاتی ہے تو وہ وہاں کی مقامی زبانوں کے عناصر کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔وہاں کے علاقائی محاورے میں خود کو ڈھال لیتی ہے۔یہ عمل فطری ہے۔اردو زبان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا آیا ہے جہاں جہاں اس نے سفر کیا وہاں کے ماحول کے مطابق خود کو ڈھال لیا لیکن جیسے ہی تقسیم ہند کے بعد اردو اپنا علاقائی سفر طے کر کے پاکستان پہنچتی ہے تو یہ اصرار کیا جاتا ہے کہ روزمرہ اور محاورے کے معاملے میں سند لکھنؤ اور دہلی سے لے جائے گی جو تقسیم سے پہلے اردو کے بڑے مرکز تھے۔تقسیم سے پہلے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے جب کوئی علاقہ ایک ہی حکومت کے زیر انتظام ہو تو وہاں مرکزیت قائم رکھنے کے لیے اردو کے ان بڑے مراکز کی تقلید فطری ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں مراکز کی خدمات بہت ہیں۔لیکن پاکستان میں اس بات پر اصرار کہ ان مراکز سے محاورے کی سند لی جائے غیر فطری بات ہے۔ڈاکٹر سید عبداللہ کے مطابق:

"اندریں حالات لکھنؤ اور دہلی سے باہر کے لوگوں کا یہ اصرار کہ پاکستان کے سب لوگ اب بھی سابقہ روزمرہ و محاورہ کو لازماً اپنائیں جو دورِ اقتدار میں مستعمل تھا' زندگی سیاست اور معاشرت کے بنیادی قوانین کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ زبان زندگی کا ایک فطری حصہ ہے کسی دوسرے ماحول میں اکتساب تو کیا جا سکتا ہے، لیکن ایسا اکتساب جس کے لیے فطری زبان کی حیثیت اختیار کر لینا ممکن نہیں۔ بنا بریں پاکستان کی مخصوص صورتِ حال میں دہلی اور لکھنؤ کے روزمرہ و محاورہ کو ادبی و لسانی قانون کا درجہ دینے پر اصرار اجتماعی اصولوں سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔"[16]

اردو زبان کے پاکستان کے سفر کے بعد لوگوں کا یہ اصرار کہ یہاں کے لوگ اسی محاورے اور روزمرہ کو اپنائیں جو لکھنؤ اور دہلی میں بولا جا رہا تھا یہ اصرار زبان کے بنیادی اصولوں سے ناواقفیت کے سبب ہے۔ پاکستان کے کسی علاقے کی بھی مادری زبان اردو نہیں ہے۔ پاکستان کے ہر حصے میں اپنی علاقائی زبان موجود ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اردو کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ اردو یہاں رابطے کی زبان ہے اور لوگ اپنے علاقے میں جو بھی زبان بولتے ہوں جب بھی وہ کسی دوسرے علاقے کے لوگوں سے بات کریں گے تو ان کی بات اردو میں ہی ہوتی ہے۔ پاکستان میں پہنچنے کے بعد اردو زبان میں تبدیلی ناگزیر ہو چکی تھی جس کا اظہار ڈاکٹر سہیل بخاری نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"دوسری زبانوں کے میل جول سے کچھ نہ کچھ متغیر ہو جانا ہر زبان کا مقدر ہے۔ لہذا پاکستان میں بس جانے کے بعد اردو زبان کا بدلنا بھی ناگزیر ہو گیا ہے۔ کوئی چاہے یا نہ چاہیے پاکستان میں نہ دہلوی اردو باقی رہے گی نہ لکھنوی بلکہ اس کی جگہ یہاں لاہوری اردو ہو گی یا کراچوی اور اگر اسے اسلام آباد کی شفقت اور سرپرستی نصیب ہو گئی تو پھر اسلام آبادی محاورہ ہی اردو کا معیار بن جائے گا جس کے سامنے ان دونوں میں سے ایک بھی مستند نہیں ٹھہرے گی لیکن ہر صورت میں مقامی اثرات کا نفوذ پا جانا اور اردو کا کچھ نہ کچھ بدل جانا بالکل مسلم ہے جسے زبان کا مزاج دان ایک فطری عمل سمجھتا ہے۔"[17]

زبانوں کا ارتقاء دوسری زبانوں کے ساتھ تعامل کا نتیجہ ہے۔ پاکستان کے تناظر میں بھی اردو اس رجحان سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ تقسیم ہند کے بعد زبان کے اس علاقائی سفر کے نتیجے میں زبان میں تبدیلی لازمی امر ہے۔ پاکستان میں جو زبان یہاں کی مقامی زبانوں کے اثرات کے بعد سامنے آئے گی وہ یقیناً دہلی اور لکھنؤ میں بولی جانے والی زبان سے مختلف ہو گی۔ زبان کی تبدیلی میں مقامی عوامل سے متاثر ہونا ایک نامیاتی عمل ہے اور

ماہرین کے نزدیک اس تبدیلی کو فطری لسانی ارتقاء سمجھا جاتا ہے۔ یہ تبدیلی یہاں کے ممکنہ محاورے کے معیار کو از سر نو متعین کرے گی۔ اسی بات کی طرف اشارہ ڈاکٹر سید عبداللہ نے بھی کیا ہے: "پاکستان میں اردو کا ایک نیا لہجہ اور نیا روزمرہ پیدا ہو کر رہے گا اس کے فطری عمل کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے"[18]

پاکستان اپنا بھرپور ثقافتی اور لسانی تنوع رکھتا ہے۔ اردو کا زبان کے طور پر مختلف نسلی اور لسانی گروہوں میں قومی اتحاد اور رابطے کو فروغ دینے میں کلیدی کردار ہے۔ زبان کے زندہ وجود کو تسلیم کرنا چاہیے جو مختلف لسانی تنوع اور موافقت پر پروان چڑھتی ہے۔ اردو کے فطری ارتقاء کی مخالفت ثقافتی ترقی اور معاشرتی تبدیلی کے خلاف مزاحمت کے مترادف ہے۔ پاکستان کے اندر اردو کی لسانی تبدیلی کو تسلیم کرنا ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ جو لوگ پاکستان میں دہلی اور لکھنؤ کے محاورے کی تقلید پر اصرار کر رہے تھے ان کا مسئلہ زبان کا معیار تھا اور وہ زبان کے معیار پر کسی طرح کے سمجھوتے پر رضامند نہیں ہیں۔ زبان میں یا محاورات میں تبدیلی کا عمل صدیوں میں ہوتا ہے اور اس کی رفتار بہت آہستہ ہوتی ہے جو غیر محسوس انداز میں ہو رہی ہوتی ہے لیکن قیام پاکستان کے بعد اردو زبان جب ان علاقوں کی قومی زبان قرار پائی جن کی مادری زبان اردو نہیں تھی اس لسانی سفر کے نتیجے میں اردو میں تبدیلی بہت بڑی سطح پر ہوتی نظر آ رہی تھی۔ پاکستانی اردو کا اپنا روزمرہ اور محاورہ ہو گا جو ہندوستان میں رائج محاورے سے یکسر مختلف ہو گا۔ اردو زبان سے وابستگی کے باعث اس میں اتنے بڑے پیمانے پر تبدیلی کو تسلیم کرنا ان کے لیے بہت مشکل تھا لیکن اس لسانی سفر کے بعد زبان میں تبدیلی فطری اصولوں کے تحت تھی اسے جذباتیت کے تحت نہیں روکا جا سکتا۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کے مطابق:

> "زبان کا یہ قدرتی عمل ہے کہ وہ جن زبانوں میں رابطے کا کام دیتی ہے ان کے قریب بھی آ جاتی ہے۔ لوگوں کو اس کی جن مغائرت اور اجنبیت کو سوچ سوچ کر وحشت ہوتی ہے سچ مچ اتنی مغائرت اور اجنبیت اس میں باقی نہیں رہتی۔ ثبوت کے لیے رابطہ کی زبان کے لحاظ سے اردو کے وہ علاقائی محاورے چشم بصیرت کے سامنے موجود ہیں جو اس کی تاریخ کے مختلف ادوار میں جگہ جگہ ابھر آئے ہیں۔۔۔
>
> ان محاوروں میں سے کسی محاورے کی بھی عمر سو سال سے کم کی نہیں ہے اور پاکستان کے قیام کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ لہذا پاکستان میں اتنی جلدی اردو کے کسی نئے محاورے کے ابھرنے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ البتہ ان مقامات کی نشان دہی ضرور کی جا سکتی ہے جہاں اس کے امکانات موجود ہیں"[19]

ڈاکٹر سہیل بخاری کی رائے سے قیام پاکستان کے بعد اردو کے نئے محاورے کی تشکیل کی توقعات کو تقویت ملتی ہے۔ڈاکٹر صاحب نے نئے محاوروں کی نشو و نما کے امکانات کو تسلیم کیا ہے۔ پاکستانی کے علاقائی زبانوں کے ساتھ رابطے کے نتیجے میں نئے محاورے تشکیل پائیں گے۔وہ محاورہ جس کی بنیاد پاکستانی زمین ہو گی وہ دہلی اور لکھنؤ کے محاورے سے مختلف ہو گا۔ تقسیم ہند کے بعد جہاں دیگر مسائل نے جنم لیا وہاں اردو زبان کی مرکزیت کا مسئلہ بھی درپیش تھا۔اس ضمن حامد حسن قادری رقمطراز ہیں:

"آج تقسیم ہند کے بعد جہاں بہت سے دوسرے مسائل نے نیا جامہ پہن لیا ہے وہاں اردو کے قضیہ نے بھی دوسری شکل اختیار کر لی ہے۔ تقسیم سے پہلے بھی اردو کی مرکزیت کا مسئلہ متنازعہ فیہ تھا۔دہلی اور لکھنؤ کے سکول بہت عرصہ ہوا ختم ہو چکے اور جو اہمیت انہیں حاصل تھی وہ بھی باقی نہ رہی۔ان دونوں سکولوں نے زبان کی جو خدمت کی اور ادب کو جو سرمایہ دیا وہ اردو کی جان ہے۔ لیکن تذکرو تانیث کا جو جھگڑا، محاورات کا مخصوص استعمال روزمرہ کو صحیح مقام اور الفاظ کا کوئی خاص مفہوم متعین کرنے کے لیے ادبا کا ایک بڑا طبقہ اب بھی انہیں دونوں مقامات کو مستند جانتا ہے لیکن مرکزیت کا مسئلہ اب کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔اردو کی ترویج، ترقی اور اشاعت کے لحاظ سے دو نئے مرکز تقسیم سے پہلے ہی قائم ہو چکے تھے۔۔۔۔۔حیدرآباد اور لاہور۔۔۔۔۔ محاورات اور ضرب الامثال کے اعتبار سے اگر نواح دہلی و مضافات لکھنؤ کے مخصوص محاورے نظم و نثر میں مستند طور پر جگہ پا سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اردو کے وسیع دامن میں حیدرآباد و لاہور اور بنگال و سندھ کے مخصوص محاورے جگہ نہ پائیں اور انہیں مستند نہ سمجھا جائے"[20]

قیام پاکستان کے بعد اردو کی مرکزیت کا مسئلہ درپیش تھا۔تاریخی اعتبار سے دہلی اور لکھنؤ اردو کے بااثر مراکز رہے تھے۔اردو کے اس علاقائی سفر کے باوجود اردو کا ایک طبقہ اب بھی ان مقامات کو ہی مستند مانتا تھا حالانکہ تقسیم سے پہلے ہی اردو کے فروغ کے لیے نئے مراکز خاص طور پر حیدرآباد اور لاہور وجود میں آ چکے تھے۔اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ کہ جس طرح تقسیم ہند سے پہلے محاورات کے سند دہلی اور لکھنؤ سے لی جاتی تھی قیام پاکستان کے بعد محاورہ کا سند یہاں کے مقامی مراکز سے لے جائے گی نہ کہ لکھنؤ اور دہلی سے۔اردو کا یہ نیا منظر نامہ یہاں کی متنوع لسانی شراکت کو قبول کرنے کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ پاکستان کے اندر یہاں کی

مقامی زبانوں کے اشتراک سے تشکیل پانے والے محاورات اتنے ہی درست اور مستند مانیں جائیں جتنے دہلی اور لکھنؤ کے محاورات کو مانا جاتا ہے کیونکہ پاکستانی محاورے پر پاکستانی ثقافت کے اثرات نمایاں ہوں گے۔ڈاکٹر رشید امجد کے مطابق:

> "زبانوں کا تعلق زمین اور اس کے ثقافتی رویوں سے ہے۔ پاکستان میں جو اردو زندہ رہے گی۔اسے بلوچستان، سندھ، پنجاب، سرحد اور کشمیر سے خون ملنا چاہیے۔ اگر اسے یہ خون نہیں ملے گا تو وہ مر جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ پاکستانی اردو کا لہجہ ہماری علاقائی ثقافتوں اور علاقائی زبانوں کے تابع ہو گا۔ چنانچہ ہمارے ہاں اردو کا لہجہ اور تلفظ اس اردو سے قطعی مختلف ہو گا جو دہلی اور لکھنؤ میں ادا کیا جاتا ہے"[21]

زبان کسی بھی خطے کی زمین اور ثقافت کے ساتھ جڑی ہوتی ہے جس میں کسی مخصوص علاقے کی جغرافیائی خصوصیات، آب و ہوا اور قدرتی وسائل، وہاں کے لوگوں کے استعمال کردہ الفاظ اور تاثرات کو تشکیل دیتے ہیں۔ یہ لسانی ارتقاء مقامی مناظر کے گہرے اثر کو واضح کرتا ہے۔ محاورے مقامی رسم و رواج، تاریخی واقعات یا زمین کی کسی منفرد خصوصیت پر مبنی ہوتے ہیں۔ محاورات کی تشکیل زبان اور ثقافت کے درمیان گہرے تعلق کو ظاہر کرتی ہے۔

متذکرہ بالا اقتباس میں ڈاکٹر رشید امجد نے اردو کی اس نئی شکل کی بات کی ہے۔ پاکستان میں اردو کا مستقبل یہاں کی مقامی زبانوں کے ساتھ ہے۔ پاکستان میں اردو کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہاں کے ثقافتی رویوں اور لسانی تنوع کو قبول کرے۔ ڈاکٹر رشید امجد کی رائے سے پاکستان میں اردو کے لہجے اور تلفظ میں ناگزیر علاقائی تغیرات کی نشان دہی ہوتی ہے۔ پاکستانی اردو کا لہجہ بلوچستان، سندھ، پنجاب، خیبر پختون خواہ اور کشمیر کی ثقافتی اور لسانی تنوع سے تشکیل پائے گا۔ لہجے اور تلفظ پر اس علاقائی اثر و رسوخ کے نتیجے میں پاکستانی اردو برصغیر پاک و ہند کے دیگر حصوں جیسے دہلی اور لکھنؤ میں اردو بولی جاتی ہے سے الگ کرتا ہے۔بنیادی طور پر یہاں کی لسانی شناخت علاقائی تنوع کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ پاکستان میں اردو کی بقاء اور ارتقاء پاکستانیت (مقامیت) کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔

تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں اردو کا پاکستان کی قومی زبان قرار پانا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے یہ پاکستانیوں کی اردو سے محبت کا ثبوت ہے کیونکہ پاکستان میں اردو کسی بھی علاقے کی روزمرہ کی زبان نہیں تھی۔اس صورت حال کو ڈاکٹر سید عبداللہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"یہ صورت حال معمولی نہیں بلکہ غیر معمولی ہے۔ پاکستان کے لوگ اردو کو قومی زبان تو مان سکتے ہیں (اور مان رہے ہیں) لیکن دہلی و لکھنؤ کا روزمرہ و محاورہ ان کے لیے ایک کتابی یا اکتسابی عمل کی حیثیت رکھتا ہے، یہ ان کی فطری اور موروثی امانت نہیں بلکہ تحصیل کے ذریعے حاصل کی گئی ہے"[22]

ڈاکٹر سید عبداللہ کی یہ رائے پاکستان کی لسانی صورتِ حال سے متعلق ہے کہ یہاں اردو کو پاکستان کی قومی زبان کا درجہ ملنا یہاں کے لوگوں کی اردو سے محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ جو زبان دہلی اور لکھنؤ میں بولی جارہی تھی وہ یہاں کے لوگوں کے لیے سیکھی ہوئی زبان ہے۔ یہاں کسی علاقے کی روزمرہ کی زبان نہیں ہے۔ اردو پاکستان کی قومی زبان ہے اور اس کی ثقافتی اور تاریخی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس بات کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے کہ محاورات کا استعمال روزمرہ کی بولی جانے والی زبان کو ظاہر کرتا ہے۔ دہلی اور لکھنؤ ہندوستان کے شہر ہیں وہ اپنی بھرپور ادبی روایت رکھتے ہیں۔ اس بات کو تسلیم کرنا ہوگا کہ ان شہروں میں لوگ جس طرح اردو بولتے ہیں وہ پاکستان میں بولی جانے والی اردو سے مختلف ہے۔ مختلف خطوں میں بولی جانے والی اردو میں فرق ہونا کوئی اچنبے کی بات نہیں لیکن اس بات پر اصرار کہ پاکستان میں اسی محاورے کو مستند سمجھا جائے گا جو لکھنؤ اور دہلی کی تقلید میں ہوگا یہ غیر فطری سی بات ہے۔

پاکستان میں اردو کو اپنانے اور اس کی صورت کیا ہوگی کو حنیف رامے نے ایک بنیادی اصول کے تحت سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ حنیف رامے کے بقول:

"اردو ہماری مجبوری نہیں ہمارا اختیار ہے ہم اردو کے گھر میں پیدا نہیں ہوئے ہم نے اردو سے محبت کی ہے یہ ہماری والدہ نہیں اسے ہم بیاہ کر لائے ہیں"[23]

اردو زبان کو پاکستان کی قومی زبان قرار دینا کسی مجبوری کے تحت نہیں تھا بلکہ یہاں کے لوگوں کی اردو زبان کے ساتھ محبت کے سبب ایسا ہوا۔ جناب حنیف رامے کا یہ کہنا کہ اردو ہماری محبت ہے یہ ہماری والدہ نہیں ہم اسے بیاہ کر لائے ہیں۔ یہ اس بات کی وضاحت ہے کہ اردو ہماری ماں بولی نہیں ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ پاکستان میں اردو کسی بھی خطے کی مادری زبان نہیں ہے۔ ہم اسے بیاہ کر لائے ہیں جسے بیاہ کر لایا جاتا ہے وہ اپنے طور طریقے نئے گھر کے مطابق اپناتی ہے نہ کہ جو اصول اس کے میکے میں ہوتے ہیں وہ سب کو اپنانے ہوتے ہیں۔ اگر اردو نے پاکستان کا علاقائی سفر کیا ہے تو اردو کو یہاں کے طور طریقے یعنی یہاں کی مقامی زبانوں کے ساتھ مل کر یہاں کی ثقافت کے مطابق خود کو ڈھالنا ہے۔ اسی میں اس کا مستقبل ہے۔

جب پاکستان بنا تو برصغیر پاک و ہند کے مختلف خطوں کے درمیان بڑے پیمانے پر نقل مکانی ہوئی۔ لاکھوں لوگوں نے ہندوستان کے مختلف حصوں سے ہجرت کر کے نئی بننے والی ریاست پاکستان کی طرف ہجرت کی۔ اس ہجرت کے نتیجے میں مختلف خطوں کے لسانی اور ثقافتی عناصر کا آپس میں ملاپ ہوا جس نے ایک الگ پاکستانی اردو کی بنیاد رکھی۔ لکھنؤاور دہلی کا لسانی منظر نامہ جو کہ تاریخی طور پر اردو ادب اور ثقافت کے مراکز رہے ہیں کی جداگانہ حیثیت سے انکار نہیں ہے اور نہ ہی ان خطوں میں بولی جانے والی اردو کا تقسیم سے پہلے کے دور سے تاریخی اور ثقافتی تعلق سے انکار ہے۔ لیکن ان علاقوں میں لسانی منظر نامے کا پاکستان میں تقسیم کے بعد ہونے والی لسانی پیش رفت کے مقابلے میں ایک مختلف تاریخی تناظر ہے۔

پاکستانی اردو کا واسطہ یہاں کے مختلف علاقوں کے لسانی عناصر سے ہے۔ جن میں پنجابی، سندھی، پشتو اور بلوچی شامل ہیں جس کے نتیجے میں منفرد الفاظ، تلفظ لسانی اسلوب بنے گا جو پاکستانی اردو کو ہندوستان میں بولی جانے والی اردو سے ممتاز کرے گا۔ پاکستانی اردو میں ایسے الفاظ اور تاثرات شامل ہوں گے جو اس خطے کے مخصوص ثقافتی اور سماجی پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوں گے۔ ایسی صورتِ حال میں یہ اصرار کہ تقسیم سے پہلے والے اردو کے مراکز دہلی اور لکھنؤ کی تقلید کی جائے خطرناک ہو سکتا ہے۔ جس کی طرف اشارہ ڈاکٹر سید عبداللہ نے کیا ہے:

> "صحت زبان اور فصاحت ایک جوہر ہے لیکن جہاں مختلف عناصر آباد ہوں جن کی مادری زبانیں الگ الگ ہوں اور وہ محض وحدتِ قومی کی خاطر کسی غیر مادری زبانوں کو قومی زبان بنانے پر متفق ہو گئے ہوں وہاں کسی خاص محاورے کی تقدیس پر بے جا اصرار اور روزمرہ اور محاورہ کے معاملے میں غیر مادری اردو والے ادیبوں کی تحقیر، ملک کی لسانی وحدت کو پارہ پارہ کرنے پر منتج ہو سکتی ہے"[24]

یہ اقتباس زبان کی صحت اور فصاحت کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے جہاں افراد مختلف مادری زبانیں بولتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں جب ایک قوم قومی اتحاد کے باعث ایک ایسی زبان کو قومی زبان کے طور پر اختیار کرتی ہے جو اس کی مادری زبان نہیں ہے۔ یہ اصرار کرنا کہ وہ کسی ایسے خطے کی تقلید کریں جو اب اس ریاست پاکستان کا حصہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے خبردار کیا ہے کہ ایسا کرنے سے ملک کے لسانی اتحاد کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

محاورے اکثر معاشرے کی اقدار، عقائد اور ثقافتی تناظر کی عکاسی کرتے ہیں۔ جیسے ثقافتیں صدیوں میں تیار ہوتی ہیں بالکل اسی طرح محاورات بھی صدیوں کو محیط ہوتے ہیں۔ سماجی اصولوں میں تبدیلیاں، تکنیکی ترقی اور عالمی واقعات لوگوں کے اظہار کے انداز کو بدل دیتے ہیں جس سے موجودہ محاورات میں سے کچھ متروک ہو جاتے ہیں۔

متذکرہ بالا ماہرین کی رائے کی روشنی میں ایک بات تو واضح ہے کہ قیام پاکستان کے ساتھ ہی انہوں نے اس بات کو جان لیا تھا کہ یہاں کا اپنا محاورہ ہو گا۔ لکھنؤ یا دہلی کے محاورے کی تقلید محض جذباتیت ہے۔ کسی بھی دعویٰ کو اس کے نتائج کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے۔ محاورات چوں کہ صدیوں کو محیط ہوتے ہیں اس لیے ان میں تبدیلی دیکھنے کے لیے آپ کو سالوں کو دیکھنا پڑتا ہے۔ قیام پاکستان کو اب پچھتر سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے۔ ان ماہرین کی رائے کے تناظر میں پاکستان کے موجودہ محاورے کو دیکھا جائے تو اس کی بنیاد پاکستان ہے یعنی یہاں کا وطن ہے جو کلاسیکی محاورے سے بالکل مختلف ہے۔ رائج محاورے کی متروک ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ محاورہ جس کا وطن پاکستان نہیں تھا وہ آہستہ آہستہ غیر متعلقہ (Irrelevant) ہو گیا۔ ایسے محاورات ظاہر ہے لغت میں موجود ہیں اور اردو زبان کا حصہ رہیں گے۔ محاورات کا تعلق چوں کہ عوام کے ساتھ ہوتا ہے اس لیے وہی محاورے رائج ہوتے ہیں جو متعلقہ ہوتے ہیں، غیر متعلقہ محاورات متروک ہو جاتے ہیں۔

محاورات مخصوص معاشرے کی اقدار، روایات اور منفرد تجربات کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان کی جڑیں مقامیت میں بہت گہری ہوتی ہیں۔ وہ محاورات جن کی جڑیں اپنے وطن کی بجائے غیر زمین میں پیوست ہوں وہ جلد یا بدیر غیر متعلقہ ہو جاتے ہیں، ان کے متروک ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ محاورے کی بقا زمین اور معاشرے کے ساتھ جڑنے میں ہی ہے۔ وہ محاورات جن کا استعمال کم ہو گیا یا پوری طرح متروک ہو چکے ہیں ان کی مثالیں اور اسباب درج ذیل ہیں:

**فارسی کی ٹانگ توڑنا:** غلط فارسی بولنا[25]

ہر دور کی غالب زبان کا مقامی زبانوں پر اثر ورسوخ رہا ہے۔ ماضی میں فارسی ایک لسانی پاور ہاؤس کے طور پر موجود رہی ہے۔ اس نے اپنے ساتھ تعامل کرنے والی زبانوں پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ تاہم موجود دور کی غالب زبان انگریزی ہے۔ انگریزی کے عروج سے فارسی پس منظر میں چلی گئی ہے۔ ٹیکنالوجی، تجارت سمیت مختلف شعبوں میں انگریزی کی رسائی نے اسے عالمی مواصلات میں سب سے آگے کر دیا ہے۔ یہ محاورہ بھی فارسی کے غالبیت کے دور کا ہے۔ موجودہ دور میں غیر متعلقہ ہوتا محسوس ہوتا ہے۔

**اپنی رادھا کو یاد کرنا:** ایک دوسرے سے واسطہ نہ رکھنا[26]

رادھا ہندو مت میں ایک معروف اور قابلِ احترام شخصیت ہے۔ اس کا تعلق بھگوان کرشنا کے ساتھ جوڑا جاتا ہے اور اسے ان کی الہی ساتھی اور عقیدت اور محبت کا مظہر سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے ماحول میں یہ محاورہ غیر متعلقہ Irrelevant ہے کیونکہ اس کی جڑیں پاکستان کی زمین میں نہیں ہیں۔

**انڈا لڑانا:** ایک قسم کی جوا جو نوروز کے دن ہوا کرتی ہے جس کا انڈا دوسرے انڈے کو توڑ دیتا ہے وہ جیت جاتا ہے۔[27]

لفظ نوروز فارسی کے دو الفاظ کا مجموعہ ہے جس کے معنی ہیں نیا دن۔ نوروز 3000 سال سے زیادہ عرصے سے منایا جارہا ہے اور اسے دنیا کے قدیم ترین اور سب سے پسندیدہ تہواروں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ نوروز کی جڑیں قدیم فارس (جدید ایران) میں ہیں اور اس کا زرتشت سے گہرا تعلق ہے، جو فارسی سلطنت کے قدیم قبل از اسلام مذہب ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ متحدہ ہندوستان میں جوا کھیلنا ایک مروجہ عمل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ثقافت میں جوئے سے متعلق متعدد محاورات ملتے ہیں۔ انڈا لڑانا کے علاوہ جیسے "پو بارہ ہونا" قمار بازی میں جیت کا پانسہ پلٹنا وغیرہ شامل ہیں۔

**چوتھی کھیلنا:** دولہا شادی کے چوتھے روز اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ دلہن کے گھر جاتا ہے اور اپنی دلہن اور سالیوں کو سبز ترکاریوں اور پھلوں سے تفریحاً مارتا ہے اور وہ لوگ بھی اس کا جواب انہیں چیزوں سے دیتی ہیں۔[28]

اگرچہ ہندوستان اور پاکستان کی ثقافتی اور لسانی تاریخ مشترک ہے لیکن کچھ محاورات ایسے ہیں جو کسی خاص خطے کے لیے مخصوص ہیں اور سرحد پار ان کا استعمال بے معنی ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی یہ محاورہ چوتھی کھیلنا بھی ہے جو مخصوص ہندوستانی رسم ہے۔

**کھیرا ککڑی کرنا:** عورتوں کی زبان، بے دردی سے کوسنا، بے دھڑک کوسنا[29]

ہندوستان میں بہت سے علاقوں کی چوں کہ مادری زبان اردو ہے۔ وہاں کی عورتوں سے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ خالص زبان بولتی ہیں۔ عورتوں کی زبان میں محاورات کا استعمال عام ہے۔ اس لیے نسائی محاورات پر لغت بھی تیار کی جا چکی ہیں۔ پاکستان میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہاں کسی علاقے کی مادری زبان اردو نہیں ہے۔ اس لیے یہاں کی خواتین روزمرہ کی گفتگو میں محاورات کا استعمال کم کرتی ہیں۔ البتہ ہمارے معاشرے میں بھی خواتین سے متعلق محاورات ملتے ہیں۔

**اوڑھنی بدلنا:** عورتوں کی زبان ہے، بہناپا کرنا، بہن بنانا، عورت کو دوست بنانا[30]

اس کا تعلق بھی خاص ثقافت کے ساتھ ہے۔ ہمارے ہاں مردوں کا پگڑی بدلنا ایک عام رواج رہا ہے۔ اوڑھنی بدلنا یہ محاورہ ہمارا سیکھا ہوا تو ہو سکتا ہے لیکن عملی طور پر معاشرے میں رائج نہیں اور موجودہ دور میں متروک ہو چکا ہے۔

**بھس بھروانا:** قدیم زمانے میں ایک قسم کی سزا تھی کہ مجرم یا معتوب کو قتل کیا جاتا تھا اور اس کی کھال کھینچ کر بُھس بھروادیا جاتا تھا۔ اس قسم کی بے رحمی اس زمانے میں جائز تھی۔[31]

اس محاورے کا تعلق خاص زمانے سے ہے۔ موجودہ دور میں انسانی حقوق کی تنظیموں اور اس میڈیائی دور میں اس قسم کی بے رحمی کو سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ اگر کوئی شخص اس محاورے کا اس سے ملتی جلتی صورت حال کے اظہار کے لیے استعمال کرتا بھی ہے تو وہ اظہار مصنوعی لگتا ہے۔ اس کے استعمال سے اجنبیت کا احساس ہوتا ہے اپنائیت کا نہیں۔ اس لیے یہ محاورہ بھی ہمارے ماحول میں غیر متعلقہ ہونے کے باعث متروک ہو چکا ہے۔

**ٹاٹ الٹنا:** تجارت میں دیوالیہ ہونا۔ کاروبار کا بند ہو جانا۔ کاروبار میں نقصان ہونا۔[32]

تجارت کا پرانا طریقہ کار اب رائج نہیں رہا۔ اس لیے اس محاورے کا استعمال بھی بہت کم کیا جاتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ متروک ہو رہا ہے۔

**انتظار کھینچنا:**[33]

یہ محاورہ قدیم ادب میں آپ کو ہر جگہ ملے گا لیکن اپنے زمانے میں دیکھیں تو اب یہ کم ہو رہا ہے۔ پرانے محاورات کا استعمال کم ہو رہا ہے اور ان کی جگہ نئے محاورات لے رہے ہیں اگرچہ ان کی تعداد کم ہے۔

زبان اور محاورے اکثر جغرافیائی سیاسی سرحدوں سے ماورا ہوتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند جیسے خطوں کے اندر ثقافتی اور مذہبی تنوع مشترکہ لسانی تاثرات کا باعث ہے۔ تاہم تاریخی، سماجی اور سیاسی عوامل کی وجہ سے ایسی مثالیں موجود ہیں جہاں کچھ محاورات مخصوص مذہبی اور ثقافتی رسم و رواج کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ایسے محاورات جن کا تعلق ہندوستانی رسم و رواج اور ثقافت کے ساتھ بہت گہرا لیکن وہ پاکستانی رسم و رواج اور مذہب سے میل نہیں کھاتے اس لیے وہ محاورات یہاں غیر متعلقہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے محاورات پاکستان میں متروک ہو چکے ہیں یا آہستہ آہستہ ہو رہے ہیں۔

## نسوانی محاورے

ثقافتی تناظر میں زبان کا ظہور اور ارتقاء دلچسپ مظاہر ہیں جو سماجی تبدیلی کی عکاسی کرتے ہیں۔ متحدہ ہندوستان کے لسانی منظر میں اردو کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔ اس لسانی منظر نامے میں خواتین کی زبان کو اظہار کی ایک خالص شکل کے طور پر سمجھا جاتا تھا جس کی ثقافتی اور سماجی اہمیت تھی۔ خواتین سے منسلک خاص محاورے وہاں کی روزمرہ زبان کا لازمی حصہ تھے۔

قیام پاکستان کے بعد اس لسانی منظر نامے میں ایک اہم موڑ آیا جس نے نئی جغرافیائی سیاسی سرحدوں کے ساتھ ساتھ لسانی شناخت اور ترجیحات کو بھی بدل دیا۔ قیام پاکستان میں اُردو زبان کو قومی زبان کا درجہ دیا گیا جبکہ یہاں کے افراد کی مادری زبان مختلف ہے جو ملک کے مختلف حصوں میں اپنا اثر ورسوخ رکھتی ہیں۔ نتیجتاً یہاں کے لسانی منظر نامے میں تنوع آیا۔ اردو عوام کی طرف سے بولی جانے والی زبانوں میں سے ایک ہے۔

پاکستان میں خواتین کے لیے اس لسانی تنوع کے اہم مضمرات تھے۔ تقسیم سے پہلے کے ہندوستان کے برعکس پاکستان میں خواتین کی اکثریت اپنی مادری زبانوں کے طور پر اردو کے علاوہ دوسری زبانیں بولتی تھیں۔ جہاں متحدہ ہندوستان میں خواتین کی زبان کو خالص زبان سمجھا جاتا تھا جبکہ یہاں خواتین کی اُردو میں مہارت مردوں کی نسبت انتہائی کم ہے۔ اس خطے میں اس کی وجہ یہ ہے کہ خواتین کے میل جول معاشرے میں کم ہوتا ہے اور وہ پڑھی لکھی بھی کم ہیں۔ ان تبدیلیوں کے نتیجے میں نسائی محاوروں کی ایک زمانے میں پروان چڑھنے والی روایت ختم ہونے لگی۔ نئے حقوق نسواں کے محاوروں کی تشکیل بڑی حد تک بند ہو گئی اور موجودہ محاورے دھیرے دھیرے مبہم ہوتے گئے۔ اگرچہ ان محاوروں کی باقیات اب بھی لغات اور ادبی کاموں میں موجود ہیں لیکن وہ روزمرہ کی تقریر اور گفتگو سے بڑی حد تک غائب ہو چکے ہیں۔ نسوانی محاورات جو ہمارے معاشرے سے متروک ہو چکے ہیں یا جن کا استعمال کم ہو چکا ہے، درج ذیل ہیں:

**آٹے کی آپا:** یہ لفظ عورتوں کی زبان میں بیوقوف عورت کے لیے پیار سے بولتے ہیں۔[34]

**آٹے کا چراغ:** کسی ایسی اہم چیز کی نسبت عورتیں بولتی ہیں جس کو نہ ساتھ رکھا جاسکے اور نہ اپنے سے علیحدہ کیا جاسکے۔ پورا محاورہ یہ ہے کہ "آٹے کا چراغ گھر میں رکھوں تو چوہا کھائے باہر لاؤں تو کوا لے جائے، چراغ کا لفظ اس امر کی تشریح کرتا ہے کہ جس شے کے متعلق یہ جملہ بولا جارہا ہے وہ نہایت اہم اور گھر کے لیے چراغ کی طرح ضروری ہے "[35]

**آٹھ اٹھارہ کرنا** "تہس نہس کرنا، برباد کرنا۔ یہ محاورہ دہلی کا ہے۔اودھ میں اس کی جگہ " بارا بانٹ کرنا یا تین تیرہ کرنا" کہتے ہیں۔[36]

**آدھی سیسی** "سیس ہندی زبان میں سر کو کہتے ہیں جس سے یہ لفظ بنتا ہے۔ جس کے معنی آدھے سر کا درد یا دردِ شقیقہ ہے۔[37]

**آگے ناتھ پیچھے پگھا:** "ہندی میں "ناتھ" کے معنی ناک کے ہیں اور "پگھ "کا لفظ "دم" کے معنوں میں آتا ہے، مطلب اس کا یہ ہے کہ کسی مرد یا عورت کا تنھا دم ہو۔ نہ آگے کوئی ہو نہ پیچھے"[38]

**آنچل کترنا:** "عورتیں جب کسی دوسری عورت پر ٹونا یا ٹوٹکا کرتی ہیں تو اس کے پہنے ہوئے کپڑے کا آنچل کتر کر یا تو اس کو مسان میں دفن کر دیتی ہیں یا مرگھٹ پر جلا دیتی ہیں تاکہ اس عورت کو اولاد کا ضیاع ہو۔ جس کا آنچل کترا گیا ہے۔ فقرہ۔۔ توبہ کرو اس نے بھری محفل میں میرا آنچل کترا تھا"۔[39]

**تہارک کی روٹی:"** بد صورت عورت کے لیے بولتے ہیں، حالانکہ تہارک کی روٹی وہ روٹی ہوتی ہے جو مردے کے فاتحہ کے لیے پکائی جاتی ہے۔اور اس پر تبارک الذی پوری سورت پڑھی جاتی ہے"[40]

**حلوا کھائے:** "حلوا بظاہر بہت لذیز شے ہے دعوتوں میں پکتا ہے لیکن یہاں مراد اس مخصوص حلوے سے ہے جو شب برات میں مردوں کے فاتحے کے لیے بنایا جاتا ہے۔ جب عورتیں اپنے آپ کو کوستی ہیں تو کہتی ہیں کہ خدا کرے تو ہمارا حلوا کھائے یعنی ہم تیرے سامنے مر جائیں اور تو شب رات میں حلوا پکا کر فاتحہ کرے۔
یہ جملہ یا محاورہ ایسے غصے میں بولتی ہیں جو انتہائی محبت میں آئے نفرت کرنے والے کے لیے نہیں بولتی ہیں کیونکہ اس سے حلوہ پکا کر فاتحہ دینے کی کوئی توقع نہیں ہوتی۔[41]

**زناخی:** "زناخ کبوتر یا پرندے کے سینے کی ہڈی کو کہتے ہیں جس کے دو برابر کے پہلو ہوتے ہیں۔اس ہڈی کو توڑ کر جب دو عورتیں دوستی کا دم بھریں یا بہنوں کی طرح رہنے کا عہد کریں تو ان کو زناخی کہتے ہیں۔[42]

**صحنک سے اٹھ جانا:** "جن عورتوں سے متعلق یہ معلوم ہوتا تھا یا شبہ ہوتا تھا کہ وہ پاک دامن نہیں ہیں ان کو صحنک نہیں کھلائی جاتی تھی، وہ دستر خوان سے اٹھادی جاتی تھیں، ظاہر ہے یہ بات باعث رسوائی بدنامی تھی"[43]

**ضرورت ماری جانا:** "کوئی کام جو ضروری نہ ہو لیکن پھر بھی کیا جائے تو اس موقع پر طنزاً بولتی ہیں۔اگر پیسہ ٹکا ہاتھ میں نہ تھا تو شادی میں شرکت کی کیا ضرورت ماری جارہی تھی دکن میں اس موقع پر ٹھیس ماری جانا کہتے ہیں۔[44]

**منڈھا:"** دکن میں منڈوا کہتے ہیں، شادی بیاہ کے موقع پر گھر کی آنگن میں چوک بھر کر چار بانس کھڑے کرتے ہیں اس پر بیل یا پھول کی جھڑیوں کی چھت پڑتی ہے اسکو "مندھا چھوانا" کہتے ہیں، بیلیں منڈوے پر چڑھائی جاتی ہیں، اس کے اندر دلہا دلہن کو بٹھا کر شادی کی رسومات ادا کی جاتی ہیں، اس موقع پر جو گیت گائے جاتے ہیں ان کو بھی "منڈھا" کہتے ہیں۔[45]

**نگوڑا:"** گوڑ کے معنی میں پاؤں کے نگوڑے کے اصل معنی ہیں، جس کے پاؤں نہ ہوں لنگڑا، لیکن عورتیں یہ لفظ بد نصیب کم بخت کے معنوں میں بولتی ہیں، اپنی بیچارگی جتانے کے لیے خود کے لیے بھی استعمال کرتی ہیں۔[46]

عصری اردو میں گفتگو کے دوران نسوانی محاورات کے کم استعمال کے باوجود، محاورات ثقافتی تاریخ کا ایک اہم پہلو ہیں۔ یہ محاورے متحدہ ہندوستان کے معاشرے میں خواتین کے تجربات، نقطہ نظر، جدوجہد اور خواہشات کی عکاسی کرتے ہیں۔

## ج۔ نئے محاورات کی تشکیل: (Formation of new idioms)

سماجی لسانیات زبان اور معاشرے کے درمیان تعلق کے مطالعہ کا نام ہے۔ یہ مطالعہ اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ کس طرح زبان سماج کے اندر کام کرتی ہے اور ان سماجی عوامل جس میں ثقافت، نسل، طبقے، جنس اور تعلیم کا مطالعہ ہے جس سے زبان متاثر ہوتی ہے۔ سماجی ماہر لسانیات زبان اور معاشرے کے درمیان متحرک تعامل کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے مطابق زبان ایک جامد وجود نہیں بلکہ سماجی ڈھانچے کی تشکیل میں ایک اہم ٹول ہے۔

سماجی لسانیات کا ایک اہم کام لسانی تغیرات کا جائزہ لینا بھی ہے۔ یہ تجزیہ کرنا کہ کس طرح مختلف سماجی گروہ زبان کو مختلف طریقوں سے استعمال کرتے ہیں۔ ماہر لسانیات زبان کے رویوں اور نظریات کی بھی چھان بین کرتے ہیں۔ متنوع معاشروں میں زبان کے تغیرات کا مطالعہ کرنے سے سماجی لسانیات انسانی مواصلات کی پیچیدہ اور کثیر جہتی نوعیت کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کرتی ہے۔ جن میں زبان سماجی شناخت اور تعاملات کی عکاسی کرتے ہوئے تشکیل پاتی ہے۔

پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس کی ہر صوبے کی اپنی ایک زبان ہے جبکہ اس کی قومی زبان اردو ہے جو پوری قوم کے درمیان رابطے اور اتحاد کی علامت ہے۔ ہر صوبے کی اپنی الگ زبان اور ثقافت ہے۔ علاقائی تنوع کے باوجود ایک مشترکہ پاکستانی ثقافت ہے جو لسانی اور صوبائی سرحدوں سے بالاتر ہے۔ مختلف تہذیبوں کے

ساتھ تاریخی تعاملات، اسلامی ورثے اور جدوجہد آزادی نے اس مشترکہ شناخت کو تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

اردو قومی زبان ہونے کے ناطے ایک لسانی پُل کا کام کرتی ہے جس نے متنوع لسانی علاقوں کے درمیان رابطے کو یقینی بنایا ہوا ہے۔ تعلیم، میڈیا اور سرکاری مواصلات میں اردو کا بنیادی کردار ہے۔ اردو زبان پاکستان کے لوگوں میں اتحاد کے احساس کو جنم دیتا ہے۔ اردو زبان کا حلقہ کسی خاص علاقے تک محدود نہیں بلکہ سارے پاکستان پر حاوی ہے۔ معین الدین عقیل کے بقول:

"اردو کے حلقہ اثر اور اس کی افہام و تفہیم کا دائرہ کسی ایک علاقے یا جماعت تک محدود نہیں بلکہ سارے پاکستان پر حاوی ہے۔۔۔ تمام پاکستانیوں کی گو عام فہم مفہوم میں مادری زبان نہیں لیکن اپنی وسعت، اپنی افادیت، اپنی اہمیت، مقبولیت اور اپنے استعمال کے باعث اس کی حیثیت مادری زبان ہی کی ہے۔"[47]

جناب معین الدین عقیل کی یہ رائے پاکستان میں اردو کے بڑے پیمانے پر اثر اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ روایتی معنوں میں اردو پاکستانیوں کی مادری زبان نہ ہونے کے باوجود، اس کی اہمیت، مقبولیت اور ضرورت نے اسے پوری قوم کے لیے مادری زبان کا درجہ دے دیا ہے۔ یہ پہچان پاکستان کے اندر رابطے، ثقافت اور شناخت میں اردو کے مرکزی کردار کی نشان دہی کرتی ہے جو اسے ایک لسانی قوت کے طور پر سامنے لاتی ہے جو ملک کی دیگر زبانوں کو بھی جوڑے ہوئے ہے۔

میٹرولنگولزم سماجی لسانیات کے اندر ایک ذیلی فیلڈ ہے جو میٹروپولیٹن علاقوں کے تناظر میں زبان کی تشکیل کی پیچیدگیوں کا ظاہر کرتی ہے۔ میٹرولنگولزم شہری ماحول میں زبان کے استعمال کا مطالعہ ہے جہاں لسانی تنوع آپس میں مل جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں زبان ارتقاء پذیر ہوتی ہے۔ متنوع ثقافتی، سماجی اور اقتصادی پس منظر کا امتزاج ایک بھرپور لسانی ماحول، ہائبرڈ بولیوں اور لغوی اختراعات کو جنم دیتا ہے۔ میٹرولنگوسٹکس مختلف لسانی نمونوں کی تشکیل، ہجرت، عالمگیریت اور کثیر الثقافتی تعاملات کے اثرات کا جائزہ لیتی ہے۔ میٹرولنگولزم زبان اور شہری ماحول کے درمیان پیچیدہ تعلقات، برادریوں اور معاشروں پر اس کے اثرات کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔

لسانی توسیع سے مراد کسی زبان کے نئے جغرافیائی یا سماجی ڈومینز میں پھیلنا ہے۔ اکثر ہجرت، نئے شہروں کا بننا اور دیگر سماجی عمل کے نتیجے میں میٹرولسانیات کے تناظر میں لسانی توسیع کی مختلف صورتیں ہوسکتی

ہیں۔ علاقائی زبانوں کے ساتھ قومی زبان اردو کا امتزاج ایک متحرک لسانی عمل ہے جو ملک کی کثیر الثقافتی اور کثیر لسانی شناخت کی عکاسی کرتا ہے۔ اس متحرک لسانی منظر نامے میں نئے محاورے تشکیل پاتے ہیں جو مختلف زبانوں سے رس لیتے ہوئے علاقائی حدوود سے تجاوز کرتے ہیں۔ یہ لسانی تعامل نہ صرف روزمرہ کی گفتگو میں ذائقہ بڑھاتا ہے اور شہروں کے اندر تشکیل پانے والی زبان کو تقویت بخشتا ہے جہاں الگ الگ لسانی اور ثقافتی پس منظر رکھنے والے افراد اکھٹے ہو کر ایک مشترکہ بیانیہ تخلیق کرتے ہیں۔

محاورے اردو سمیت کسی بھی زبان کا لازمی حصہ ہیں۔ وہ زبان میں رنگ، ذائقہ اور ثقافتی اہمیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اردو اخبارات میں پیچیدہ خیالات کو اختصار اور تخلیقی انداز میں پیش کرنے کے لیے محاورے کثرت سے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اردو ایک بھرپور ادبی اور ثقافتی روایات کی حامل زبان ہونے کے ناطے، کلاسیکی شاعری، لوک داستانوں اور تاریخی متون سے اخذ کردہ محاوروں کا ایک وسیع ذخیرہ لیے ہوئے ہے۔ اخبارات میں عام طور پر رسمی لہجے کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ اردو اخبارات کے ذریعے ہم پاکستان میں نئے تشکیل پانے والے محاورات کا مطالعہ کرتے ہیں جس کے دو بنیادی تناظرات ہیں۔

1۔ نئے تشکیل پانے والے محاورات کا سماجی تناظر

2۔ نئے تشکیل پانے والے محاورات کا لسانی تناظر

## نئے تشکیل پانے والے محاورات کا سماجی تناظر: (Social Context of Newly Formed Idioms)

نئے محاوروں کی تشکیل ایک دلچسپ عمل ہے جو زبان کی متحرک نوعیت اور معاشرے سے اس کے قریبی تعلق کی عکاسی کرتا ہے۔ محاورے ایسے تاثرات یا جملے ہیں جن کے معنی براہ راست انفرادی الفاظ سے اخذ نہیں کیے جاتے لیکن ان کا ایک علامتی معنی ہوتا ہے جو کسی زبان کے مقامی بولنے والوں کو زیادہ سمجھ آتا ہے۔ معاشرہ کئی طریقوں سے محاوروں کی تخلیق اور ارتقاء میں اپنا بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔

محاورے اکثر ثقافتی اور سماجی تجربات سے نکلتے ہیں ان کی جڑیں تاریخی واقعات، مقبول ثقافت، ادب یا یہاں تک کہ مخصوص ذیلی ثقافتوں میں ہوتی ہے۔ جیسے جیسے معاشرہ نئے حالات کا تجربہ کرتا ہے یا نئے خیالات کا سامنا کرتا ہے محاورے ان تصورات کو ایک جامع اور متعلقہ انداز میں بیان کرنے کے لیے تشکیل پاتے ہیں۔ نئے محاورات کی تشکیل اکثر ثقافتی اور سماجی عوامل سے متاثر ہوتی ہے کیونکہ زبان کی جڑیں اسی معاشرے

میں گہری ہوتی ہیں جس میں یہ ترقی کرتی ہے۔ محاورات کی تشکیل میں تاریخی واقعات کا بھی کلیدی کردار ہوتا ہے۔ مختلف تاریخی واقعات، جنگیں، انقلابی یا سماجی تحریکیں نئے محاورات کی تخلیق میں اہم کردار ادا کرتے ہیں جو اس دور میں لوگوں کے تجربات اور جذبات کی نمائندگی کرتے ہیں۔

زبان کا ارتقاء بنیادی طور پر اس ماحول سے جڑا ہوتا ہے جس میں وہ بولی جارہی ہوتی ہے۔ زبان کوئی جامد شے نہیں ہے بلکہ ایک متحرک نظام ہے جو اپنے استعمال کنندگان کی ضروریات اور تجربات کی بنیاد پر اپنے آپ کو ڈھالتا ہے۔ ماحول زبان کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ نئے الفاظ اور لسانی تاثرات، تکنیکی ترقی اور ثقافتی تبدیلیوں کے بدلتے ہوئے منظر نامے کے رد عمل کے طور پر وجود میں آتے ہیں۔ سماجی اور سیاسی ماحول ایسے الفاظ کی تخلیق میں معاون ہوتا ہے اور زبان کی تشکیل دستیاب مواد پر ہو رہی ہوتی ہے۔ سجاد بلوچ کے مطابق:

> "وہ تبدیلیاں جنھیں زبان کا حصہ بنالیا جاتا ہے، ہر نئی نسل کے ساتھ قانونی ہو جاتی ہیں۔ یعنی بچے جو زبان سیکھ رہے ہوتے ہیں، وہ دستیاب مواد کی بنیاد پر سیکھتے ہیں اور ان کی اس مواد کی تشریحات زبان کی نئی بنیادی حالت بناتی ہیں، ایک ایسی حالت جو خود مزید تبدیلیوں کی طرف جاتی ہے۔ جب یہ تبدیلیاں اکھٹی ہوتی ہیں تو مختلف گروہوں کی زبانیں زیادہ سے زیادہ پھیلتی ہیں۔"48

زبان کا ارتقاء نسلی تبدیلیوں کے ساتھ بڑا مضبوطی سے جڑا ہوتا ہے۔ ہر نئی نسل کی جانب سے اپنائی جانے والی لسانی اظہار میں تبدیلیاں آہستہ آہستہ لسانی ساخت میں جگہ بنا لیتی ہیں۔ بنیادی طور پر جیسے ہی بچے زبان میں مہارت حاصل کرتے ہیں وہ موجودہ لسانی مواد پر انحصار کرتے ہیں۔ کسی بھی زبان کی زندگی اور ارتقاء اس کے عوامی استعمال میں ہے۔ ادب لسانی ترقی کی تشکیل میں ایک اہم جز کی حیثیت رکھتا ہے۔ عوامی سطح پر بولی جانے والی زبان ثقافتی، سماجی اور تاریخی عوامل کے متحرک تعامل کی عکاسی کرتی ہے۔ فہمیدہ بیگم کے مطابق:

> "حقیقت تو یہ ہے کہ ادب زبان کا ایک جز ہوتا ہے کل نہیں اور کوئی بھی زبان صرف ادب کے بل بوتے پر زندہ رہ کر ترقی نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ اسے عوام کی زندگی کے ہر شعبے سے جوڑا نہ جائے۔ عوام کی اکثریت ہی زبان کے فروغ اور ارتقاء کا باعث بنتی ہے۔ زبان کی ترقی کا مسلہ صرف ادیبوں اور شاعروں سے حل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ زندگی کے مختلف شعبہ جات کے متعلق ماہرین کا بھی دخل نہ ہو۔ جب کوئی زبان ماہرین کی زبان ہونے کے ساتھ ساتھ پیشہ وروں، مختلف شعبوں کے چھوٹے فن

کاروں، مزدوروں اور کسانوں کے بھی اظہارِ خیال کا ذریعہ بن جاتی ہے تو اس میں وسعت کے ساتھ ساتھ سمندر کی سی گہرائی آجاتی ہے اور زبان کے اندر جب یہ پیدا ہو جاتا ہے تو زبان افہام و تفہیم کے ساتھ وسیع تر آبادی کی کفالت کا ذریعہ بن جاتی ہے کیوں کہ کسی بھی زبان کا عوام سے رشتہ ہی زبان کی زندگی اور بقا کا ضامن ہوتا ہے۔ زبان کی ترقی کے سلسلے میں اس حقیقت کو قبول نہ کیا جائے تو اس زبان کی ترقی کے منصوبے تشنہ، نامکمل اور ناقص ثابت ہوں گے "۔[49]

زبان کی تشکیل صرف ادب کے ذریعے نہیں ہوتی بلکہ لوگوں کی زندگیوں کے تمام پہلوؤں میں اس کی نشو و نما ہوتی ہے۔ آبادی کی اکثریت زبان کی ترقی اور ارتقاء میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ کسی بھی زبان کے پنپنے کے لیے اسے پیشہ ور افراد، کاریگروں، کارکنوں، کسانوں اور متنوع شعبوں کے ماہرین کے اظہار کا ذریعہ بننا چاہیے۔ یہ جامع اختصار زبان کی گہرائی کو بیان کرتا ہے۔ زبان جب اکثریتی آبادی کے لیے قابل قبول ہوتی ہے تو وہ متنوع معاشروں کے لیے افہام و تفہیم کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

زبانیں ثقافتی شناخت کی بھی نمائندہ ہوتی ہیں۔ پاکستان میں مرکزی ثقافت کی شناخت کی نمائندہ زبان اردو ہے۔ قومی زبان ہونے کے ناطے اردو کو اجتماعیت کی علامت بھی سمجھا جاتا ہے جو ملک کے متنوع لسانی اور ثقافتی منظر نامے کو بیان کرتی ہے۔ اس طرح پاکستان میں اردو کی اہمیت لسانی افادیت سے بالاتر ہو جاتی ہے جو قوم کی اجتماعی شناخت کی نمائندگی کرتی ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کے بقول:

"ہر زبان اپنا ایک مخصوص کلچر رکھتی ہے اس لیے ملک میں جتنی زبانیں رائج ہوتی ہیں اتنے ہی ان کے کلچر ہوتے ہیں۔ لیکن قومی کلچر ان تمام کلچروں کا مجموعہ نہیں بلکہ ان سب کا ست یا نچوڑ ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا آئینہ ہوتا ہے۔ جس میں تمام علاقائی کلچروں کا عکس دیکھا جا سکتا ہے اور اس قومی کلچر کی واحد نمائندہ قومی زبان ہوتی ہے۔"[50]

ہر زبان کی اپنی مخصوص ثقافت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ اس ملک میں بولی جانے والی زبانوں کی بھی اپنی ثقافت ہوتی ہے۔ قومی ثقافت ان تمام ثقافتوں کا مجموعہ نہیں بلکہ ان سب کو نچوڑ ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسے آئینے کی مانند ہے جس میں تمام علاقائی ثقافتوں کا عکس دیکھا جا سکتا ہے اور اس قومی ثقافت کی واحد نمائندہ قومی زبان اردو ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کے مطابق قومی زبان نہ صرف اس قومی ثقافت کی بنیادی نمائندہ ہے بلکہ یہ

پوری قوم کی مشترکہ تاریخ،اقدار اور اجتماعی شناخت کی بھی نمائندہ ہے۔اردو زبان کی فضیلت اس کی مرکزیت میں ہے۔ڈاکٹر سید عبداللہ کے مطابق:

"بعض لوگ اردو کی اس غیر معمولی حیثیت کو اس کی قومی حیثیت کے خلاف ایک دلیل بناتے ہیں مگر میرے نزدیک اردو کی سب سے بڑی فضیلت بھی یہی ہے کہ وہ کسی ایک علاقے کی زبان نہیں بلکہ ایک لحاظ سے ہر علاقے کی زبان ہے۔ کیونکہ اس کا کسی علاقے کی زبان سے تعارض نہیں۔ تاریخی اعتبار سے اردو ہی دراصل پوری قوم اور پورے پاکستان بلکہ ایک حد تک پورے ہندوستان کی زبان ہے اور پاکستانی قومیت کی تاریخ کی واحد ترجمان تو اردو اور صرف اردو ہی ہے"[51]

پاکستان میں اردو کی منفرد حیثیت اس کی مرکزیت کے باعث ہے جو اسے قومی حیثیت کے تناظر میں علاقائی حدود سے بالاتر کرتی ہے۔اردو ایک ایسی زبان ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ ارتقاء کے عمل سے گزری ہے۔اس میں فارسی، عربی اور مختلف علاقائی زبانوں کے عناصر شامل ہیں۔اس کا رسم الخط فارسی رسم الخط پر مبنی ہے لیکن اس میں ہندی اور دیگر علاقائی زبانوں کے الفاظ کی بھی خاصی تعداد شامل ہے جو اس کے لسانی امتزاج کو ممتاز بناتی ہے۔ درج بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اردو کی سب سے بڑی خوبی اس کا کسی خاص علاقے کے لیے مخصوص نہ ہونا ہے۔ یہاں ہر شخص اردو کو مختلف خطوں کی زبانوں سے متصادم نہ ہونے کے باعث اپنی زبان سمجھتا ہے۔ مختلف لسانی اور ثقافتی پس منظر میں اس کی موافقت اور قبولیت اسے ایک ایسی زبان بناتی ہے جو متنوع خطوں کے لوگوں کے لیے قابل قبول ہے۔

## محاورات کی تشکیل میں مقامی زبانوں بالخصوص پنجابی زبان کا اشتراک: (Contribution of local languages, especially Punjabi, in the formation of idioms)

نئے محاوروں کی تشکیل میں مقامی زبانیں نمایاں کردار ادا کرتی ہیں۔ محاورے کسی بھی زبان کا لازمی حصہ ہوتے ہیں اور اکثر کسی خاص علاقے یا کمیونٹی کی ثقافت اور تاریخ میں ان کی جڑیں بہت گہری ہوتی ہیں۔ مقامی زبانیں ثقافتی اور تاریخی حوالوں سے مالامال ہیں جو کسی مخصوص علاقے یا کمیونٹی کے لیے مخصوص ہیں۔ محاورے اکثر اوقات لوگوں کے عقائد، روایات اور رسم و رواج کی عکاسی کرتے ہیں۔ جیسے جیسے ثقافتی تصورات بنتے ہیں اور نئے واقعات سامنے آتے ہیں، ان حالات میں نئے محاورے تخلیق ہوتے ہیں جو ان تبدیلیوں کے عکاس ہوتے ہیں۔

جب مختلف لسانی پس منظر کے لوگ آپس میں بات چیت کرتے ہیں تو وہ اپنی مقامی زبان سے رابطے کی زبان میں یا شہر میں بولی جانے والی زبان میں محاورات کا ترجمہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ لغوی تراجم نئے محاوروں کی تشکیل کا باعث بنتے ہیں۔ ان سے ایسے محاورے بھی بنتے ہیں جو پہلے سے کسی زبان میں موجود نہ ہوں۔ نئے محاورات اکثر دونوں زبانوں کے ثقافتی عناصر کا امتزاج ہوتے ہیں۔

شہر کی زبان جسے رابطے کی زبان بھی کہا جا سکتا ہے شہری علاقوں یا میٹروپولیٹن علاقوں میں بہت سے الفاظ، فقرے یا محاورے مقامی زبانوں کے شامل ہو گئے ہیں۔ یہ بنیادی طور پر شہر میں رہنے والی متنوع آبادی کے ذریعے بولی جانے والی مختلف زبانوں اور بولیوں کا امتزاج ہے۔ شہر میں زیادہ تر مختلف علاقوں اور ثقافتی پس منظر سے تعلق رکھنے والے لوگ رہتے ہیں۔ نتیجتاً وہ لوگ ایک دوسری کی زبانوں سے الفاظ یا تاثرات مستعار لیتے ہیں جس سے ایک منفرد شہری زبان وجود میں آتی ہے جو شہر کے تنوع کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ رجحان غیر معمولی نہیں ہے بلکہ دنیا کے تمام بڑے شہروں میں یہ رجحان موجود ہے۔ شہر کی زبان مواصلات کی ایک متحرک صورت ہے جو شہری ماحول کے اندر بدلتے ہوئے ثقافتی اثرات کے مطابق ہوتی ہے اور شہری ثقافت کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے۔ جہاں مختلف پس منظر کے لوگ اکھٹے ہوتے ہیں اور شہر کے لسانی منظر نامے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ پنجابی زبان سے تشکیل پانے والے محاورات جو اخبارات کی زبان کا حصہ ہیں:۔

**ہتھ ہولا رکھنا**[52]

بنیادی طور پر یہ پنجابی کا محاورہ ہے جو اردو میں استعمال ہو رہا ہے۔ ابتدائی طور پر اسے اردو میں ترجمہ کر کے استعمال کیا جاتا رہا (ہاتھ ہلکا رکھنا) جس سے مفہوم کی ادائیگی ہو جاتی ہے لیکن اب اردو اخبارات میں پنجابی محاورہ جیسا ہے ویسا ہی استعمال ہو رہا ہے۔

ہتھ ہولا رکھنا جس کا مطلب ہے معمولی سرزنش کرنا، زیادہ سختی سے پیش نہ آنا۔ اس کا استعمال موقع محل کی مناسبت سے ہوتا ہے مثلاً سکولوں میں "مار نہیں پیار" سے پہلے کے دور میں پہلے جب والدین بچوں کو سکول داخل کرواتے تھے اور بچہ جسمانی طور پر اور ذہنی طور پر کمزور ہوتا تھا تو وہ استاد سے باقاعدہ درخواست کرتے تھے کہ "ہتھ ہولا رکھنا" یعنی زیادہ سختی سے پیش نہ آنا۔ اسی طرح اگر کسی شخص کے ساتھ تھانے کچہری کے معاملات پیش آ جائیں تو باقاعدہ سفارشیں کرائی جاتی ہیں کہ تفتیشی دوران تفتیش ہتھ ہولا رکھے۔ اس محاورے کا تعلق ہمارے سماج کے ساتھ ہے اس کے دیگر بہت سے استعملات بھی ہیں یہاں وضاحت کے لیے دو عمومی مثالیں درج کی ہیں۔

## گونگلو سے مٹی جھاڑنا[53]

یہ محاورہ ہمارے معاشرے کے افراد کے دوغلے پن کو ظاہر کرتا ہے بظاہر آپ کسی کام کو کرنے میں دلچسپی رکھتے ہوں اور سامنے آپ کوشش بھی کر رہے ہوں لیکن یہ ساری کوششیں صرف دکھاوے کے لیے ہوں۔ اس کام کے ہونے یا نہ ہونے سے آپ کو کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔ ایک مثال دیکھیں آپ نے سگریٹ کی ڈبی پر دیکھا ہوگا کہ حکومت کی جانب سے اس پر انتباہ درج کیا گیا ہے کہ 'تمباکو نوشی کا استعمال'' منہ کے کینسر کا سبب بن سکتا ہے۔ اس انتباہ کو ہم گونگلو سے مٹی جھاڑنے کے سوا کچھ نہیں سمجھتے کیونکہ حکومت کی جانب سے تمباکو نوشی کی روک تھام کے لیے کوئی سنجیدہ کوشش نظر نہیں آتی۔ اس محاورے کے استعمال کا ایک اور پہلو بھی ہے آپ جب دو فریقوں کے درمیان صلح صفائی کروا رہے ہوں اور ان کے درمیان رنجش کی وجہ کو نظر انداز کر رہے ہوں تو آپ کا مقصد معاملے کو حل کرنا نہیں بلکہ صرف دکھاوے کی کوشش کر کے ''گونگلو سے مٹی جھاڑنا'' مقصود ہوتا ہے۔

## ٹھیک ٹھاک لتاڑنا[54]

یہ محاورہ ایسے وقت بولا جاتا ہے جب کسی شخص کو کوئی ذمہ داری سونپی جائے تو وہ کام وہ کسی ڈھنگ سے یا سلیقے سے نہ کر پائے تو اس کے جواب میں کام دینے والا شخص اس سے سختی کے ساتھ پیش آتے ہوئے اس کی ضرورت سے زیادہ سرزنش کر دے۔ اس شخص پر چڑھائی کر دے کہ تم سے کوئی کام ڈھنگ سے نہیں ہوتا۔ ذمہ دار شخص پر جو چڑھائی ہے یا اس کی جو سرزنش ہے اسے اس کو ٹھیک ٹھاک لتاڑنا کہتے ہیں۔ کسی کو نصیحت کرنے کی بجائے اس کی سرزنش کرنے پر یہ محاورہ بولا جاتا ہے۔

## ڈنگ ٹپانا[55]

اس محاورے کا استعمال بالخصوص حکومتی پالیسیوں پر تنقید کرتے ہوئے ہوتا ہے۔ حکومتیں طویل المدتی منصوبے بناتے ہوئے نظر نہیں آتیں۔ وہ ایسی پالیسیاں بناتی ہیں جس کا فوری فائدہ حکومتی پارٹی کو ہو یا زیادہ سے زیادہ آنے والے الیکشن میں اس کا فائدہ ہو جائے۔ ایسی پالیسیاں جن کا مقصد صرف اپنی پارٹی کو یا اپنی ذات کو پہنچانا ہو عوام کی فلاح مقصود نہ ہو تو اس وقت ان کے لیے یہ محاورہ ''ڈنگ ٹپانا'' استعمال ہوتا ہے۔ آج کل بطور خاص گرتی ہوئی معیشت کے معاملے میں یہ محاورہ بولا جاتا ہے کہ حکومت کی ڈنگ ٹپاؤ پالیسی سے معیشت کو

نہیں سنبھالا جا سکتا۔ کیونکہ ایسی حکومتوں کا مقصد کسی فلاحی ریاست کا قیام نہیں بلکہ اپنے دن گزارنا یا پورے کرنا ہوتا ہے۔

## محاورات کی تشکیل کے سیاسی عوامل: (Political Factors in the Formation of Idioms)

نئے محاورات کی تشکیل میں در حقیقت سیاسی عوام سمیت بہت سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ زبان اس معاشرے کی عکاسی کرتی ہے جس میں اسے استعمال کیا جاتا ہے اور سیاست معاشرتی حرکیات کا ایک اہم پہلو ہے۔ سیاسی واقعات، نظریات اور اعداد و شمار لوگوں کے تاثرات اور گفتگو کو تشکیل دیتے ہیں جس سے نئے محاوراتی تاثرات پیدا ہوتے ہیں جو ان تصورات کے اظہار میں آسانی پیدا کرتے ہیں۔

سیاسی تحریکیں اور نظریات زبان میں نئی اصطلاحات اور تصورات متعارف کرواتے ہیں۔ جیسے جیسے یہ تصورات اجتماعی شعور میں پختہ ہوتے جاتے ہیں وہ نئے محاوروں کی تخلیق کا باعث بنتے ہیں جو مخصوص سیاسی نظریات کا اظہار کرتے ہیں۔ اردو اخبارات میں استعمال ہونے والے امکانی محاورات جو سیاسی عوامل سے تشکیل پائے ہیں:

### مکو ٹھپنا[56]

بنیادی طور پر یہ پنجابی زبان کا محاورہ ہے۔ جو اب اردو اخبارات میں استعمال ہو رہا ہے اس محاورے کا مفہوم ٹھکانے لگانا یا سبق سکھانا کا ہے۔ مکو ٹھپنا یعنی کام تمام کرنا۔ یہ محاورہ اپنے مخالفین کا کام تمام کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ہماری سیاسی جماعتیں اپنی مخالف پارٹی کا مکو ٹھپنا ہی اپنا اولین مقصد سمجھتی ہیں۔ محاورے کا استعمال صرف سیاست کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ معاشرے میں ہر طبقے کے افراد اس محاورے کا استعمال کرتے نظر آتے ہیں۔

### مچھلی مارکیٹ بننا[57]

اس محاورے کا تعلق ہمارے سیاسی نظام سے ہے، خصوصی طور پر اس کا تعلق صوبائی اور قومی اسمبلیوں کے اجلاسوں میں ہونے والی افرتفری، ہنگامہ خیزی، بدتمیزی اور بدتہذیبی کے ساتھ ہے۔ اسمبلیوں میں ہونے والی اس ہنگامہ خیزی کو الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر مچھلی مارکیٹ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ کیونکہ مچھلی مارکیٹ میں لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے بھی اسی طرح کے منظر دیکھنے کو ملتے ہیں جس کی منظر کشی اسمبلیوں میں ہوتی ہے۔

### تنظیم سازی کرنا[58]

تنظیم سازی کے مختلف مراحل ہوتے ہیں مثلاً کام کی شناخت، تقسیم اور مقاصد کا جائزہ لینا، کام اور وسائل تفویض کرنا اور نتائج کا اندازہ لگانا۔ یہ مجازی استعمال کے سبب محاورے کی خوبیاں لیے ہوئے ہے۔ محاورے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے کثرت الاستعمال کے سبب اس کے معانی اور مفہوم سے معاشرے کے ہر طبقے کے افراد اس سے واقف ہوں۔ پہلے ادوار میں محاورات کے عوام میں رائج ہونے میں وقت لگتا تھا کیونکہ وہ محاورات ادبی تحریروں اور اخبارات میں استعمال کے سبب لوگوں تک پہنچتا تھا اور تحریروں میں مسلسل استعمال سے اپنے مخصوص معنی کے سبب عوام میں رائج ہو جاتا تھا لیکن موجودہ دور میں ٹیکنالوجی کے ترقی کے سبب معاملہ مختلف ہے۔ اب سوشل میڈیا، اخبارات اور ذرائع ابلاغ کے دیگر ذرائع کے سبب عوام میں تیزی سے رائج ہو جاتا ہے۔ یہی کچھ اس محاورے "تنظیم سازی کرنا" کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ اس محاورے کے پس منظر میں ایک سیاسی واقع ہے۔ اس واقعے کی مخالف سیاسی پارٹیوں اور عوام نے خوب تشہیر کی اور اسی سبب یہ محاورہ "تنظیم سازی کرنا" اپنے حقیقی معنی کی بجائے مجازی معنی میں استعمال ہونے لگا۔ اس ذو معنی/مجازی معنی کے استعمال کے سبب ہم "تنظیم سازی کرنا" کو امکانی محاورہ کہہ سکتے ہیں۔ اگر اس کا استعمال انہی معنوں میں ہوتا رہا تو یہ مستقل محاورے کا درجہ حاصل کر لے گا بصورتِ دیگر یہ محاورات کی فہرست سے متروک ہو جائے گا۔

### سیاست زدہ ہونا[59]

یہ محاورہ ان اداروں کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کی کارکردگی سیاسی مداخلت کے سبب متاثر ہوتی ہے۔ ان کے فیصلے انصاف کی بجائے مقتدر سیاسی پارٹیوں کی منشا کے مطابق ہوتے ہیں۔ یہ محاورہ "سیاست زدہ" زیادہ تر ہمارے ادارے نیب سے متعلق بولا جاتا ہے کہ ہمارا نیب سیاست زدہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نیب کا رویہ ایک جیسے مقدمات میں ایک جیسا نہیں ہوتا، کچھ مقدمات میں نیب پورا زور لگاتا ہے اور کچھ کو پوچھتا تک نہیں۔ ہماری بیوروکریسی سے متعلق بھی محاورے "سیاست زدہ" کا استعمال ہوتا ہے اس لیے کہ افسران کی تقرریاں، برطرفیاں اور ترقیاں اصولوں کے مطابق ہونے کی بجائے صوابدیدی اختیار استعمال کرتے ہوئے ہوتی ہیں۔ اس کے بعد افسران کی جانب سے جائز و ناجائز کام کرنے کے سبب بیوروکریسی پر بھی سیاست زدہ ہونے کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔

## تھر تھلی مچانا[60]

سنسنی پھیلانے والے شخص کے بارے میں یہ محاورہ "تھر تھلی مچانا" استعمال ہوتا ہے۔ زیادہ تر یہ محاورہ ہمارے ان صحافی دوستوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو صحافت کے بنیادی اصولوں سے بھی ناواقف ہیں۔ اور کسی بھی واقعے کو احسن انداز میں رپورٹ کرنے یا پیش کرنے سے زیادہ سنسنی پھیلانے پر یقین رکھتے ہیں۔ اس سنسنی پھیلانے کے شوق کی وجہ سے ان کے لیے یہ محاورہ "تھر تھلی مچانا" بولا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کچھ لوگ معمولی باتوں کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور بلاوجہ کی سنسنی پھیلا دیتے ہیں ان کے لیے بھی یہ محاورہ بولا جاتا ہے۔

## انت مچانا[61]

یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کام کے کرنے میں اخیر کر دی جائے مثلاً ہمارے جو فن کار ہیں وہ اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کریں کہ اس سے بہتر کارکردگی کبھی کسی نے نہ دیکھی ہو۔ اس وقت یہ محاورہ بولا جاتا ہے کہ فلاں نے تو آج انت مچا دی ہے۔ یہ محاورہ دیگر مواقع پر بھی استعمال ہوتا ہے جب کوئی کھلاڑی کھیل کے دوران ایسا کھیل پیش کر دے تو اس کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ اسی طرح کسی بھی شعبے میں اعلیٰ ترین کارکردگی یا غیر معمولی کارکردگی دکھانے پر یہ محاورہ بولا جاتا ہے۔

اس محاورے کا ایک استعمال اور بھی ہے مثلاً ہماری مارکیٹوں میں کاروباری حضرات اپنی چیزوں کے دام بہت زیادہ بڑھا دیتے ہیں یا جو حکومتی ریٹ مقرر ہیں اس سے اپنی مرضی سے تجاوز کرتے ہوئے عوام کو مہنگے داموں چیزیں فروخت کر رہے ہوتے ہیں تو ان کے لیے بھی یہ محاورہ بولا جاتا ہے کہ فلاں سبزی فروش یا کسی بھی کاروباری شخص کے لیے جو ایسا کرتا ہے کے لیے بولا جاتا ہے کہ اس نے تو انت مچا رکھی ہے۔

## ہارس ٹریڈنگ کرنا[62]

کیمرج ڈکشنری کے مطابق اس کا مطلب ہے "وہ غیر رسمی بات چیت جس میں دو پارٹیوں کے لوگ ایسا اتحاد قائم کرتے ہیں جس میں دونوں کا فائدہ ہو" اس لفظ کے لفظی معنی تو گھوڑوں کی خرید و فروخت کے ہیں۔ اس کا استعمال بھی گھوڑوں کی خرید و فروخت کے حوالے سے ہی ہوتا تھا۔ تاجر اچھی نسل کے گھوڑے خریدنے کے لیے چالاکی کا استعمال کرتے تھے۔ تجارت کا یہ طریقہ کچھ اس طرح کا تھا

جس میں چالاکی، پیسے اور آپسی فائدوں کے لئے گھوڑوں کو کسی کے اصطبل سے کھول کر کہیں اور باندھ دیا جاتا تھا۔

ہارس ٹریڈنگ ایک سیاسی محاورہ ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ جب کسی سیاسی پارٹی کے پاس حکومت سازی کے لیے ارکان اسمبلی یا ارکان پارلیمنٹ کی تعداد کم ہو تو وہ اپوزیشن کے ارکان اسمبلی سے رابطہ کرتا ہے۔ وہ اپوزیشن ارکان کو عہدے، پیسے اور شہرت کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ارکان اسمبلی کی اس طرح کی خرید و فروخت کو ہارس ٹریڈنگ کہا جاتا ہے۔ اس طرح کے حربے حکومت بنانے اور گرانے دونوں صورتوں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ تقریباً ہر پارٹی سیاست میں ہارس ٹریڈنگ کے خلاف ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے عوام کے نمائندے ان کے ووٹ کی توہین کرتے ہیں۔ تقریباً تمام بڑی سیاسی جماعتیں ہارس ٹریڈنگ کا شکار ہو کر اپنی حکومتیں ختم بھی کر بیٹھی ہیں لیکن اس کے باوجود حیران کن طور پر ہارس ٹریڈنگ کی روک تھام کے کوئی عملی اقدامات نہیں اٹھائے گئے ہیں۔

### سرجیکل سٹرائیک کرنا[63]

سرجیکل سٹرائیک یہ ہوتی ہے کہ جس میں آپ جنگ کی بجائے جنگ کے انداز میں انٹیلی جنس کے ذریعے اپنے مقاصد/ٹارگٹ تک پہنچتے ہیں۔ ایسی فوجی کاروائی جس میں آپ اپنے ہدف کو حاصل تو کر لیتے ہیں لیکن اس کے اطراف عمارتیں اور لوگوں کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ یہ خالصتاً ایک فوجی اصطلاح تھی۔ آئے دن بھارت کی جانب سے آزاد کشمیر (پاکستان) میں سرجیکل سٹرائیک کے ذریعے آزادی پسندوں کو مارنے کے دعوے سامنے آتے رہتے ہیں۔ اسی طرح مخصوص سیاسی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے کی گئی کارروائیوں کو بھی سرجیکل سٹرائیک کہتے ہیں۔

### پنڈورا باکس کھلنا[64]

پنڈورا باکس ایک ایسا باکس/صندوق ہے جس کے کھلنے سے کسی بھی متعلقہ شخص کو پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ جن کا پنڈورا باکس کھلنے سے پہلے وجود نہیں تھا یا کم از کم کسی کو اس کے بارے میں معلوم نہ تھا۔ ہم آئے روز خبروں میں دیکھتے ہیں کہ جب بھی کوئی شخص کسی پر الزامات لگاتا ہے تو خبروں میں ہیڈلائنز چلتی ہیں کہ فلاں شخص نے نیا پنڈورا باکس کھول دیا۔ یہ ایک ایسا محاورہ ہے جس سے آپ کو غیر متوقع پریشانیوں کا سامنا

کرنا پڑ سکتا ہے۔ پنڈورا کے خانے کی ابتدا یونانی داستان میں ہے جس میں یہ بتایا **گیا** ہے کہ **انسان** کیسے **بشر بن گیا** اور **انسانیت میں** تمام برائیاں کس طرح نصب ہوئیں۔

**سٹار فش بننا**[65]

یہ ایک ایسا سمندری جاندار ہے جو ستارے کی شکل کا ہوتا ہے جسے سٹار فش کہا جاتا ہے۔ اس کی افزائش ایک مخصوص طریقے سے ہوتی ہے۔ اگر اس کے جسم سے کوئی حصہ کٹ جائے تو وہ الگ سٹار فش بن جاتا ہے۔ سٹار فش بننا اردو میں بطور محاورہ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کسی انتہا پسند گروہ کو توڑا جائے تو وہ تھوڑے عرصے بعد الگ ایک گروہ کی صورت میں سامنے آجاتا ہے بالکل سٹار فش کی طرح کہ جس کے جتنے ٹکڑے کیے جائیں اس کو اتنے ہی جسم اور اتنی ہی زبانیں مل جاتی ہیں۔ اس کا استعمال وہاں ہوتا ہے کہ کسی معاملے کو جتنا دبایا جاتا ہے وہ اتنی ہی شدت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔

**فرنٹ مین**[66]

اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو کسی معروف آدمی یا کسی ادارے کی نمائندگی کرتا ہے۔ عمومی طور پر اس کا محاورتاً استعمال منفی پہلو سے ہوتا ہے۔ معاشرے میں کسی برائی کے پیچھے اصل لوگ اور ہوتے ہیں لیکن سامنے ان کا فرنٹ مین ہوتا ہے جو سب کی ذمہ داری اپنے سر لے لیتا ہے۔

**یوٹرن**[67]

یوٹرن کا ایک ایسا محاورہ ہے جس کا مطلب ہے کہ کوئی شخص اپنے رائے یا منصوبے کو یکسر بدل دے۔ یہ محاورہ زیادہ تر ہمارے سیاست دانوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مختلف حالات میں یوٹرن لینا، وعدہ خلافی کرنا ہمارے سیاست دانوں کا ہی خاصہ ہے۔ یوٹرن کو ہمارے سیاست دان یا حکمران سیاسی چال کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ محاورے کا استعمال تو بنیادی اصولوں پر یوٹرن لینے پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات مقصد کے حصول کے لیے حکمت عملی کو حالات کے مطابق تبدیل کرنا پڑتا ہے۔ حکمت عملی کو تبدیل کرنے کی غرض سے بھی یوٹرن لیا جاتا ہے۔

**بلڈوز کرنا**[68]

بلڈوز کرنا طاقت کے ذریعے کسی ایسے شخص کو کوئی کام کرنے پر مجبور کرنا جو وہ نہ کرنا چاہتا ہو۔ بلڈوز کرنے کی بہت سی مثالیں ہو سکتی ہیں مثلاً آپ کے بچے کی کسی کتاب کو پڑھنے میں دلچسپی نہیں ہے لیکن آپ بضد ہوں کہ نہیں یہ تم نے لازمی پڑھنی ہے۔ آپ زبردستی کر کے اسے وہ کتاب پڑھانا چاہتے ہیں۔ یہ جو زبردستی کرنا

ہے یہی بلڈوز کرنا ہے۔ کسی سے کوئی کام کروانے کے لیے دباؤ یا طاقت کا استعمال کرنا۔ اس محاورے کا ایک استعمال یہ بھی ہے کہ آپ کسی عہدے یا منصب کو حاصل کرنے کے لیے ہر طرح کے قانون اور ضابطے کو بلڈوز کر دیتے ہیں۔ سیاست میں بھی اس محاورے کا استعمال ہوتا ہے کہ اپنے من پسند شخص کو وزارت عظمی تک پہنچانے کے لیے ہر طرح کے اصول اور اخلاقیات کو بلڈوز کیا جاتا ہے۔

**نئے محاورات کی تشکیل میں غالب زبان کا کردار:**(The role of the dominant language in the formation of new idioms)

پوری تاریخ میں دنیا کی غالب زبانوں کا اثر ورسوخ رہا ہے جس کا اثر سرحدوں سے باہر تک ہے اور لسانی مناظر کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ لسانی غلبہ کا رجحان کوئی حالیہ پیش رفت نہیں ہے بلکہ یہ ہر دور میں ایک مستقل قوت رہا ہے۔ بڑی عالمی زبانیں جو اکثر طاقتور قوموں یا ثقافتوں کے ذریعے بولی جاتی ہیں خیالات، تجارت اور ثقافت کے پھیلاؤ کے لیے راستے متعین کرتی ہیں۔ یہ صرف لسانی دائروں تک محدود نہیں ہیں۔ یہ عمل سماجی، اقتصادی اور سیاسی شعبوں تک پھیلا ہوا ہے۔ تجارت اور ثقافتی تبادلے کے ذریعے غالب زبانوں نے دوسروی زبانوں اور ثقافتوں کو بڑی سطح پر متاثر کیا ہے۔ موجودہ دور کی غالب زبان انگریزی ہے جس کو عالمی زبان کے طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اردو زبان بھی دیگر زبانوں کی طرح اس زبان سے بڑی حد تک متاثر ہوئی ہے لیکن اس سے وہ انگریزی زبان میں بدل نہیں جاتی بلکہ وہ اردو زبان ہی ہے جیسا کہ ڈاکٹر فہمیدہ بیگم نے بیان کیا ہے:

> "اس زمانے میں انگریزی کا رواج ہونے کی وجہ سے انگریز کا الفاظ تحریر اور تقریر میں بے ساختہ استعمال ہوتے ہیں اور مخاطب طبقہ مطلب سمجھنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کرتا، مگر تحریر و تقریر میں بے شمار انگریزی الفاظ شامل ہو جانے سے زبان انگریزی نہیں ہو جاتی بلکہ وہ اردو ہی رہتی ہے"۔[69]

اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں انگریزی الفاظ کو عام طور پر بولی جانے والی اور تحریر زبان دونوں میں آسانی کے ساتھ شامل کر لیا جاتا ہے۔ ایسا کرنے سے زبان انگریزی نہیں ہو جاتی۔ انگریزی الفاظ کا استعمال اتنا وسیع ہے کہ مطلوبہ سامعین ان کے معنی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ تاہم انگریزی الفاظ کی کثرت سے شمولیت کے باوجود زبان کی ساخت نہیں بدل جاتی بلکہ اردو نے زبان کے طور پر اپنی شناخت کو برقرار رکھا ہوا ہے۔

ہر دور کی غالب زبان کا اثر دیگر مقامی زبانوں پر رہا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں مغل دور کے دوران، فارسی انتظامیہ، ثقافت اور ادب کی غالب زبان کے طور پر موجود رہی ہے۔16ویں صدی سے 19ویں صدی تک پھیلے ہوئے اس دور نے مختلف مقامی زبانوں پر فارسی کا نمایاں اثر دیکھا۔فارسی زبان نے نہ صرف مغل دربار کی زبان کے طور پر کام کیا بلکہ اس خطے کے ثقافتی ارتقاء میں بھی شامل ہو گئی۔ جیسے جیسے مغلوں کا غلبہ کم ہوا، فارسی زبان کا اثر بھی آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا۔ڈاکٹر جمیل جالبی کے مطابق:

"دربار سرکار تک رسائی کے لیے فارسی دانی ویسے ہی ضروری تھی جیسے انگریزی عہد میں انگریزی دانی ضروری تھی۔ فارسی زبان سے معاشرے کا معاشی مسلہ وابستہ تھا، اس لیے یہ اس وقت تک رائج رہی جب تک مغلیہ سلطنت اپنی مرکزیت کے ساتھ قائم رہی۔ جیسے ہی اٹھارویں صدی عیسوی میں عملِ زوال شروع ہوا فارسی کا اثر بھی کم ہونے لگا"۔[70]

اس اقتباس میں ایک دور کی غالب زبان کے تاریخی تناظر کو بیان کیا گیا ہے۔ جس میں فارسی زبان نے جنوبی ایشا میں مغلیہ سلطنت کی حکمرانی اور نظم ونسق میں اہم کردار ادا کیا۔ جیسے جیسے سلطنت کمزور ہوتی گئی اسی طرح فارسی کی لسانی اور انتظامی مرکزیت بھی کمزور ہوتی گئی۔

دنیا کی زبانوں پر غالب زبان کا اثر فطری عمل ہے۔زبان کی تبدیلی میں غالب زبانیں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔البتہ کچھ زبانیں ایسی ہوتی ہیں جو نسبتاً کم اثر قبول کرتی ہیں۔اردو محاورات کی تشکیل میں انگریزی جو کہ دنیا کی غالب زبان ہے، نے اپنا کردار ادا کیا ہے۔

کچھ انگریزی محاورات کا اردو میں براہ راست ترجمہ کیا گیا ہے جس سے زبان کے علامتی تاثرات میں مختلف قسم کا اضافہ ہوا ہے۔اردو ایسی زبان ہے جو انگریزی سمیت مختلف زبانوں سے متاثر ہے۔ ٹیکنالوجی، تفریح، اور بین الاقوامی مواصلات سمیت مختلف شعبوں میں انگریزی زبان کے وسیع پیمانے پر استعمال اور غلبہ کی وجہ سے، انگریزی الفاظ اور جملے اردو الفاظ اور محاورات میں ضم ہو گئے ہیں۔

اس رجحان کو "کوڈ سوئچنگ/کوڈ مکسنگ" یا "قرض لینے" کے نام سے جانا جاتا ہے جہاں ایک زبان کے بولنے والے اپنی تقریر میں دوسری زبان کے الفاظ یا جملے شامل کرتے ہیں۔ اردو کے معاملے میں بہت سے انگریزی الفاظ اور محاورات کو زبان میں ڈھال لیا گیا ہے، جس سے اس کی فراوانی اور استعداد میں اضافہ ہوا ہے۔

زبانوں کا یہ امتزاج اردو بولنے والوں کو زیادہ مؤثر طریقے سے اظہار کرنے کی اجازت دیتا ہے، خاص طور پر جب جدید تصورات، ٹیکنالوجی، یا مخصوص اصطلاحات پر گفتگو کرتے ہوئے جن کے لیے اردو کے مساوی الفاظ موجود نہیں ہیں یا عام طور پر استعمال نہیں کیے جا سکتے۔ یہ مختلف کمیونٹیز اور زبانوں کے درمیان جاری لسانی اور ثقافتی تبادلے کی بھی عکاسی کرتا ہے۔

جہاں انگریزی قرضے کے الفاظ نے اردو کے ذخیرہ الفاظ کو تقویت بخشی ہے اور اسے مزید متحرک بنایا ہے وہیں انہوں نے زبان کی پاکیزگی اور ثقافتی شناخت کے تحفظ کے بارے میں کچھ خدشات بھی پیدا کیے ہیں۔ تاہم زبان کا قرض لینا اور موافقت ایک فطری عمل ہے جو پوری تاریخ میں مختلف زبانوں میں ہوتا رہا ہے اور اس نے زبانوں کو تبدیل کرنے اور بدلتے وقت میں متعلقہ رہنے میں بھی مدد کی ہے۔

اردو نے انگریزی زبان کے ساتھ اپنے تعامل سے بہت فائدہ اٹھایا ہے، جیسا کہ انگریزی کے مختلف الفاظ اور محاوروں کو اپنانے سے ظاہر ہوتا ہے، جس نے اس کے لسانی اور ثقافتی تنوع میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ غالب زبان انگریزی سے تشکیل پانے والے اردو محاورات اور ان کا اردو کے قومی اخبارات میں تسلسل کے ساتھ استعمال ہوا ہے:۔

**ٹاپ پر ہونا**[71]

کسی بھی کام میں کامیاب ترین شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو ہر طرح کے مسائل کو مشکلات کے باوجود سنبھالنا جانتا ہو بلکہ سنبھال لیتا ہو۔ اس کے لیے بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص اپنے کام میں ٹاپ پر ہے۔ علاوہ ازیں اس محاورے کا استعمال کسی ادارے کی جانب سے بہترین سروسز فراہم کرنے پر بھی ہوتا ہے مثلاً ہمارے ہاں پہاڑوں میں یا دور دراز علاقوں میں نیٹ ورک کا شدید مسلہ ہوتا ہے لوگوں کو کئی کئی کلو میٹر چل کر سگنل والی جگہ تلاش کرنا پڑتی ہے اور پھر جا کر کہیں بات ہوتی ہے۔ ایسے حالات میں کسی نیٹ ورک کے سگنل ایسے علاقوں میں آتے ہوں تو اس کے لیے بولا جاتا ہے کہ یہ نیٹ ورک یہاں پر ٹاپ پر ہے۔ کوئی بھی شخص کسی بھی شعبے میں اپنی کارکردگی یا دوسرے سے بہتر کارکردگی کے سبب ہی کامیاب ترین قرار پاتا ہے۔ اسی کامیابی کی بدولت اسے ٹاپ پر تصور کیا جاتا ہے۔ اخبار میں اس محاورے کا استعمال یوں ہوا ہے کہ مسلمانوں ملکوں میں کویت اپنے شہریوں کو سہولیات فراہم کرنے کی بدولت ٹاپ پر ہے۔

**مہنگائی پروف**[72]

یہ محاورہ ہمارے سیاسی قائدین کے لیے بولا جاتا ہے جن پر مہنگائی قطعاً کوئی اثر نہیں کرتی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے سیاست دانوں کو عوام کی بجائے اقتدار کی فکر ہوتی ہے۔ عوامی مسائل پر ان کی توجہ تب ہی ہوتی ہے جب ان کا اقتدار خطرے میں ہوتا ہے۔ سیاستدانوں نے ہمیشہ نعروں سے ہی عوام کو بے وقوف بنایا ہے اور عوام روٹی، کپڑا اور مکان کی پریشانی سے ہی نہیں نکلتے۔ ہمارے حکمران مہنگائی پروف ہیں انہیں مہنگائی کا اندازہ ہی نہیں ہے کہ عوام کس مشکل سے گزارا کر رہے ہیں۔انہیں عوام کی فکر اسی وقت ہوتی ہے جب انہیں عوام کے ووٹ / سپورٹ کی ضرورت ہو اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے۔ "مہنگائی پروف" محاورہ انہی بے حس اور منافق سیاست دانوں کے لیے بولا جاتا ہے۔

**وائیڈ باولنگ**[73]

وائیڈ باولنگ ایک کرکٹ کی اصطلاح ہے جس میں وکٹ کے دونوں اطراف کچھ جگہ چھوڑی ہوتی ہے۔اس جگہ کے اندر بال پھینکیں گے تو ہی بال قانونی تصور کی جائے گی۔اس سے باہر والی بال غیر قانونی ہو گی۔ وائیڈ باولنگ جب سیاست میں استعمال ہونے لگا تو اپنے مجازی معنی کے سبب ایک سیاسی محاورہ قرار پایا جو اخبارات میں ایک سیاسی پارٹی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ "پیپلز پارٹی نے ٹریک چھوڑ دیا۔ وائیڈ باؤلنگ سے معاملات خراب ہوں گے "اس کا مطلب یہ ہے کہ پارٹی بعض معاملات میں اپنی آئینی حدود سے تجاوز کر رہی ہے۔اسی تجاوز کو ہی وائیڈ باولنگ کہا جارہا ہے۔جب آپ اپنے آئینی دائرہ کار سے باہر نکلیں تو آپ کا عمل بھی آئینی نہیں ہو گا۔ جو کام بھی دی گئی حدود کو توڑ کر کیا جائے گا تو وہاں پر وائیڈ باولنگ کا محاورہ استعمال ہو گا۔

**انڈر گراؤنڈ**[74]

انڈر گراؤنڈ محاورے کا مطلب ہے روپوش ہونا، چھپا ہوا ہونا۔ کسی شخص کا کسی ایسی جگہ چھپ جانا جہاں سے اس کی موجودگی کا پتہ نہ لگایا جا سکے۔ اکثر اوقات جب حکومت کی جانب سے جرائم پیشہ افراد کے خلاف کریک ڈاؤن کیا جاتا ہے تو ایسے افراد جو غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ہوں وہ روپوش ہو جاتے ہیں۔ وہ انڈر گراؤنڈ ہو جاتے ہیں۔اسی طرح یہ محاورہ ان لوگوں کے لیے بھی بولا جاتا ہے جو کسی ملک میں غیر قانونی طور پر رہائش پذیر ہوں تو وہ لوگ بھی قانون ساز اداروں سے بچنے کے لیے بھی خود کو انڈر گراؤنڈ کر لیتے ہیں۔

## ڈبل شاہ[75]

"ڈبل شاہ" محاورہ ایسے لوگوں کے لیے بولا جاتا ہے جو سادہ لوح لوگوں کو روپیہ یا زیور دگنا کرنے کا لالچ دے کر لوٹتے ہیں۔ یہ محاورہ جعلی پیروں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی عام عوام کو بے وقوف بنا کر مال و دولت اکھٹی کرتے ہیں۔ فکر کی بات یہ ہے کہ "ڈبل شاہ" جیسے کرداروں سے واقفیت کے باوجود آئے دن لوگوں کا ایسے لوگوں کے ہاتھوں لوٹے جانا معمول بن گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب تک لالچی لوگ زندہ ہیں ٹھگ بھوکے نہیں مر سکتے۔ ڈبل شاہ جیسے کرداروں کی چالاکی سے زیادہ لوگ اپنے لالچ کے باعث لٹتے ہیں۔ یہ لفظ ابتدا میں پاکستان کے ایک شہری سید سبط الحسن کے لیے استعمال ہوتا تھا جو عام شہریوں سے رقم لے کر انہیں دگنی کر کے لوٹاتا بعد میں اپنی رقم ڈبل ٹرپل کر کے بھاگ گیا۔ یہ کیس اتنا مشہور ہوا کہ اس کے بعد ہر طرح کے نوسربازوں کو ڈبل شاہ کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

## ویک اپ کال دینا[76]

یہ محاورہ ویک اپ کال دینا، وارننگ دینا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ کسی ایسی چیز کے بارے میں جاننا اور اس پر کارروائی کرنا جسے نظر انداز کیا جا رہا ہو مثلاً پچھلے کچھ سالوں سے موسم کی تبدیلی پر محکمہ موسمیات کی بین الاقوامی سطح پر وارننگ جاری کی جا رہی تھیں لیکن ہمارے ذمہ داران کے کان پر جوں تک نہ رینگی اور اس کا خمیازہ بھی بدترین سیلاب کی صورت میں بھگتنا پڑا۔ بین الاقوامی اداروں کی طرف سے جو ویک اپ کال دی جا رہی تھی اگر اس پر کچھ اقدامات کر لیے جاتے تو اس نقصان سے بچا جا سکتا تھا۔ ویک اپ کال کا مطلب ہے کہ آپ کو کسی ناگہانی آفت یا کسی پریشانی سے متعلق جس کا مستقبل میں آپ کو سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اور اس کا احساس کرتے ہوئے اس سے بچنے کے لیے پیشگی اقدامات کرنا۔

اس محاورے کو ایک اور پہلو سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اگر کسی شخص کو مسلسل کھانسی ہو رہی اور وہ سگریٹ نوشی بھی کرتا ہے۔ یہ کھانسی اس کے لیے ویک اپ کال ہے سگریٹ نوشی چھوڑنے کے لیے، اگر وہ اس ویک اپ کال کو سنجیدہ نہیں لیتا تو اس کی یہ بیماری بڑھ سکتی ہے جو اس کے لیے تکلیف دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ محاورہ ویک اپ کال ایسا محاورہ ہے جو آپ کے معمولات کو تبدیل کرنے کی ضرورت سے آگاہ کرتا ہے۔ قدرت ہر شخص اور قوم کو ایک ویک اپ کال ضرور دیتی ہے۔

## ہاٹ کیک ہونا[77]

ہاٹ کیک کسٹمر میں پسندیدگی کے سبب بڑی تیزی کے ساتھ معقول قیمت پر فروخت ہو جاتا ہے۔ یہ محاورہ ایسی کتاب کے بارے میں بھی بولا جاتا ہے جو نئی مارکیٹ میں آئی ہو اور اپنی مقبولیت کے باعث ہاتھوں ہاتھ لی جائے۔ بہت ہی کم وقت میں بڑی تعداد میں فروخت ہو جائے تو اس کے لیے یہ محاورہ استعمال ہوتا ہے کہ یہ کتاب تو ہاٹ کیک کی طرح فروخت ہو رہی ہے۔ یہ محاورہ ایسی شخصیات کے بارے میں بھی بولا جاتا ہے جو عوام میں بے پناہ مقبول ہوں جن کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے لوگ گھنٹوں انتظار کریں۔ وہ شخصیت کوئی بھی ہو سکتی ہے سیاست دان، فن کار، کھلاڑی یا شاعر و ادیب۔ ذرائع ابلاغ میں ہاٹ کیک کا محاورہ اس خبر کے لیے استعمال ہوتا ہے جو بہت کم وقت میں قومی اور بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کی توجہ اپنے جانب کھینچ لے۔ اس خبر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ خبر تو چند روز میں ہی عالمی میڈیا کے لیے ہاٹ کیک بن گئی۔

## کلین چٹ دینا[78]

انگریزی کے مقامی بولنے والے اس کو "کلین شیٹ" استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں "کلین چٹ" ہی رائج ہے۔ عمومی طور پر اس محاورے کا تعلق سیاست اور سیاست دان کے ساتھ ہے۔ جب کسی شخص پر کوئی غلط کام کرنے کا الزام لگایا جاتا ہے تو عموماً اس معاملے کو دیکھنے کے لیے ایک کمیٹی قائم کی جاتی ہے۔ ایک مخصوص عمل (پراسس) کے بعد ملزم کو یا اس کے خاندان میں سے کسی پر حمایت کرنے کا الزام عائد ہو تو ان کو جرم ثابت نہ ہونے کی بنیاد پر "کلین چٹ" دے دی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں سیاست دانوں پر الزامات لگتے رہتے ہیں اور الزامات ثابت نہ ہونے کی صورت میں وہ کلین چٹ کو سند اور نعرے بازی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ان کو ایمانداری کا سرٹیفیکٹ مل جاتا ہے حالانکہ جرم ہونا اور ثابت ہونا دو الگ باتیں ہیں۔

## فل ٹاس پھینکنا[79]

بنیادی طور پر یہ ایک کرکٹ کی اصطلاح ہے جس میں باولر کی گیند زمین پر/ پچ پر لگے بغیر بلے باز تک پہنچتی ہے۔ یہ ایک آسان بال سمجھی جاتی ہے جسے بیٹر اپنے مرضی سے کھیل سکتا ہے۔ فل ٹاس صرف کرکٹ کی اصطلاح نہیں ہے بلکہ اس کا ایک محاوراتی استعمال بھی ہے۔ اس محاورے کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب آپ کے ہاتھ اپنے مخالف کی کوئی کمزوری آجائے اور آپ کو اس سے اپنی مرضی کا فائدہ اٹھانے کا موقع مل جائے تو اس کے لیے بولتے ہیں کہ مخالف نے فل ٹاس دے دیا ہے اب اس پر چھکا لگانا ہمارا کام ہے۔ اس محاورے کا استعمال سیاست میں بھی ہوتا ہے سیاسی جماعتوں کے ہاتھ ایک دوسرے کی کمزوریاں لگتی رہتیں ہیں اور وہ اس کا بھرپور

فائدہ اٹھانے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ وہ فل ٹاس پر کلین بولڈ بھی ہو جاتے ہیں۔ یعنی دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ اس محاورے کا استعمال ہر طبقے میں ہوتا ہے۔ بھارت کے سرجیکل سٹرائیک کے دعوی پر پاک فوج کے ترجمان کی جانب سے اس محاورے کا بر محل استعمال ہم نے دیکھا تھا جو کہ کچھ یوں تھا "افواج پاکستان کے ترجمان جنرل آصف غفور نے کہا تھا کہ انڈیا نے فل ٹاس دے دیا ہے اور اب اس پر چھکا لگانا ہمارا کام ہے۔"

**گن پوائنٹ**[80]

یہ ایسا محاورہ ہے جو ترجمہ کی صورت میں ہمارے سامنے آیا ہے۔ ترجمے سے اردو محاورات کا بننا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہمیں روایت میں ایسے محاورے ملتے ہیں جو فارسی سے اردو ترجمہ ہو کر بنے۔ کچھ عرصہ قبل یہ محاورہ اسلحے کی نوک پر بولا اور لکھا جاتا تھا۔ موجودہ دور میں چونکہ انگریزی زبان کا اثر اردو پر بہت زیادہ ہوا ہے تو یہ محاورہ تبدیل ہو کر "گن پوائنٹ" بن گیا اور اب لکھنے اور بولنے دونوں صورت میں گن پوائنٹ ہی رائج ہے۔ یہ محاورہ کوئی کام یا کوئی بات کسی سے منوانے کے لیے بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں بات مجھ سے گن پوائنٹ پر منوائی ہے۔

**کلین سویپ**[81]

کلین سویپ بھی کھیل کے میدان میں استعمال ہونے والی اصطلاح ہے۔ کسی کھیل میں ناقابل شکست رہتے ہوئے کامیابی حاصل کرنے کو کلین سویپ کہتے ہیں۔ یہ محاورہ ہماری سیاست میں بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے خصوصاً انتخابات کے دنوں میں جب ہر سیاسی پارٹی یہ دعوی کر رہی ہوتی ہے کہ وہ موجودہ انتخابات میں اپنی سیاسی حریفوں کو عبرت ناک شکست دیتے ہوئے کلین سویپ کرے گی۔ یہ محاورہ اس شخص کے لیے بھی بولا جاتا ہے جن نے کسی ادارے میں منتظم اعلی کا عہدہ سنبھالا ہو۔ تو وہ اس تنظیم میں یا ادارے میں بہتری لانے کے لیے اس میں بہت سی تبدیلیاں کرتا ہے۔ بڑی تعداد میں ملازمین کو فارغ کرنا تاکہ ادارے کو زیادہ موثر اور منافع بخش بنایا جا سکے۔

**بلڈوز کرنا**[82]

بلڈوز کرنا طاقت کے ذریعے کسی ایسے شخص کو کوئی کام کرنے پر مجبور کرنا جو وہ نہ کرنا چاہتا ہو۔ بلڈوز کرنے کی بہت سی مثالیں ہو سکتی ہیں مثلاً آپ کے بچے کی کسی کتاب کو پڑھنے میں دلچسپی نہیں ہے لیکن آپ بضد ہوں کہ نہیں یہ تم نے لازمی پڑھنی ہے۔ آپ زبردستی کر کے اسے وہ کتاب پڑھانا چاہتے ہیں۔ یہ جو زبردستی کرنا

ہے یہی بلڈوز کرنا ہے۔ کسی سے کوئی کام کروانے کے لیے دباؤ یا طاقت کا استعمال کرنا۔ اس محاورے ایک استعمال یہ بھی ہے کہ آپ کسی عہدے یا منصب کو حاصل کرنے کے لیے ہر طرح کے قانون اور ضابطے کو بلڈوز کر دیتے ہیں۔ سیاست میں بھی اس محاورے کا استعمال ہوتا ہے کہ اپنے من پسند شخص کو وزارت عظمی تک پہنچانے کے لیے ہر طرح کے اصول اور اخلاقیات کو بلڈوز کیا جاتا ہے۔

**شارٹ کٹ**[83]

شارٹ کٹ کا مطلب ہے کہ اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے تیز ترین اور مختصر ترین راستے کا انتخاب کرنا۔ "شارٹ کٹ" کا محاورہ ان لوگوں کے لیے بولا جاتا ہے جو اپنی ذاتی صلاحیتوں کی بنیاد پر آگے بڑھنے کی بجائے شارٹ کٹ تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اس محاورے کے استعمال کے بہت سے پہلو ہو سکتے ہیں مثلاً کچھ لوگ کسی عہدے یا منصب کے حصول کے لیے رشوت اور سفارش کا سہارا لیتے ہوئے شارٹ کٹ اپناتے ہیں۔ یہ محاورہ ان لوگوں کے لیے بولا جاتا ہے جو کامیابی حاصل کرنے کے لیے محنت کی بجائے جگاڑ لگانے پر یقین رکھتے ہیں۔

**محاورات کی تشکیل میں زبانوں کے رابطے کا عنصر: (The factor of language contact in the formation of idioms)**

جب زبانیں ایک دوسرے کے ساتھ رابطے میں آتی ہیں تو وہ ایک دوسرے کے ساتھ میل جول بڑھاتی ہیں۔ یہ رجحان جسے ہم زبانوں کے درمیان رابطے کا نام دے رہے ہیں، تجارت، نقل مکانی، نوآبادیات اور عالمگیریت جیسے مختلف ذرائع سے ہوتا ہے۔ جب مختلف لسانی معاشرے آپس میں بات چیت کرتے ہیں تو وہ اکثر الفاظ ایک دوسرے سے مستعار لیتے ہیں۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کے مطابق:

> "زبان کا یہ قدرتی عمل ہے کہ وہ جن زبانوں میں رابطے کا کام دیتی ہے ان کے قریب بھی آجاتی ہے۔ لوگوں کو اس کی جن مغائرت اور اجنبیت کو سوچ سوچ کر وحشت ہوتی ہے سچ مچ اتنی مغائرت اور اجنبیت اس میں باقی نہیں رہتی۔ ثبوت کے لیے رابطہ کی زبان کے لحاظ سے اردو کے وہ علاقائی محاورے چشم بصیرت کے سامنے موجود ہیں جو اس کی تاریخ کے مختلف ادوار میں جگہ جگہ ابھر آئے ہیں۔۔۔
>
> ان محاوروں میں سے کسی محاورے کی بھی عمر سو سال سے کم کی نہیں ہے اور پاکستان کے قیام کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ لہذا پاکستان میں اتنی جلدی اردو کے کسی نئے

محاورے کے ابھرنے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ البتہ ان مقامات کی نشاندہی ضرور کی جا سکتی ہے جہاں اس کے امکانات موجود ہیں"۔[84]

ڈاکٹر صاحب کی رائے تاریخی ترقی اور علاقائی محاوروں کی تشکیل کے تناظر میں زبان کے فطری ارتقاء سے متعلق ہے۔ زبان کی تبدیلی واقعی اس وقت ہوتی ہے جب ایک غالب زبان دوسری زبانوں کے ساتھ رابطے میں آتی ہے۔ اس عمل کو زبانی یا لسانی رابطے کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اکثر دونوں زبانوں میں مختلف تبدیلیاں آتی ہیں جن میں الفاظ، فقرے، محاورات، اور یہاں تک کہ گرائمیٹکل ڈھانچے کا ادھار بھی شامل ہے۔

اردو ایک ایسی زبان کی مثال ہے جو انگریزی سمیت دیگر زبانوں کے ساتھ رابطے سے متاثر ہوئی ہے۔ اردو خود ایک ایسی زبان ہے جو مختلف زبانوں، بنیادی طور پر فارسی، عربی اور مختلف شمالی ہندوستانی زبانوں کے درمیان لسانی رابطے کے نتیجے میں تیار ہوئی۔ تاہم حالیہ دنوں میں انگریزی نے اردو کے الفاظ اور محاورے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

برطانوی نوآبادیاتی حکمرانی اور بعد میں عالمگیریت کی وجہ سے انگریزی دنیا کے کئی حصوں بشمول پاکستان اور ہندوستان میں ایک نمایاں زبان بن گئی جہاں اردو بولی جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں انگریزی الفاظ اور تاثرات اردو میں ضم ہو گئے ہیں، اس کی لغت کو مزید تقویت ملی اور نئے محاوراتی تاثرات پیش کیے گئے۔ یہ رجحان خاص طور پر شہری علاقوں میں زیادہ ہے۔

اردو میں انگریزی سے محاورات کو اپنانے کو کئی عوامل سے منسوب کیا جا سکتا ہے جیسے میڈیا، تعلیم، ٹیکنالوجی، اور بین الاقوامی مواصلات کے اثرات۔ جب لوگ ایسے تصورات یا ثقافتی مظاہر کا سامنا کرتے ہیں جن کی مادری زبان میں براہ راست کوئی لفظ یا محاورہ موجود نہیں ہوتا تو وہ اکثر لغوی خلا کو پُر کرنے کے لیے دوسری زبان سے الفاظ یا محاورے ادھار لیتے ہیں۔

اگرچہ زبانوں کا رابطہ غیر ملکی عناصر کو اپنانے کا باعث ہوتا ہے۔ یہ زبانوں کے ارتقاء اور افزودگی میں بھی حصہ ڈالتا ہے۔ یہ متحرک عمل صرف اردو یا انگریزی تک ہی محدود نہیں بلکہ دنیا بھر کی بہت سی زبانوں کے ساتھ ہوتا ہے جس کی وجہ سے لسانی تنوع کا مسلسل ارتقاء ہوتا ہے۔

گلوبلائزیشن نے زبانوں کے ارتقاء کو اور تیز کر دیا ہے۔ مختلف زبانوں کی نمائش نئی بولیوں، محاوروں اور تاثرات کے ظہور کا باعث بنتی ہے۔ سوشل میڈیا کے اس دور نے ان زبانوں کو زندگی بخشی ہے جو مرنے کے

قریب تھیں۔ اردو زبان پر عالمگیریت اس صورت اثر انداز ہوتی ہے کہ زبان کس طرح جدید تصورات اور ٹیکنالوجی کو اپناتی ہے جو ممکنہ طور پر لسانی جدت کا باعث بنتی ہے۔

گلوبلائزیشن سے جہاں اردو زبان کو فائدہ ہوا ہے وہیں اس کے لیے مسائل بھی پیدا ہوئے ہیں اگرچہ اس نے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کیا ہے لیکن یہ زبان کی تبدیلی اور زیادہ وسیع پیمانے پر بولی جانے والی زبانوں کے غلبہ کا خطرہ بھی ہو سکتا ہے۔ معاشروں کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ زبان میں تبدیلی کی حمایت کریں لیکن اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ اپنی ثقافتی اور لسانی شناخت کو برقرار رکھے گی۔

اخبارات میں پیچیدہ خیالات اور جذبات کو جامع اور دلچسپ انداز میں قارئین تک پہنچانے کے لیے محاورات کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اردو اخبارات میں استعمال ہونے والے محاورات کے سماجی تناظر کے مختلف پہلوؤں کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ زبانوں کے رابطے کی صورت میں تشکیل پانے والے محاورات درج ذیل ہیں:

**کھڈے لائن لگانا**[85]

پرانے وقتوں میں بڑے ریلوے اسٹیشن پر پٹری کی مرکزی لائنوں سے کچھ دور ایک چھوٹی سی پٹری/لائن بنائی جاتی تھی جس پر فالتو، ناکارہ یا زیادہ چل کر اپنی مدت پوری کرنے والے ڈبے اور انجن کھڑے کیے جاتے تھے۔ اسی طرح کھڈے لائن لگانا ایک عوامی محاورہ بن گیا۔

"کھڈے لائن لگانا" اس محاورے کا استعمال مختلف مواقع پر ہوتا ہے۔ اس کا زیادہ تر استعمال ہمارے سرکاری دفاتر میں ہوتا ہے مثلاً کسی آفیسر کو کسی اہم عہدے یا ذمہ داری سے ہٹا کر کوئی کم درجے کی ذمہ داری سونپ دی جائے تو اس کے لیے استعمال ہوتا ہے کہ فلاں کو تو کھڈے لائن لگا دیا ہے۔ اس محاورے کا استعمال دیگر مواقع پر بھی ہوتا ہے۔

**مک مکا کرنا**[86]

اس محاورے کا تعلق ہمارے سماجی رویے سے ہے۔ یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی معاملے کو فوری سلجھانا/حل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کسی بھی مسلے میں مزید الجھنے سے بچنے کے لیے اور اس کے فوری حل کرنے کو "مک مکا کرنا" کہتے ہیں۔ اس محاورے کا استعمال بھی مختلف مواقع پر ہوتا ہے مثلاً جب آپ تھانے کچہری کے معاملات میں پھنستے ہیں تو جو ذمہ داران ہیں ان کو کچھ دے کر/رشوت دے کر یا سفارش کر کے جو معاملات طے کر لیے جاتے ہیں تا کہ عدالت کے چکروں اور بھاری جرمانے سے بچا جا سکے اس طرح معاملات کو طے کرنا "مک مکا کرنا' کہلاتا ہے۔ اس کے علاوہ ہماری سیاسی جماعتوں کو بھی جب حکومت بنانے کے لیے کسی

دوسری جماعت یا آزاد امیدوار کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ ان کے ساتھ عہدوں کے تقسیم کر کے مک مکا کر کے اپنی حکومت بنا لیتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں یہ سوچ بھی پائی جاتی ہے کہ یہاں جو معاملات ذرا سہولت کے ساتھ حل ہو جاتے ہیں وہ مک مکا کے ذریعے ہی ہوتے ہیں۔ یہ محاورہ ہمارے معاشرے کی منفی سوچ کی عکاسی کرتا ہے اور اس طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ اس معاشرے میں میرٹ کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ یہاں فیصلے انصاف پر مبنی نہیں ہوتے اور یہاں کا نظام انصاف، اصولوں پر نہیں بلکہ جگاڑ پر چلتا ہے۔ جس کا جہاں، جیسے جگاڑ لگتا ہے وہ ایسے مک مکا کے ذریعے اپنے معاملات حل کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں معاملات عدالتوں، سرکاری دفاتر میں لٹکائے جاتے ہیں۔ اداروں میں ان معاملات کو لٹکانے سے یا دیر سے انصاف فراہم کرنے سے لوگوں کا وقت اور پیسہ ضائع ہوتا ہے۔ لوگ اداروں سے انصاف نہ ملنے کی امید کے سبب خود ہی مک مکا کے ذریعے اپنے معاملات نمٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ محاورہ ہمارے اداروں پر عدم اعتماد کا اظہار بھی ہے۔

### آنیاں جانیاں[87]

یہ محاورہ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو دو پارٹیوں کے درمیان کے صلح کروانا چاہتا ہوں اور کبھی ایک پارٹی کے پاس تو کبھی دوسری پارٹی کے درمیان ان کے مطالبات رکھتا ہے۔ تو ایسے شخص کے لیے بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تو آنیاں جانیاں دیکھنے والی ہیں۔ اس محاورے کا استعمال دھرنے کے دنوں میں حکومت کی جانب سے مذاکراتی ٹیم کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ جو دھرنہ ختم کرانے کے لیے مذاکرات تو کرتی ہے اور مطالبات سنتی بھی ہے لیکن کمیٹی کے پاس ان مطالبات کو ماننے کا اختیار نہیں ہوتا تو وہ واپس اپنے سربراہ کے پاس جاتے ہیں تو ان لوگوں کے لیے بولا جاتا ہے کہ ان کی آنیاں جانیاں دیکھتے رہو بس۔ اس کے سیاست قدرتی آفت کے دنوں میں بھی سیاسی لیڈران کی آنیاں جانیاں دیکھنے والی ہوتی ہیں۔ وہ بے گھر اور دربدر لوگوں کے پاس آتے جاتے تو رہتے ہیں لیکن انہیں جو عملی اقدامات اٹھانے چاہیں وہ نہیں کرتے۔ بس دکھاوے اور اپنے ووٹرز کی تسلی کے لیے ان کی آنیاں جانیاں جاری رہتی ہیں۔

### گن پوائنٹ[88]

یہ ایسا محاورہ ہے جو ترجمہ کی صورت میں ہمارے سامنے آیا ہے۔ ترجمے سے اردو محاورات کا بننا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہمیں روایت میں ایسے محاورے ملتے ہیں جو فارسی سے اردو ترجمہ ہو کر بنے۔ کچھ عرصہ قبل یہ محاورہ اسلحے کی نوک پر بولا اور لکھا جاتا تھا۔ موجودہ دور میں چونکہ انگریزی زبان کا اثر اردو پر بہت زیادہ ہوا ہے تو یہ محاورہ تبدیل ہو کر "گن پوائنٹ" بن گیا اور اب لکھنے اور بولنے دونوں صورت میں گن پوائنٹ ہی رائج

ہے۔ یہ محاورہ کوئی کام یا کوئی بات کسی سے منوانے کے لیے بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں بات مجھ سے گن پوائنٹ پر منوائی ہے۔

**کلین سویپ**[89]

کلین سویپ بھی کھیل کے میدان میں استعمال ہونے والی اصطلاح ہے۔ کسی کھیل میں ناقابل شکست رہتے ہوئے کامیابی حاصل کرنے کو کلین سویپ کہتے ہیں۔ یہ محاورہ ہماری سیاست میں بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے خصوصاً انتخابات کے دنوں میں جب ہر سیاسی پارٹی یہ دعوی کر رہی ہوتی ہے کہ وہ موجودہ انتخابات میں اپنی سیاسی حریفوں کو عبرت ناک شکست دیتے ہوئے کلین سویپ کرے گی۔ یہ محاورہ اس شخص کے لیے بھی بولا جاتا ہے جس نے کسی ادارے میں منتظم اعلی کا عہدہ سنبھالا ہو۔ تو وہ اس تنظیم میں یا ادارے میں بہتری لانے کے لیے اس میں بہت سی تبدیلیاں کرتا ہے۔ بڑی تعداد میں ملازمین کو فارغ کرناتا کہ ادارے کو زیادہ موثر اور منافع بخش بنایا جاسکے۔

**شارٹ کٹ**[90]

شارٹ کٹ کا مطلب ہے کہ اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے تیز ترین اور مختصر ترین راستے کا انتخاب کرنا۔ "شارٹ کٹ" کا محاورہ ان لوگوں کے لیے بولا جاتا ہے جو اپنی ذاتی صلاحیتوں کی بنیاد پر آگے بڑھنے کی بجائے شارٹ کٹ تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اس محاورے کے استعمال کے بہت سے پہلو ہو سکتے ہیں مثلاً کچھ لوگ کسی عہدے یا منصب کے حصول کے لیے رشوت اور سفارش کا سہارا لیتے ہوئے شارٹ کٹ اپناتے ہیں۔ یہ محاورہ ان لوگوں کے لیے بولا جاتا ہے جو کامیابی حاصل کرنے کے لیے محنت کی بجائے جگاڑ لگانے پر یقین رکھتے ہیں۔

**نئے محاورات کی تشکیل کا لسانی تناظر: (Linguistic perspective of new idiom formation)**

محاورات کی تشکیل میں لسانی عوامل اثر انداز ہوتے ہیں۔ جو زبان کے ارتقاء اور ثقافتی اظہار کی نوعیت کی عکاسی کرتے ہیں۔ محاورات کی تشکیل کے لسانی عوامل میں کوڈ مکسنگ، کوڈ سوئچنگ اور دوسری غالب اور مقامی زبانوں سے مستعاریت کا عمل نمایاں ہے۔

**مستعاریت:۔** (Borrowing)

زبانوں میں ادھار لینے کا پہلو ایک زبان سے دوسری زبان میں الفاظ اور فقروں کو اپنانے کا عمل ہے۔ زبانیں ضروریات کی بنا پر ایک دوسرے سے ادھار لیتی ہیں جیسے کہ نئے تصورات کو بیان کرنے کے لیے کسی ثقافتی پہلو کو اجاگر کرنے کے لیے جس کے اظہار کے لیے ادھار لینے والی زبان میں مناسب الفاظ موجود نہ ہوں۔ مستعاریت کا یہ عمل زبان کی نشوونما کا فطری جز ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ زبانوں کو اپنانے اور ترقی کرنے میں مدد دیتا ہے۔

زبانوں میں ادھار لینے کا عمل، جس کے ذریعے الفاظ ایک زبان سے ادھار لیے جاتے ہیں اور دوسری زبان میں شامل کیے جاتے ہیں۔ مستعاریت کا یہ عمل کئی وجوہات کی بنا پر اہمیت کا حامل ہے۔

دوسری زبانوں سے الفاظ ادھار لینے سے زبان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوتا ہے۔ بولنے والوں کو اپنے اظہار کے لیے درست الفاظ دستیاب ہوتے ہیں۔ جب کوئی زبان دوسری زبان سے الفاظ مستعار لیتی ہے تو وہ زیادہ تر ان کو ان کے معنی کے ساتھ اپناتی ہے۔ جس کے نتیجے میں ادھار لینے والی زبان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوتا ہے۔ ادھار لینے والی زبان کے بولنے والوں کو نئے تصورات اور خیالات کے اظہار میں آسانی ہوتی ہے۔ مستعاریت کا عمل کسی بھی زبان کے ذخیرہ الفاظ کو بڑھانے کی ایک صورت ہے۔

دوسری زبانوں سے الفاظ مستعار لینے سے مختلف معاشروں کے درمیان ثقافتی تبادلے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔ جب زبانیں ایک دوسرے کے ساتھ رابطے میں آتی ہیں تو وہ اکثر ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں جس کے نتیجے میں الفاظ، گرائمر اور دیگر لسانی خصوصیات کی آمیزیش ہوتی ہے۔ زبانوں میں مستعاریت کا عمل بہت سی وجوہات کی بنا پر ہو سکتا ہے جن میں تجارت، ہجرت، نوآبادیات اور ثقافتی رابطے شامل ہیں۔ جو الفاظ اور جملے مستعار لیے جاتے ہیں وہ اکثر اپنے ساتھ ثقافتی نظریات اور طرز عمل لاتے ہیں۔ الفاظ مستعار لینے کے ساتھ زبانیں گرائمر، نحو اور دیگر لسانی خصوصیات کو بھی مستعار لیتی ہیں۔ دوسری زبانوں سے مستعار لے کر لوگ نئے خیالات، طریقوں اور رسم و رواج کے بارے میں زیادہ آگاہی حاصل کر سکتے ہیں اور دوسری ثقافتوں کے زیادہ قریب آ سکتے ہیں۔

مستعاریت کا عمل زبانوں کے تاریخی اور سماجی سیاق و سباق کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ الفاظ ادھار لینے کی ایک عام وجہ نئے تصورات اور ٹیکنالوجیز کے اظہار کرنے کی ضرورت ہے جس کی تفہیم کے لیے ادھار لینے والی زبان میں مناسب یا درست الفاظ موجود نہیں ہیں۔ مستعاریت کا عمل زبانوں کے درمیان تاریخی اور سماجی

تعلقات کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ زبانوں کے درمیان سماجی اور تاریخی تعلقات قرض لینے کے عمل کو بہت زیادہ متاثر کرتے ہیں مثلاً گردوزبانوں کے درمیان رابطے اور ثقافتی تبادلے کی طویل تاریخ موجود ہے تو ایسی صورت میں اس بات کا امکان بڑھ جاتا ہے کہ وہ ان زبانوں کے مقابلے میں ایک دوسرے سے زیادہ الفاظ ادھار لیں گی جن کا ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ کم ہے۔

زبانوں کے درمیان قرض لینے کا عمل ان کی طاقت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ جب ایک زبان کو غالب زبان کے طور پر تسلیم کر لیا جاتا ہے تو اس زبان کے الفاظ سماجی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لیے دوسری زبانوں میں ادھار لیے جا سکتے ہیں۔ غالب زبان سے الفاظ ادھار لینے کا رجحان ایک عام لسانی رجحان ہے جو اس وقت ہوتا ہے جب ایک زبان دوسری زبان پر نمایاں اثر ڈالتی ہے اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں جیسے ثقافتی، نوآبادیات یا ہجرت۔ بعض اوقات غالب زبان سے ادھار لینے کا عمل منفی اثرات بھی ڈالتا ہے مثلاً ثقافتی شناخت کو نقصان ہو سکتا ہے۔ غالب زبان سے الفاظ ادھار لینا زبان کے خاتمے کا سبب بھی بن سکتا ہے کیونکہ بولنے والے غالب زبان کی پیروری میں اپنی زبان کو ترک کر سکتے ہیں۔

دوسری زبانوں سے الفاظ مستعار لینا لسانی ارتقاء کی ایک صورت ہے کیونکہ زبانیں مسلسل ترقی کر رہی ہیں اور نئے حالات کے مطابق خود کو ڈھال رہی ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مستعاریت کا عمل کسی زبان کے بولنے والوں کی بدلتی ہوئی ضروریات کے مطابق ہوتا ہے۔

الفاظ مستعار لینا یا دوسری زبانوں اور بولیوں کے الفاظ اور فقروں کو اپنانا نئے محاوروں کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جب لوگ دوسری زبانوں سے الفاظ یا جملے ادھار لیتے ہیں تو وہ ان کے الفاظ اور فقروں کے ساتھ ان کی ثقافتی وابستگی اور مفہوم کو بھی اپناتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں مستعار الفاظ خاص ثقافتی سیاق و سباق کو ظاہر کرتے ہیں۔ محاورے کی تشکیل کے تناظر میں ادھار الفاظ نئے تاثرات کے اظہار کا زبردست ذریعہ ہے۔ محاورات کی تشکیل میں ادھار الفاظ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ایسے الفاظ نئے تاثرات تخلیق کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں جو کسی زبان کی ثقافت اور تاریخ کی عکاسی کرتے ہوں۔ محاورے زیادہ تر زبان کی تاریخ سے جڑے ہوتے ہیں اور مستعار لیے گئے الفاظ نئے الفاظ اور تصورات کو متعارف کرواتے ہیں۔

دوسری زبانوں سے مستعار لینے کے علاوہ ایک ہی زبان کے مختلف لہجوں سے مستعار لے کر بھی محاورے بنائے جا سکتے ہیں۔ محاورے ایسے تاثرات ہوتے ہیں جن کا ایک علامتی معنی ہوتا ہے جو ان کے لغوی معنی سے مختلف ہوتا ہے۔ محاورات کسی خاص زبان یا ثقافت کے لیے مخصوص ہوتے ہیں اور ان کی تشکیل کے

مختلف عوامل ہوتے ہیں۔ جب ایک ہی زبان کے مختلف لہجے ایک دوسرے سے رابطے میں ہوتے ہیں تو وہ محاورات سمیت الفاظ اور فقروں کا تبادلہ کرتے ہیں۔

اردو اخبارات میں استعمال ہونے والے محاورات کی فہرست درج ذیل ہے:

| | | | |
|---|---|---|---|
| ہتھ ہولا رکھنا | مچھلی مارکیٹ بننا | دھوتی کھول دینا | کالک ملنا |
| ٹانگ اڑانا | | | |
| دھوڑیں پٹنا | گل چھڑے اڑانا | کھوہ کھاتے لگنا/ڈالنا | مٹھے کریلے ہونا |
| تنظیم سازی کرنا | ٹھیک ٹھاک لتاڑنا | آنیاں جانیاں | مٹھی گرم کرنا |
| ہارس ٹریڈنگ کرنا | انڈر گراؤنڈ | ویک اپ کال دینا | کلین چٹ |
| ہاٹ کیک | فل ٹاس | گن پوائنٹ | بلڈوز کرنا |
| شارٹ کٹ | رول بیک | پوسٹ مارٹم | ڈیڈ لائن |
| یوٹرن | پنڈورا باکس کھلنا | | |

اردو زبان نے ابتداء سے لے کر جہاں جہاں علاقائی سفر کیا وہاں کے حالات سے وہ متاثر ہوئی۔ تقسیم ہند کے بعد جب اردو زبان بھی تقسیم ہو گئی۔ پاکستان میں اردو زبان کو قومی زبان کا درجہ دیا گیا جبکہ یہاں کسی بھی علاقے کی مادری زبان اردو نہیں تھی۔ اردو نے یہاں کی علاقائی زبانوں کے اثرات قبول کیے۔ اردو کے روزمرہ اور محاورے کے بارے میں جو سند ہم لکھنؤ یا دہلی سے لیتے تھے اب معاملہ اس سے مختلف ہو گیا۔ اردو زبان کے ساتھ ایسی محبت جو مادری زبان کے ساتھ ہوتی ہے اردو اس سے محروم ہو گئی۔ اردو صرف اور صرف رابطے کی زبان کے طور پر معاشرے میں موجود ہے۔ اس کے باوجود اردو قومی سطح پر اتحاد کی علامت بھی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوا کہ پاکستان میں جب اردو کسی بھی علاقے کی مادری زبان نہیں ہے تو اہل زبان کون ہوں۔ روزمرہ اور محاورے کی سند کہاں سے لیں گے۔ اس کے لیے ہم نے اردو اخبارات کا انتخاب کیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی اخبارات کی زباں عوام کی زبان کے قریب کی زبان ہوتی ہے۔ دوسرا اخبارات کی زبان میں ایڈیٹر کے شعبہ کے ذریعے ایک چھانٹی کا عمل بھی ہوتا ہے۔ اس چھانٹی کے عمل سے گزر کر ہی نئے الفاظ و محاورات اخبارات کا حصہ بنتے ہیں۔ سب سے اہم بات اخبارات کی زبان کے ذریعے معاصر دور کی عکاسی ہوتی

ہے۔ زبان کی سماجی سطح پر ہونے والی تبدیلیوں اور عالمگیریت کے اثرات کی بھرپور عکاسی اخبارات میں ہوتی ہے۔

ایسے الفاظ اور محاورات کا مطالعہ جو پاکستانی اردو جن کی مادری زبان اردو نہیں ہے اس سے متروک ہو رہے ہیں۔ جن کا استعمال کم ہو گیا اس کے اسباب کا مطالعہ شامل ہے۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ وہ محاورات جن کی تشکیل مشترکہ ہندوستان میں ہوئی ان محاورات کا استعمال ہمیں اخبارات میں نہیں ملتا۔ وہ محاورے ہماری لغت میں تو موجود ہیں لیکن ہمارے موجودہ سماج میں استعمال نہیں ہو رہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محاورے اکتساب کے ذریعے ہماری یاداشت کا حصہ ہیں۔ ہماری زندگی کے ساتھ ان کا براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔

اُردو اخبارات کے مطالعے سے لسانی منظر نامے میں روایتی زبان اور عصری اثرات کا دلچسپ امتزاج سامنے آیا ہے جو جدید ٹیکنالوجی، کثیر الثقافتی تناظر اور عالمگیریت کے گہرے اثرات کا عکاس ہے۔ عالمی زبان کے طور پر انگریزی کے تسلط نے نئے الفاظ اور محاوروں کی آمیزیش میں نمایاں حصہ ڈالا ہے۔ جتنا تیزی کے ساتھ معاشرہ ڈیجیٹل ہو رہا ہے اسی رفتار سے نئے الفاظ جیسے "ای میل"، ٹوئٹر اور ویب سائٹ جیسے الفاظ اردو اخبارات میں بغیر کسی رکاوٹ کے استعمال ہو رہے ہیں۔

## حوالہ جات


1۔ اردو کہاوتیں اور ان کے سماجی و لسانی پہلو، ص،47،48

2۔ وارث سرہندی، زبان و بیان (لسانی مقالات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1989، ص،9

3۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات (حصہ سوم)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد 1991ء، ص445

4۔ خلیل صدیقی، زبان کا ارتقاء، سال اشاعت، 1977، ناشر، قلات پبلشرز، کوئٹہ، ص۔170

5۔ Wang Ping, Cultural Characteristics of Idiomatic Expressions and Their Approaches of Translation, Shanghai University of Engineering Scdience, Shanghai, China, Vol.8,NO.2, 295-300 doi: 10.17265/2159

6۔ محمد حسن عسکری، مجموعہ حسن عسکری، لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2000، ص288

7۔ سجاد بلوچ، زبان، لہجے اور لسانی رشتے، اردو سائنس بورڈ، طبع اول: 2018ء، ص68

8۔ وارث سرہندی، زبان و بیان (لسانی مقالات)، ص۔22

9۔ سجاد بلوچ، زبان، لہجے اور لسانی رشتے، ص69

10۔ عائشہ یاسین، گلوبلائزیشن اور میڈیا کا کردار، نوائے وقت، 10 نومبر 2023

11۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات (حصہ سوم)، ص72

12۔ رام بابو سکسینہ، تاریخ ادب اردو، علمی بک ہاؤس، اردو بازار لاہور، 1984ء، ص۔3

13۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات (حصہ سوم)، ص23

14۔ رام بابو سکسینہ، تاریخ ادب اردو، ص۔3

15۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات (حصہ سوم)، ص450

16۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، ادب و فن، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، طبع اول، جون 1987ء، ص231

17۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات (حصہ سوم)، ص403

18۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، ادب و فن، ص235

19۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات (حصہ سوم)، ص459

20۔ شیما مجید، ترتیب و تدوین، لسانی مذاکرات، (1957-1987)، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، 2006،ص73

21۔ ایضاً،ص155

22۔ سید عبداللہ،ڈاکٹر،ادب و فن،ص231

23۔ شیما مجید،ترتیب وتدوین،لسانی مذاکرات،(1957-1987)،ص91

24۔ سید عبداللہ،ڈاکٹر،ادب و فن،ص۔234

25۔ سیفی پریمی،ڈاکٹر،ہمارے محاورے،ڈاکٹر سیفی پریمی،مکتبہ پیام تعلیم جامعہ نگر، نئی دہلی،ص86

26۔ فخر الدین صدیقی اثر،اُردو محاورے،عثمانیہ بک ڈپو،کلکتہ،ص77

27۔ ایضاً،ص93

28۔ ایضاً،ص245

29۔ ایضاً،ص581

30۔ ایضاً،ص95

31۔ ایضاً،ص131

32۔ ایضاً،ص196

33۔ ایضاً،ص

34۔ وحیدہ نسیم،نسوانی محاورے،وجے پبلشرز، نئی دہلی،ص،10

35۔ ایضاً،ص10

36۔ ایضاً،ص11

37۔ ایضاً،ص،11،12

38۔ ایضاً،ص13

39۔ ایضاً،ص14

40۔ ایضاً،ص61

41۔ ایضاً،ص،85

42۔ ایضاً،ص،102

43۔ ایضا!، ص، 107

44۔ ایضاً، ص، 108

45۔ ایضاً، ص 132

46۔ ایضاً، ص۔ 138

47۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، (اداریہ)، مطبوعہ ماہنامہ، اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، جنوری 1982ء

48۔ سجاد بلوچ، زبان، لہجے اور لسانی رشتے، ص 45

49۔ فہمیدہ بیگم، ڈاکٹر، شعور زبان، موتی باغ، نئی دہلی، 1990، ص 33

50۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات (حصہ سوم)، ص، 453

51۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، مقالات اردو تدریس کانفرنس، اردو مرکز، لاہور، جون 1964ء، ص 13

52۔ روزنامہ خبریں 1 مارچ 2000ء، ص 12

53۔ روزنامہ نوائے وقت 1، اپریل 2005ء، ص 8

54۔ روزنامہ نوائے وقت 1، جولائی 2015ء، ص 4

55۔ روزنامہ جنگ 1، فروری 2020ء، ص 2

56۔ روزنامہ نوائے وقت 1، اکتوبر 2015ء، ص 15

57۔ روزنامہ خبریں 2، مارچ 2005ء، ص 6

58۔ روزنامہ خبریں 1، فروری 2010ء، ص 2

59۔ روزنامہ جنگ 1، ستمبر 2020ء، ص 2

60۔ روزنامہ نوائے وقت 1، جنوری 2000ء، ص 11

61۔ روزنامہ نوائے وقت 1، ستمبر، 2000ء، ص 11

62۔ روزنامہ خبریں 1، مارچ 2015ء، ص 2

63۔ روزنامہ خبریں 1، مارچ 2020ء، ص 1

64۔ روزنامہ خبریں 1، مئی 2020ء، ص 5

65۔ روزنامہ جنگ 1، جنوری 2000ء، ص 16

66۔ روزنامہ نوائے وقت 1، جولائی 2015ء، ص 15
67۔ روزنامہ نوائے وقت 1، جنوری 2020ء، ص 4
68۔ روزنامہ خبریں 1، دسمبر 2020ء، ص 1
69۔ فہمیدہ بیگم، ڈاکٹر، شعور زبان، موتی باغ، نئی دہلی، 1990ء، ص۔ 33
70۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد دوم، مجلس ترقی ادب لاہور، طباعت ششم، اپریل 2009ء، ص 20
71۔ روزنامہ جنگ 1، جولائی 2000ء، ص 6
72۔ روزنامہ جنگ 1، اپریل 2005ء، ص 5
73۔ روزنامہ خبریں 1، مئی 2005ء، ص 8
74۔ روزنامہ جنگ 1، دسمبر 2020ء، ص 2
75۔ روزنامہ نوائے وقت 1، دسمبر 2010ء، ص 8
76۔ روزنامہ نوائے وقت 1، اپریل 2015ء، ص 11
77۔ روزنامہ نوائے وقت 1، اپریل 2015ء، ص 15
78۔ روزنامہ نوائے وقت 1، مئی 2015ء، ص 11
79۔ روزنامہ جنگ 1، جنوری 2020ء، ص اداراتی صفحہ
80۔ روزنامہ جنگ 1، دسمبر 2020ء، ص 2
81۔ روزنامہ جنگ 1، جولائی 2005ء، ص 4
82۔ روزنامہ خبریں 1، دسمبر 2020ء، ص 1
83۔ روزنامہ جنگ 1، مارچ 2005ء، ص 7
84۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات (حصہ سوم)، ص 459
85۔ روزنامہ جنگ 1، جنوری 2015ء، ص 11
86۔ روزنامہ خبریں 1، جولائی 2020ء، ص 1
87۔ روزنامہ جنگ 1، جون 2015ء، ص 11
88۔ روزنامہ جنگ 1، دسمبر 2020ء، ص 2

89۔ روزنامہ جنگ 1، جولائی 2005ء، ص4

90۔ روزنامہ جنگ 1، مارچ 2005ء، ص7

باب سوم

# نئے روزمرہ کی تشکیل اور اخبارات کی زبان

روزمرہ کے استعمال کی زبان عام طور پر اخبارات کی زبان سے زیادہ غیر رسمی ہوتی ہے۔ یہ وہ زبان ہے جسے لوگ اپنی روزمرہ کی زندگی میں استعمال کرتے ہیں۔ یہ اخبارات میں استعمال ہونے والی زبان سے کم ساختہ اور کم رسمی ہوتی ہے۔ اس کے مقابلے میں اخبارات کی زبان زیادہ رسمی اور ساختی ہوتی ہے۔ اس میں گرائمر اور نحو کے اصولوں کی پیروی کی جاتی ہے۔ اخبارات کی زبان عوامی زبان کے مقابلے میں سماج میں وسیع پیمانے پر پہنچتی ہے یا سمجھی جاتی ہے۔ اخبارات میں استعمال ہونے والی زبان کو واضح اور جامع انداز میں قارئین تک پہنچایا جاتا ہے۔

روزمرہ کے استعمال کی زبان اور اخبارات کی زبان کے درمیان فرق طرز تحریر کا بھی ہے۔ اخبارات میں مصفنفین اکثر صحافتی طرز تحریر استعمال کرتے ہیں جو حقائق اور اعداو شمار پر مرکوز ہوتی ہے۔ وہ غیر جانبدار لہجے کا استعمال کرتے ہیں اور معلومات کو معروضی انداز میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے برعکس روزمرہ کے استعمال کی زبان زیادہ گفتگو پر مبنی ہوتی ہے۔ روزمرہ استعمال کی زبان اور اخبارات کی زبان مختلف مقاصد کو پورا کرتی ہے۔ روزمرہ کی زبان ذاتی رابطے اور غیر رسمی تحریر کے لیے استعمال ہوتی ہے جبکہ اخبارات کی زبان خبروں کی رپورٹنگ اور رسمی رابطے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

اُردو اخبارات کی زبان بھی دیگر زبانوں کے اخبارات کی طرح دو الگ حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصہ خبروں کے لیے مختص ہوتا ہے جبکہ دوسرا حصہ ادارتی ہوتا ہے۔ یہ حصے قارئین کی دلچسپیوں اور ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر بنائے گئے ہیں۔ خبروں والے حصے میں حقائق پر مبنی معلومات کو سیدھے سادھے انداز میں پیش کیا جاتا ہے جبکہ اخبار کے ادارتی حصے میں تجزیہ اور تخلیقی اظہار کے لیے بہترین حصہ ہے۔

اُردو اخبارات میں خبروں کے مضامین مختلف موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں جن میں سیاست، معاشیات، سماجی مسائل، کھیل اور تفریح شامل ہیں۔ حکومتی پالیسیوں، بین الاقوامی معاملات یا مقامی واقعات پر رپورٹنگ ہو، خبروں کے حصے کا بنیادی مقصد قارئین کو بروقت معلومات فراہم کرنا ہے تاکہ وہ دنیا میں رونما ہونے والے واقعات سے آگاہ رہیں۔ حالیہ واقعات کی رپورٹنگ کے علاوہ خبروں کے حصے میں انٹرویوز، تحقیقاتی رپورٹس اور انسانی دلچسپی کی کہانیاں بھی شامل ہوتی ہیں۔

خبروں کے حصے کے برعکس اردو اخبارات کا ادارتی حصہ تبصرے اور تجزیے کے لیے مختص ہوتا ہے۔ یہ حصہ تخلیقی زبان اور موضوعی نقطہ نظر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ادارتی تحریریں صحافیوں، کالم نگاروں اور مختلف شعبوں کے ماہرین نے لکھی ہوتی ہیں جو حالات حاضرہ اور سماجی مسائل پر اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں۔ ادارتی حصے میں استعمال ہونے والی زبان خبروں کے حصے کی نسبت تخلیقی ہوتی ہے۔ اس میں مصنفین استعارات اور تشبیہات کا استعمال کرتے ہیں۔ ادارتی حصہ سیاست، معیشت، ثقافت، مذہب اور اخلاقیات سمیت متنوع موضوعات کا احاطہ کرتا ہے۔ اداریے، کالم اور ایڈیٹرز کو لکھے گئے خطوط قارئین کے لیے دلچسپی کا باعث ہوتے ہیں۔

اخبارات کی زبان آئینہ کی طرح ہوتی ہے جو معاشرے میں رونما ہونے والے لسانی منظر نامے کی عکاسی کرتی ہے۔ اخبارات عوام تک صرف معلومات نہیں پہنچاتے، اخبارات عوام میں بدلتے ہوئی لسانی ترجیحات اور رجحانات کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زبان کے استعمال میں تبدیلیاں جیسے کہ نئے الفاظ کو اپنانا اخبارات کے ذریعے ہوتا ہے۔ ڈیجیٹل کمیونیکیشن اور سوشل میڈیا کے عروج نے اخبارات میں انٹرنیٹ سلینگ کو شامل کیا۔ اخبارات کی زبان میں معاشرے میں بولی جانے والی زبان کی تبدیلیوں کی عکاسی سب سے پہلے ہوتی ہے۔ اخبارات نئے تصورات اور اصطلاحات کو متعارف کروا کر عوامی گفتگو اور زبان کے استعمال کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

اُردو صحافت، اس کی زبان اور معاشرے پر شعبہ صحافت کے اثرات پہ معروف صحافی و مصنف رضا علی عابدی کا نام سرفہرست ہے جو ان چنیدہ شخصیات میں شامل ہیں جو گاہے گاہے اس موضوع پر لکھتے رہتے ہیں۔ ہماری جاری بحث، اُردو کے استعمال وطرز تحریر اور محاورات اور لسانی تغیرات کو رضا علی عابدی کی تصنیفات سے جوڑا جائے تو ان کی کتب "اُردو کا حال" اور "اخبار کی راتیں" زیر بحث موضوع سے گہری مطابقت رکھتی ہیں۔

اخبارات کسی بھی معاشرے کے طبقہ فکر پر کیوں اور کیسے اثر انداز ہوتے اور عوام کی رائے کو کیسے بدل سکتے ہیں؟ اس موضوع پر ابلاغ عامہ کے سینکڑوں مقالات سامنے آئے ہیں۔ جن کی توثیق ہمیں رضا علی عابدی کی کتاب "اُردو کا حال" ہی سے مل جاتی ہے جہاں انہوں نے ایک کانفرنس کا حال قلمبند کیا ہے کہ کیسے رائے عامہ کو اخبارات کے ذریعے استوار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے اس موقع پر اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ رائے عامہ کی تبدیلی اخبارات کے ذریعے ممکن تو ہوتی ہے لیکن قارئین کی رائے کے تغیر میں خبروں سے زیادہ ادارتی صفحات اور کالم نگاروں کا کردار ہوتا ہے۔ رضا علی عابدی کے اس طرز فکر نے ہماری کچھ سطور قبل کی گئی

بحث کی بھی توثیق کی ہے کہ اداراتی صفحات اور خبروں کے لیے متعین کردہ صفحات کی زبان اور طرز تحریر میں معیار کا بھی فرق ہوتا ہے اور زبان کے استعمال کا بھی۔

ہماری جاری تحقیق میں ذکر کردہ میٹرولنگولزم تھیوری کا جائزہ لیتے ہوئے یہ جہات بھی سامنے آئی ہیں کہ نئی بستیوں اور ترقی یافتہ علاقوں میں زبان کو تغیراتی تحدیات کا سامنا ہوتا ہے۔اس موضوع پر بھی رضا علی عابدی نے اپنی تصنیف "اردو کا حال" میں "اُردو کی نئی بستیاں" کے عنوان سے ذکر کیا ہے۔ان کے نزدیک نئی بستیوں میں اُردو زبان کے مسائل کا حل، حکومت کے بس کی بات نہیں اسی بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ ایک عالمی اُردو کانفرنس کے شرکاء سے اس بات کو منسوب کرتے ہیں کہ نئی بستیوں میں زبان کے مسائل کا حل خاندان کے کردار سے ہی ممکن ہے۔

**الف۔ روزمرہ میں تبدیلی کی وجوہات:(Reasons for Usage change)**

دنیا کی تمام زبانیں وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔ کسی بھی زندہ زبان کے لیے تبدیلی ناگزیر ہوتی ہے۔ زبانوں کی تاریخ بھی ہمیں یہی بتاتی ہے کہ زبانیں وقت کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں اور زبانوں کے ڈھانچے میں ہر سطح پر تبدیلی ہوتی ہے۔تاہم بہت سے لوگ روزمرہ میں رابطے کی زبان کے استعمال کے طور پر اس تبدیلی کو محسوس نہیں کر پاتے، شاید ان کی اپنی زبان کے ساتھ اس قدر گہری وابستگی ہوتی ہے کہ وہ ان تبدیلیوں کو دیکھ نہیں پاتے لیکن حقیقت میں زبانیں بدلتی رہتی ہیں۔ اس عمل کے دوران کچھ زبانیں پھلتی پھولتی ہیں اور کچھ زبانیں مر جاتی ہیں۔ نسل در نسل تلفظ تیار ہوتے ہیں، نئے الفاظ مستعار لیے جاتے ہیں، کچھ نئے الفاظ ایجاد ہوتے ہیں اور پرانے الفاظ کے معنی بدل جاتے ہیں۔ تبدیلی کی یہ شرح ایک جگہ سے دوسری جگہ مختلف ہو سکتی ہے لیکن تبدیلی تیز ہو یا سست ہوتی ضرور ہے۔ معاشرے میں روزمرہ بولی جانے والی زبان میں تبدیلیوں کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں جیسا کہ ثقافتی تبدیلیاں، تکنیکی ترقی، عالمگیریت اور نسلی تبدیلی۔ زبان کا روزمرہ کیا ہوتا ہے اس کی تبدیلی اور تشکیل کے مراحل کون سے ہیں ذیل میں ان اسباب کا جائزہ لیتے ہیں۔

روزمرہ کا تعلق عوام کے ساتھ ہے لیکن یہ اتنی عمومی چیز نہیں زبان کچھ مراحل سے گزرنے کے بعد ہی روزمرہ کا درجہ حاصل کرتی ہے۔ روزمرہ کہلانے سے پہلے زبان مختلف مراحل سے گزرتی ہے۔ زبان ایک زندہ ہستی ہے جو معاشرے کی بدلتی ہوئی حرکیات کی عکاسی کرنے کے لیے مسلسل ترقی کرتی رہتی ہے۔ اس لسانی ارتقاء کے اندر ثقافتی، سماجی تبدیلیاں اور مختلف گروہوں کے احساس کے اظہار میں بول چال اہم کردار ادا کرتی ہے۔ کسی بھی زبان میں روزمرہ میں شامل ہونے سے پہلے الفاظ سلینگ کہلاتے ہیں۔ سلینگ سے مراد

غیر رسمی الفاظ، تاثرات اور فقرے ہیں جو معیاری زبان کے اصولوں سے تھوڑے فاصلے پر ہوتے ہیں۔ یہ زبان کا ایک متحرک پہلو ہے جو زیادہ تر نوجوانوں کی ثقافت، ذیلی ثقافتوں اور معاشرے کے بدلتے ہوئے اصولوں کی عکاسی کرتے ہیں۔

کسی بھی زبان میں نئے الفاظ کی تشکیل ایک متحرک عمل ہے جو مختلف طریقوں کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ اردو زبان بھی مسلسل ترقی کے عمل سے گزر رہی ہے نئے الفاظ، نئے تصورات، نظریات، ٹیکنالوجیز اور سماجی تبدیلیوں کے اظہار کے لیے بنائے جاتے ہیں۔

ایسی زبان جسے ہم روزمرہ قرار نہیں دیتے لیکن وہ انداز گفتگو روزانہ کی بنیاد پر پینترے بدلتا ہے اور نیا ثقافتی مواد ہمیں فراہم کرتا ہے۔ انسانی تعامل کی متحرک نوعیت اور ثقافتی مناظر کی تشکیل پر اس کے گہرے اثرات موجود ہیں۔ غیر رسمی گفتگو جسے زیادہ تر علمی مباحثوں میں نظرانداز کر دیا جاتا ہے سماجی اصولوں، اقدار اور رجحانات کی عکاسی کرتے ہیں۔

غیر رسمی بول چال انسانی مواصلات کی بنیاد پر غیر معمولی طور پر سیال ہیں۔ وہ پہلے سے طے شدہ اصولوں کی پابندی نہیں کرتے جو انہیں روزانہ کی بنیاد پر ڈھالنے یا تبدیل کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ انفرادی تجربات اور ذاتی آراء سے لے کر عالمی رجحانات تک ان تبدیلیوں کو متاثر کرنے والے عوامل ہوتے ہیں۔ ان مکالموں کی غیر رسمیت سماجی حرکیات کی حقیقی وقتی عکاسی کے قابل بناتی ہے جو ابتدائی طور پر کسی نئے ابھرتے ہوئے ثقافتی منظر نامے کا آئینہ ہیں۔

لوگوں کے بات چیت کے طریقے میں مسلسل تبدیلی آ رہی ہے۔ خاص طور پر سوشل میڈیا کے عروج نے لوگوں کے بات چیت کے انداز میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ نئے لسانی تناظر، اظہار اور ابلاغ کے انداز متعارف کرائے ہیں۔ جیسے جیسے ٹیکنالوجی کی ترقی ہوئی ہے بات چیت کے نیا انداز بھی سامنے آیا ہے جو عصری ثقافتی ماحول کی وضاحت کرتا ہے۔ غیر رسمی گفتگو میں شامل ثقافتی مواد ایک بھرپور تنوع کو ظاہر کرتا ہے جو معاشرے کی اقدار، عقائد اور شناخت کی عکاسی کرتا ہے۔ زبان، مزاح اور بول چال اس ثقافتی مواد کے بنیادی ستون بن جاتے ہیں۔ مزید یہ کہ غیر رسمی گفتگو روایات، لوک داستانوں اور اجتماعی یاداشت کی ترسیل کا بہترین ذریعہ ہیں۔ ان مکالموں کے ذریعے افراد ثقافتی بیانیے کی تخلیق اور پھیلاؤ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

بیرونی عوامل جیسے کہ عالمی واقعات، سماجی واقتصادی تبدیلیاں اور سیاسی پیش رفت، غیر رسمی گفتگو کے مواد میں نمایاں کردار ادا کرتی ہیں مثال کے طور پر کوئی بڑا ثقافتی یا سیاسی واقعہ بڑے پیمانے پر مباحثے کو جنم دیتا

ہے۔ عوامی گفتگو کی تشکیل اور لوگوں کے بات چیت کے طریقے کو تبدیل کر دیتا ہے۔ یہ بیرونی اثرات نہ صرف روز مرہ کی گفتگو میں نئے موضوعات متعارف کرواتے ہیں بلکہ موجودہ گفتگو کو بھی نئی شکل دے دیتے ہیں۔

غیر رسمی گفتگو معاشرتی نبض کی عکاسی کرتی ہے۔ وہ روز مرہ کی زندگی کو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے ثقافتی ارتقاء میں اپنا حصہ ڈالتی ہے۔ ثقافت کی تشکیل میں ان مکالموں کی اہمیت کو تسلیم کرنے سے ہم معاشرے، زبان اور شناخت کے درمیان تعلق کو سمجھ کر ثقافتی بیانیے کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ لفظ کی تشکیل اور مکالمے کی اہمیت پر ہرڈر کی رائے ملاحظہ کریں:

> "I cannot think the first human thought, can not set up the first aware judgment in a sequence, with out engaging in dialogue, or striving to engage in dialogue, in my soul. Hence the first human thought by its very nature prepares one to be able to engage in dialogue with others! The first characteristic mark that I grasp is a characteristic word for me and a communication word for others.[1] "
>
> "میں اپنی روح کے مکالمہ میں مصروف ہونے یا مصروف ہونے کی کوشش کے بغیر پہلی انسانی سوچ کے بارے میں نہیں سوچ سکتا۔ اور نہ ہی ایک ساتھ پہلی (انسانی) آگہی بتا سکتا ہوں۔ اس طرح فطرت کا پہلا انسانی خیال کسی شخص کو دوسروں کے ساتھ مکالمے میں شامل ہونے کے قابل بناتا تھا۔ اس کی پہلی بنیادی خصوصیت جو میں نے سمجھی "لفظ" تھا اور جو دوسروں کے ساتھ ذریعہ اظہار بنا"

ہرڈر کی متذکرہ بالا رائے انسانی ادارک کی سماجی فطرت اور انسانی فکر کی تشکیل میں مکالمے کے کردار کا احاطہ کرتی ہے۔ ہرڈر کے مطابق پہلی انسانی سوچ مکالمے میں مشغول ہونے یا اپنے ذہن میں مکالمے میں مشغول ہونے کی کوشش ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانی فکر بنیادی طور پر سماجی اور ابلاغی ہے۔ انسان کی ابتدائی شعوری سوچ مکالمے کے ساتھ جڑی ہوئی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا شعور اندرونی مکالموں کے ذریعے تشکیل پاتا اور ظاہر ہوتا ہے۔ ہرڈر کی یہ رائے زبان، فکر اور سماجی تعامل کے باہمی ربط کو اجاگر کرتی ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انسانی سوچ کی فطرت میں ایک مکالماتی عمل شامل ہے۔ الفاظ کا استعمال انفرادیت کے ساتھ ساتھ دوسرے کے ساتھ بات چیت کی سہولت کے لیے بھی اہم ہے۔ یہ نقطہ نظر لسانیات اور فلسفے کے نظریات سے ہم آہنگ ہے جو انسانی شعور اور سماجی تعلقات کی تشکیل میں زبان کے کردار پر زور دیتا ہے۔

جارگن زبان یا اصطلاحات وہ ہیں جو کسی خاص گروہ یا پیشے کے ذریعہ استعمال ہوتی ہیں۔ جو ان خاص گروہوں یا پیشوں سے باہر والوں کے لیے نا قابل فہم ہوتی ہیں۔ جارگن کے ذریعے ہی ان گروہوں کے لوگ اپنے علم اور تجربات کو زیادہ مؤثر انداز میں بیان کرتے ہیں۔ جارگن کی ابتداء مخصوص گروہوں کے اندر جامع اور درست بات چیت کی ضرورت کے پیش نظر ہوتا ہے۔ پروفیشنل کمیونٹیز، جیسے سائنس دان، ڈاکٹر یا انجینئر اپنی گفتگو کی واضح تفہیم کے لیے جارگن کا استعمال کرتے ہیں۔ جارگن الفاظ سے متعلق ڈاکٹر قاسم یعقوب کی رائے ملاحظہ کریں:

> "جارگن میں لفظوں کو اصطلاحی درجہ دیا جاتا ہے۔ فیکٹریوں کے ملازم، مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے، گروہ یا مارکیٹ کی مخصوص زبان اسی ضمن میں شمار کی جاسکتی ہے جو سلینگ بھی نہیں اور نہ ہی ان لفظوں میں مستند زبان ( Standard Language) کا سا اظہار ملتا ہے۔ چوں کہ مستند زبان کا دائرہ عمل اتنے محدود اور نئے شعبے کے لیے تیار نہیں ہوتا ہے اس لیے یہ لغت خود بخود معنی تراشتی رہتی ہے اور مستند زبان میں داخل ہو جاتی ہے۔"[2]

ڈاکٹر قاسم یعقوب کی متذکرہ بالا رائے جارگن، بول چال اور معیاری زبان کے درمیان تعلق کی وضاحت پر مبنی ہے۔ جارگن سے مراد وہ مخصوص الفاظ یا اصطلاحات ہیں جو خاص گروہوں کے ذریعہ استعمال ہوتے ہیں۔ کچھ مخصوص الفاظ کو مخصوص گروہوں کے تناظر میں ایک مخصوص معنی تفویض کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر قاسم یعقوب کی رائے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ جارگن الفاظ جو مخصوص گروہوں میں استعمال ہوتے ہیں انہیں معیاری زبان کا حصہ نہیں سمجھتے۔ معیاری زبان عام طور پر عوام میں وسیع پیمانے پر قبول شدہ ہوتی ہے جسے ہم روزمرہ کہتے ہیں۔ جارگن کے ذریعے ہی نئے الفاظ کی تشکیل ہوتی ہے جو زبان کے ارتقاء کے ایک متحرک عمل کی نشان دہی کرتا ہے۔ جارگن الفاظ میں سے کچھ الفاظ جن کو ابتدائی طور پر جارگن یا عام بول چال سمجھا جاتا ہے وہ وقت کے ساتھ ساتھ عوام میں قبول کر لیے جاتے ہیں اور معیاری زبان کا حصہ بن جاتے ہیں۔

زبان مسلسل ارتقاء کے عمل سے گرزتی رہتی ہے۔ اس ارتقاء کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ الفاظ کا سفر خصوصی جارگن سے لے کر سلینگ الفاظ تک ہوتا ہے۔ یہ منتقلی نہ صرف لسانی ترجیحات میں تبدیلیاں بلکہ سماجی تبدیلیوں، ثقافتی اثرات اور ہمیشہ بدلتی ہوئی دنیا میں اظہار کی ضرورت کو ظاہر کرتی ہے۔ جارگن الفاظ جو اکثر مخصوص پیشوں سے منسوب ہوتے ہیں ان افراد کے لیے سہولت کا باعث بنتے ہیں جو اس مہارت کے مشترکہ

شعبے میں شامل ہوتے ہیں۔ یہ جارگن ان لوگوں کو ممتاز کرتے ہیں ان لوگوں سے جو اس شعبہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ یہ پیشہ ور افراد کو پیچیدہ خیالات کو اختصار کے ساتھ پیش کرنے کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ اس سے وقت کی بھی بچت ہوتی ہے اور بات چیت کو بھی درست انداز میں دوسرے تک پہنچایا جاتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان مخصوص اصطلاحات کی تفہیم وسیع پیمانے پر ہونے لگتی ہے۔ جیسے جیسے معاشرتی تبدیلیوں کے سبب خیالات کے اظہار کے نئے طریقے آتے ہیں اس میں وہ اصطلاحات بڑے پیمانے پر سمجھی جانے لگتی ہیں۔ جارگن سے بول چال تک کا سفر ایک عمل کے تحت ہوتا ہے۔ وہ الفاظ جو کبھی مخصوص گروہوں یا صنعتوں تک محدود تھے روزمرہ کی زبان میں داخل ہونے لگتے ہیں جو اکثر نوجوان نسل کے ذریعہ پھیلتے ہیں۔ سلینگ اپنی غیر رسمی اور متحرک نوعیت کی خصوصیت کے باعث معاشرے کے بدلتے ہوئے ذوق اور رویوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ کیمبرج ڈکشنری میں سلینگ الفاظ کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

> "Slang is vocabulary that is used between people who belong to the same social group and who know each other well. Slang is very informal language. It can offend people if it is used about other people or outside a group of people who know each other well. We usually use slang in speaking rather than writing. Slang normally refers to particular words and meanings but can include longer expressions and idioms…"[3]

> "سلینگ ایسی لغت ہے جو ایک جیسے معاشرتی گروہ یا ایک دوسرے کو اچھی طرح جاننے والے افراد کے درمیان بولی جاتی ہے۔ سلینگ بہت غیر رسمی زبان ہوتی ہے۔ یہ غصہ دلا سکتی ہے اگر جان پہچان رکھنے والوں یا حلقہ احباب سے باہر کے لوگوں کے لیے استعمال کی جائے۔ ہم عموماً سلینگ کا استعمال لکھنے سے زیادہ بولنے کے لیے کرتے ہیں۔ سلینگ عام طور پر خاص لفظوں اور مطالب کی طرف اشارہ کرتی ہے مگر اس میں دور رس اظہار اور محاورات ہو سکتے ہیں"

سلینگ الفاظ کی ایک غیر رسمی اور متحرک شکل ہے جو بنیادی طور پر مخصوص سماجی گروہوں میں استعمال ہوتی ہے جہاں افراد ایک دوسرے کے ساتھ قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ یہ لسانی رجحان اپنی غیر معمولی نوعیت کی وجہ سے تحریری رابطے کے مقابلے میں بولی جانے والی زبان میں زیادہ عام ہے۔ اس کا استعمال مخصوص گروہوں سے باہر کرتے ہوئے احتیاط برتنی چاہیے کیونکہ اس کا استعمال غلط فہمیوں کا باعث بن سکتا

ہے۔ سلینگ الفاظ معیاری زبان کے اصولوں سے ہٹ جاتے ہیں۔اس کے ذریعے افراد زیادہ غیر رسمی طور پر اظہار خیال کر سکتے ہیں جو کہ سلینگ الفاظ کی نمایاں خوبی تصور کی جاتی ہے۔

سلینگ عام طور پر مخصوص سماجی گروہوں کے لیے مخصوص ہوتی ہے جو اس کے اراکین کے درمیان شناخت اور تعلق کا احساس پیدا کرتی ہے۔ یہ ان کمو نیٹیز میں پروان چڑھتی ہے جہاں لوگ مشترکہ مفادات، تجربات یا ثقافتی پس منظر کا اشتراک کرتے ہیں۔ سلینگ بنیادی طور پر بولی جانے والی زبان میں استعمال ہوتی ہے جو سماجی گروہوں کے اندر زبانی رابطے کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔اس کی متحرک نوعیت فوری طور پر نئے تاثرات کو زبان میں شامل کرنے کی سہولت فراہم کرنا ہے۔ سلینگ الفاظ سے متعلق ڈاکٹر قاسم یعقوب کی رائے ملاحظہ کریں:

"سلینگ الفاظ پہلے سے موجود الفاظ سے آگے کا مرحلہ ہوتے ہیں یعنی یہ معیاری زبان میں موجود الفاظ میں توسیع معنی ہیں۔ سلینگ نئے لفظ کے طور پر رائج ہو یا کسی پرانے لفظ کی معنیاتی ترمیم کے ساتھ بولا جا رہا ہو اُس کا پرانے لفظ کے ساتھ کوئی نہ کوئی رشتہ ضرور ہوتا ہے"[4]

سلینگ ایک ایسی لسانی سرحد ہے جو نئے الفاظ اور فقروں کو متعارف کرواتی ہے جو بالآخر روزمرہ کی زبان میں جگہ بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ نئے الفاظ تخلیق کرنے کا یہ عمل فطری طور پر ثقافتی اختراع اور عصری تجربات کو سمیٹتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ سلینگ ایک تخلیقی آؤٹ لیٹ ہے جو لسانی تجربات کے راستے زبان کو تقویت بخشتا ہے۔ سلینگ الفاظ معیاری زبان کے ساتھ ایک علامتی تعلق برقرار رکھتے ہیں۔ سلینگ الفاظ عصری زندگی کو سمجھنے میں سب سے زیادہ معاون ہوتے ہیں۔

سلینگ الفاظ ایک لسانی و ثقافتی رجحان بھی ہیں، جو معاشرتی اصولوں، اقدار اور رجحانات کی عکاسی کرتے ہیں۔ پاپ کلچر، موسیقی، فلمیں اور سوشل میڈیا لسانی ارتقاء کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ سلینگ الفاظ ذیلی ثقافتوں اور روزمرہ کی زبان کے درمیان پل کا کام کرتے ہیں۔ڈاکٹر رؤف پاریکھ کے مطابق:

"کثرتِ استعمال سے معنی کی شدت اور اظہار کا زور کھو بیٹھیں تو سلینگ الفاظ ان کی جگہ لینے کے لیے آجاتے ہیں"[5]

معاشرتی تبدیلیاں اور ابھرتے ہوئے سماجی رویے بھی بول چال میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جیسے جیسے معاشرے نئے اصول اپناتے ہیں لسانی اختراع ایک فطری ردِ عمل کے طور پر سامنے آتا ہے۔ سلینگ الفاظ

ان سماجی رویوں کی لسانی عکاسی کے طور پر موجود ہوتے ہیں۔ چاہے یہ سوشل میڈیا پر ہونے والی گفتگو ہو یا ایسے تاثرات جو عصری سماجی مظاہر کو سمیٹتے ہوں۔ زبان ان تمام حرکیات کی عکاسی کرتی ہے۔ نئی ایجادات کی آمد بھی اکثر ایسی زبان کی تخلیق کی ضرورت بن جاتی ہے جو ان تکنیکی ترقیوں کا اظہار کر سکے۔

سلینگ الفاظ، محاورات جو روزمرہ کی زبان سے کچھ فاصلے پر اپنا لسانی چکر پورا کرتے ہیں۔ اس میں کچھ معیاری ابلاغ میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ سلینگ الفاظ، محاورات جو مخصوص ذیلی ثقافتوں کی مقامی زبان کی عکاسی کرتے ہیں۔ تاہم یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر سلینگ روزمرہ کی زبان میں قبولیت کا سفر طے کرے۔ اس تناظر میں سماجی تشکیلات اس بات تعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے کہ کون سے لفظ، محاورات معیاری زبان کا حصہ بنیں گے۔ جیسے یہ الفاظ مخصوص کمیونٹیز میں رائج ہوتے ہیں وہ سماجی توثیق کے عمل سے گزرتے ہیں۔ جو الفاظ، محاورات اپنی گروہ میں زیادہ وسیع پیمانے پر رائج ہوتے ہیں وسیع لسانی استعمال کے سبب ان کا انضمام معیاری زبان میں ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ ایسے الفاظ، محاورات کی رسائی زیادہ سامعین تک بڑھانے میں میڈیا اور ٹیکنالوجی کا کردار انتہائی اہم ہے۔ ڈیجیٹل دور میں، سوشل میڈیا پلیٹ فارمز اور آن لائن کمیونیٹیز نے سلینگ الفاظ کے پھیلنے میں تیزی آئی ہے۔ جس سے وہ جغرافیائی حدود کو سہولت کے ساتھ عبور کر کے دوسرے گروہوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ انٹرنیٹ ایک وسیع سماجی تشکیل کے ٹول کے طور پر موجود ہے جہاں الفاظ تیزی سے قبولیت کی منزل طے کرتے ہیں اور روزمرہ کی لغت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اس ڈیجیٹل اثر ورسوخ نے مواصلات کی روایتی اور عصری شکلوں کے درمیان خطوط کو دھندلا کر دیا ہے جس سے روزمرہ کی زبان میں سلینگ الفاظ اور محاورات کے انضمام میں آسانی ہوتی ہے۔

اس کے باوجود تمام سلینگ الفاظ کامیابی کے ساتھ ذیلی ثقافتی جارگن سے روزمرہ کی زبان میں قبولیت کا سفر مکمل نہیں کرتے۔ اس مرحلے میں سلینگ الفاظ کے سامنے سماجی تشکیلات گیٹ کیپر کے طور پر موجود ہے جو ایسی الفاظ و محاورات کو فلٹر کرتی ہیں کہ کون سے الفاظ روزمرہ زبان کی لغت میں شامل ہوں گے اور کون سے باہر ہوں گے۔ سلینگ الفاظ تیزی سے پسندیدگی بھی حاصل کر سکتے ہیں اور نئے تاثرات میں تبدیل بھی ہو سکتے ہیں۔ سلینگ الفاظ کا روزمرہ زبان میں انضمام کا عمل سماجی تبدیلیوں کا عکاس ہوتا ہے۔ جیسے جیسے ثقافتی اصول بدلتے ہیں اور سماجی رویوں کا ارتقاء ہوتا ہے بعض الفاظ اپنی مطابقت کھو دیتے ہیں یا انہیں مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس ایسے الفاظ جو مروجہ ثقافتی اخلاقیات کے ساتھ ہم آہنگ ہوتے ہیں ان کے قبولیت کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں اور وہ روزمرہ زبان کی لغت کا مستقل حصہ بن جاتے ہیں۔

زبان انسانی رابطے اور اظہار میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ لسانی تنوع کے اس پیچیدہ نظام کے اندر روزمرہ معاشروں میں افراد کے درمیان رابطے کی سب سے زیادہ قابل رسائی اور عام طور پر استعمال ہونے والی زبان کی شکل ہے۔ روزمرہ رسمی زبان کے برعکس گرائمر کے اصولوں کی پابندی کرتا ہے۔ روزمرہ کی تعریف کیفیہ از برجموہن دتاتر کیفیہ میں اس طرح درج ہے: "روزمرہ بیان کے اس اسلوب کو کہتے ہیں جو اہل زبان استعمال کرتے ہیں۔ اس کے خلاف استعمال غلط سمجھا جاتا ہے"[6]

روزمرہ زبان کی تشکیل ثقافتی اثرات، علاقائی تغیرات اور افراد کے تجربات سے ہوتی ہے۔ جس سے تاثرات کا ایک بھرپور نظام بنتا ہے جو معاشرے کے اندر موجود متنوع شناختوں کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہ زبان کسی معاشرے کی مشترکہ تاریخ، اقدار اور روایات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہوتی ہے جو ثقافتی ورثے کے تحفظ اور ایک نسل سے دوسرے نسل تک منتقلی میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔

روزمرہ کی زبان کا ارتقاء ایک جاری عمل ہے جو مختلف عوامل سے متاثر ہوتا ہے۔ تکنیکی ترقی، عالمگیریت اور سماجی تبدیلیاں روزمرہ میں تبدیلی کا باعث بنی ہیں۔ نئی ٹیکنالوجیز اور سوشل میڈیا کے عروج سے ڈیجیٹل کمیونیکیشن کے ذریعے نئے الفاظ روزمرہ کی زبان میں بغیر کسی رکاوٹ کے شامل ہو رہے ہیں۔ مخففات، ایموجیز اور انٹرنیٹ سلینگ الفاظ روزمرہ کی زبان کا حصہ بن رہے ہیں۔ ڈیجیٹل دور نے افراد کے اظہار کے طریقے کو نئے انداز سے تشکیل دیا ہے۔ اس کے علاوہ گلوبلائزیشن نے بھی روزمرہ زبان کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا ہے گلوبلائزیشن مختلف لسانی گروہوں کے درمیان الفاظ، تاثرات اور ثقافتی اثرات کے تبادلے میں معاون ہے جس سے روزمرہ کی زبان کو تقویت ملتی ہے۔

## ٹیکنالوجی کا اثر: Influence of technology

زبان پر ٹیکنالوجی کا اثر بہت گہرا ہے۔ سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ جیسے شعبوں میں پیشرفت سے پیدا ہونے والی نئی اصطلاحات کے مسلسل ارتقاء نے ہماری روزمرہ کی لغت کو تقویت بخشی ہے۔ "اسمارٹ فون"، "ایپ"، سیلفی" "ایموجی" اور کلاوڈ جیسے الفاظ بغیر کسی کے رکاوٹ کے ہماری روزمرہ گفتگو میں شامل ہو چکے ہیں۔ مخففات جو ڈیجیٹل کلچر سے پیدا ہوئے، اب ہماری مواصلات میں نمایاں نظر آتے ہیں جیسے "LOL" اور "OMG" جیسے تاثرات ٹیکسٹ میسجنگ اور آن لائن گفتگو میں اہمیت اختیار کر چکے ہیں۔ ڈیجیٹل پلیٹ فارمز، سوشل میڈیا اور دوسری فوری پیغام رسانی کی ایپس نے لوگوں کے بات چیت کے طریقہ کار کو بدل دیا ہے۔ میمیز اور دوسری طنزیہ تخلیقات کی انٹرنیٹ پر بھرمار ہے جس سے ہماری روزمرہ زبان میں انقلاب برپا کر

دیا ہے۔ عالمی مواصلات، ٹیکنالوجی کی مدد سے لوگوں کو ثقافتوں اور زبانوں میں باہم مربوط کر دیا ہے۔ اس کی وجہ سے الفاظ اور فقروں کے مستعار لینے اور ان کو روزمرہ زبان میں ضم کرنے کا رجحان عام ہے۔ تعلیم، سیاحت اور کاروبار میں اس کے پھیلاؤ کی وجہ سے انگریزی کا غالب اثر روزمرہ زبان پر موجود ہے۔ اسلم ملک اپنی فیس بک وال پر رقمطراز ہیں:

> "انگریزی کے بے شمار الفاظ اس طرح ہماری زبانوں کا حصہ بن گئے ہیں کہ یہ خیال ہی نہیں آتا کہ یہ غیر زبان کے ہیں. مثلاً تعمیرات کی اشیاء اور اصطلاحات دیکھ لیں کوئی سوچ کر ان کیلئے دیسی لفظ استعمال کرے تو راج مزدور بھی نہیں سمجھیں گے۔ خیر، اس وقت میرے ذہن میں جو لفظ ہے وہ ان پڑھ، دیہاتی اور گھریلو عورتیں بھی درست معنی میں عام استعمال کر رہی ہیں. وہ شاید ہماری اجتماعی ذہنی کیفیت کو بیان کرتا ہے. وہ لفظ ہے... ٹینشن Tension "[7]

اسلم ملک کی مذکورہ بالا رائے زبان کے انضمام کے رجحان کی نشان دہی کرتی ہے جہاں غیر ملکی الفاظ زبان میں اس قدر پیوست ہو جاتے ہیں کہ وہ فطری طور پر ان کی اصل کے بارے میں شعوری آگاہی کے بغیر استعمال ہوتے ہیں۔ وہ لوگ بھی ایسے الفاظ کا استعمال کرتے ہیں جن کے پاس زیادہ رسمی تعلیم نہیں ہوتی چاہے وہ دیہی علاقوں میں رہنے والے لوگ ہوں یا گھریلو خواتین، تمام لوگ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے استعمال کرتے ہیں۔ یہ عمل اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ ایسے الفاظ کس حد تک معاشرے میں پھیل چکے ہیں اور ہمارے اجتماعی شعور کا حصہ بن چکے ہیں۔

ٹیکنالوجی کا کردار اور انگریزی زبان کا غلبہ آج کی دنیا میں روزمرہ کی تبدیلیوں کی تشکیل میں اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ ٹیکنالوجی ایک ہمہ گیر قوت بن چکی ہے جس نے ہماری زندگی کے ہر پہلو پر اثرات مرتب کیے ہیں۔ ٹیکنالوجی کی تیز رفتار ترقی نے نہ صرف ہمارے رہنے کے انداز کو بدلا ہے بلکہ اس نے ایک عالمی دنیا جو ہماری جغرافیائی حدود سے باہر ہے اس تک رسائی کی سہولت فراہم کی ہے۔ اس باہمی ربط نے ایک عالمگیر ثقافت کو جنم دیا ہے جہاں خیالات، رجحانات اور اثرات سرحدوں کے پار بغیر کسی رکاوٹ کے پہنچتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان کا غلبہ اس عالمگیر منظر نامے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ انگریزی ڈیجیٹل دور کی زبان کے طور پر دنیا میں ابھر کر سامنے آئی ہے جو دنیا میں تجارت، سائنس اور ٹیکنالوجی کے لیے مشترکہ زبان کے طور پر موجود ہے۔ آن لائن مواد زیادہ تر انگریزی میں ہے اور انگریزی زبان ہی معلومات،

مواقع تک رسائی اور عالمی گفتگو میں حصہ لینے کے لیے ایک قابل قدر مہارت بن چکی ہے۔ انگریزی میں مہارت مختلف شعبوں میں کامیابی کے لیے ایک لازمی شرط ہے۔اس لسانی غلطی نے تکنیکی ترقی کے ساتھ مل کر ایک متحرک ماحول پیدا کیا ہے جو عالمی سطح پر روزمرہ کی زندگی کو متاثر کرتا ہے۔ ٹیکنالوجی اور انگریزی زبان کے درمیان ہم آہنگی روزمرہ کی تبدیلیوں کے پیچھے ایک محرک ہے جو ہماری عصری دنیا کی وضاحت کرتا ہے۔

## عالمگیریت اور کثیر الثقافتی: Globalization and multiculturalism

بڑھتی ہوئی عالمگیریت اور کثیر الثقافتی تعامل کے ساتھ زبانیں اکثر دوسری ثقافتوں سے الفاظ، جملے اور تاثرات لیتی ہیں۔ یہ رجحان، جسے لسانی مستعاریت کے نام سے جانا جاتا ہے، ایک زبان کو تقویت بخشتا ہے اور معاشرے کے تنوع کی عکاسی کرتا ہے۔ گلوبلائزیشن اور ٹیکنالوجی میں ترقی نے دنیا بھر کے معاشروں میں بولی جانے والی روزمرہ کی زبان پر نمایاں اثر ڈالا ہے۔ یہ اثرات زبان کے مختلف پہلوؤں میں دیکھے جا سکتے ہیں عالمگیریت نے سرحدوں کے آر پار خیالات اور ثقافتوں کے تبادلے میں سہولت فراہم کی ہے جس کے نتیجے میں مختلف زبانوں سے قرض کے الفاظ کو شامل کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اردو زبان نے انگریزی زبان سے اصطلاحات مستعار لی ہیں جن میں انٹرنیٹ "اور "ای میل"Pizza, Burger, Sandwichوغیرہ شامل ہیں۔

ٹیکنالوجی نے روزمرہ کی زبان میں نئے الفاظ اور اصطلاحات متعارف کرائے ہیں۔ جیسے جیسے نئے گیجٹ،ڈیوائسز اور سافٹ ویئر تیار ایجاد ہوتے ہیں لوگ اپنے ناموں اور افعال کو اپنی لغت میں شامل کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، "اسمارٹ فون،" "ایپ،" "ایموجی،" اور "سیلفی" جیسی اصطلاحات دنیا بھر کی بہت سی زبانوں میں عام ہو گئی ہیں۔

ٹیکنالوجی نے افراد کے لیے تمام زبانوں میں بات چیت کرنا آسان بنا دیا ہے۔ ترجمے کے ٹولز، زبان سیکھنے کی ایپس اور ترجمہ نے کثیر لسانی تعاملات کو آسان کر دیا ہے نتیجتاً، لوگ اپنی روزمرہ کی گفتگو میں مختلف زبانوں کے الفاظ، فقرے اور تاثرات کو تیزی سے شامل کر رہے ہیں جس کی وجہ سے ایک متنوع لسانی منظر نامے کی طرف رجحان بڑھ گیا ہے۔

بڑھتی ہوئی عالمی رابطے نے بولیوں اور علاقائی لہجوں کے ہم آہنگی کو جنم دیا ہے۔ چونکہ مختلف لسانی پس منظر سے تعلق رکھنے والے لوگ ٹیکنالوجی کے ذریعے بات چیت کرتے ہیں وہ مختلف لہجوں اور بولیوں کے

سامنے آتے ہیں جس کی وجہ سے لسانی خصوصیات کی آمیزش ہوتی ہے۔ یہ رجحان آن لائن کمیونٹیز اور میڈیا میں خاص طور پر واضح ہے جہاں متنوع لسانی پس منظر والے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔ خاص طور پر جب بات دو لسانی ہم آہنگی اور معاشروں میں بولی جانے والی روزمرہ کی بدلتی ہوئی زبان کی ہو، ٹیکنالوجی نے بلاشبہ اس بات پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ ٹیکنالوجی نے مختلف لسانی پس منظر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو جوڑ دیا ہے جیسا کہ پہلے کبھی نہیں تھا۔ سوشل میڈیا، فوری پیغام رسانی، اور ویڈیو کانفرنسنگ پلیٹ فارمز نے لوگوں کے لیے سرحدوں کے پار بات چیت کرنا اور کسی بھی وقت میں بات چیت کرنا آسان بنا دیا ہے۔ بڑھتا ہوا رابطہ زبانوں کی آمیزش کی وجہ بنا ہے کیونکہ لوگ دوسری زبانوں کے عناصر کو اپنی زبان میں اپناتے ہیں جس کے نتیجے میں دو لسانی طریقوں میں ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔

## کوڈ سوئچنگ اور مکسنگ: Code-Switching and Mixing

کوڈ سوئچنگ سے مراد ایک ہی گفتگو یا متن میں دو یا زیادہ زبانوں کے درمیان ردوبدل کی مشق ہے۔ ٹیکنالوجی نے متعدد زبانوں کو سپورٹ کرنے والے پلیٹ فارمز فراہم کر کے کوڈ سوئچنگ کی سہولت فراہم کی ہے۔ جس سے افراد آسانی کے ساتھ زبانوں کے درمیان بات چیت کرتے وقت سوئچ کر سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ ٹیکنالوجی نے زبان کے اختلاط کی نئی شکلوں کو جنم دیا ہے جہاں افراد غیر ملکی الفاظ اور جملوں کو اپنی مادری زبان میں شامل کرتے ہیں جس کے نتیجے میں ایک ہائبرڈ لسانی انداز یا رجحان سامنے آیا ہے۔

کوڈ سوئچنگ اور زبان کا اختلاط درحقیقت معاشروں میں روزمرہ بولی جانے والی زبان میں تبدیلی لاتا ہے۔ یہ لسانی مظاہر اس وقت رونما ہوتے ہیں جب افراد متعدد زبانوں کے درمیان تبادلہ کرتے ہیں یا ایک ہی گفتگو یا جملے میں مختلف زبانوں کے عناصر کو ملا دیتے ہیں۔ ثقافتی شناخت، سماجی تناظر اور دو لسانی یا گروہی یکجہتی کی بنا پر کوڈ سوئچنگ مختلف وجوہات کی بناء پر ہو سکتی ہے۔ کوڈ سوئچنگ بولنے والوں کو مختلف زبانوں سے الفاظ یا جملے ادھار لینے کی اجازت دیتا ہے جس سے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ لسانی ادھار کسی زبان میں نئے تصورات، خیالات اور تاثرات متعارف کروانے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ جب افراد زبانوں کے درمیان سوئچ کرتے ہیں یا مختلف زبانوں کے عناصر کو ملاتے ہیں تو یہ بولی جانے والی زبان کے گرائمر اور نحو کو متاثر کرتا ہے۔ ایک زبان کے ساختی نمونے اور گراماتی اصول دوسری زبان کے ساتھ ضم ہو سکتے ہیں، نئے لسانی ڈھانچے بنا سکتے ہیں یا موجودہ کو تبدیل کر سکتے ہیں۔

کوڈ سوئچنگ اور اختلاط ہائبرڈ زبانوں یا بولیوں کو جنم دے سکتا ہے۔ یہ لسانی ہائبرڈ مختلف زبانوں کے عناصر کو یکجا کرتے ہیں جس کے نتیجے میں اکثر تقریر کی ایک الگ قسم ہوتی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ایسی ہائبرڈ زبانیں اپنے گرائمر کے اصولوں اور الفاظ کے ساتھ مستحکم نظام میں ترقی کرتی ہیں۔

زبان سے رابطہ اور عالمگیریت کثیر لسانی معاشروں یا ایسے علاقوں میں جن میں زبان کا اہم رابطہ ہے، کوڈ سوئچنگ کا رجحان عام ہے۔ بڑھتی ہوئی عالمگیریت اور باہمی ربط کے ساتھ یہ مظاہر زیادہ عام ہو جاتے ہیں جیسا کہ افراد لسانی حدود کے پار تعامل کرتے ہیں، کوڈ سوئچنگ لسانی تبادلے اور موافقت کے موزوں ہے جس سے وسیع پیمانے پر زبان کی تبدیلی ہوتی ہے۔ ٹیکنالوجی نے خودکار ترجمے کی خدمات فراہم کرنے والے ایپلی کیشنز اور پلیٹ فارمز کے ذریعے زبان سیکھنے اور ترجمہ میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ مشینی ترجمے کے ٹولز جیسے کہ گوگل ٹرانسلیٹ وسیع پیمانے پر قابل رسائی ہو گئے ہیں۔ چونکہ لوگ ترجمے کے لیے ان ٹولز پر انحصار کرتے ہیں اس لیے وہ اپنی روزمرہ کی زبان میں کچھ ترجمہ شدہ فقرے یا تاثرات اپناتے ہیں جو زبانوں کی آمیزش میں حصہ ڈالتے ہیں۔

زبان انسانی رابطے کا بنیادی ذریعہ ہے۔ وقت، ثقافت اور سماجی تبدیلیوں کے زیر اثر زبان بھی بدلتی رہتی ہے۔ لسانی ارتقاء کے اس فطری عمل میں کچھ نئے الفاظ تشکیل پاتے ہیں جو اپنی مطابقت کے باعث لغت میں اپنی جگہ بنا لیتے ہیں جبکہ کچھ الفاظ دھندلا جاتے ہیں جو کچھ عرصہ تو یاداشت کے سہارے موجود رہتے ہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ متروک ہو جاتے ہیں۔ حافظ صفوان محمد چوہان کے مطابق:

> " لفظ اپنے مصادق کے ساتھ زندہ رہتے ہیں ؛ جہاں کوئی نقشِ کہن مٹا، کوئی دور گزرا، کوئی تہذیب برباد ہوئی، کوئی رسم ٹوٹی، کوئی بلندی بیٹھی، کوئی شعبہ علم ختم ہوا یا کوئی بڑی ایجاد پرانی ہوئی، ان سے متعلق بہت سے لفظ بھی فنا کے سونامی کے گیڑ میں آ کر پاتال میں اتر جاتے ہیں۔۔۔
>
> ہر زبان میں کچھ لفظ بنیادی ہوتے ہیں یعنی ان سے کئی اور لفظ پھوٹتے ہیں اور ایسا ہر لفظ کسی ضرورتِ حادثہ کی پیداوار ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر لفظ کی اپنی ثقافت ہوتی ہے اور اُس کے بین الثقافتی مراسم ہوتے ہیں۔ پرانی تہذیبوں اور ثقافتوں کے آثار کی طرح کچھ لفظ بھی عبرت کی نشانیاں بن جاتے ہیں اور کچھ سازہائے فخر ومباہات "[8]

زبان کا ارتقاء ایک ایسا فطری رجحان ہے جس کی تشکیل متعدد عوامل سے ہوتی ہے۔ جس میں تکنیکی ترقی، ثقافتی تبادلے اور معاشرتی اصولوں میں تبدیلی شامل ہے۔ جیسے جیسے معاشرہ ترقی کرتا ہے نئے تصورات سامنے آتے ہیں اور ان کو بیان کرنے لیے نئے الفاظ تخلیق کیے جاتے ہیں اس کے برعکس جیسے جیسے پرانے طریقے اور عقائد چھوڑ دیے جاتے ہیں ان سے جڑے الفاظ بھی متروک ہو جاتے ہیں۔ جیسے معاشرے ترقی کرتے ہیں ایسے ہی ان کی لسانی ضروریات اور ترجیحات بھی ہوتی ہیں جس کے نتیجے میں ایسے الفاظ اور فقرے ترک کر دیے جاتے ہیں جن کا عملی طور پر استعمال نہیں ہوتا۔ سماجی اصول اس بات کا تعین کرتے ہیں کہ کون سے الفاظ متعلقہ ہیں اور کون سے مبہم ہو گئے ہیں جو اقدار، عقائد اور مواصلات کے انداز میں تبدیلی کی بھی عکاسی کرتے ہیں۔ زبان کے متروک ہونے کا عمل کثیر جہتی ہے جو متعدد سماجی، ثقافتی اور تکنیکی عوامل سے متاثر ہوتا ہے۔ جو الفاظ ایک بار روزمرہ کی گفتگو میں اہم سمجھے جاتے ہیں وہ سماجی اصولوں کی تبدیلی اور نئی ٹیکنالوجیز کے سامنے آنے کے ساتھ ہی اپنی افادیت کھو دیتے ہیں۔ زبان کے متروک ہونے کے عمل میں صرف انفرادی الفاظ کا غائب ہو جانا شامل نہیں ہے بلکہ اس میں لسانی منظر نامے میں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں بھی شامل ہیں۔ یہاں متروک الفاظ کچھ مثالیں ذیل میں موجود ہیں:

**آبادانی** بمعنی آباد ہونا، آبادی" یہ آباداں پر یائے فاعلی لگا کر حاصل ہوا ہے۔ فارسی میں بھی ہے۔ "آباداں" اور "آبادانی" اردو میں پہلے مستعمل تھے لیکن معلوم نہیں کیوں اب یہ دونوں خوبصورت لفظ کچھ دن سے عام استعمال میں بہت کم نظر آتے ہیں۔[9]

یہ لفظ اردو میں رائج رہا ہے جس کے معنی تھے بڑھتی ہوئی آبادی، موجودہ اردو میں ہمارے روزمرہ زبان سے یہ لفظ متروک ہو چکا ہے۔ اس کی جگہ آباد کاری لفظ استعمال ہوتا ہے۔ سماجی تشکیل کے لحاظ سے یہ تبدیلی معاشرے میں تبدیلی کی عکاسی کرتی ہے۔ زبان کسی بھی ثقافت کی متحرک عکاس ہوتی ہے۔ روزمرہ میں تبدیلیوں کو سماجی اصولوں اور بدلتی اقدار کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔

**آگ زنی** اردو میں اچھا خاصا لفظ "آتش زنی" موجود ہے۔ ہندی والے خدا جانے کہاں سے "آگ زنی" اٹھا لائے اور افسوس کہ ان کی دیکھا دیکھی اردو والے بھی "آگ زنی" لکھنے لگے ہیں۔ یہ لفظ غیر ضروری تو ہے ہی، یہ غلط بھی ہے اور بدصورت بھی۔ اسے بالکل ترک ہونا چاہیے۔[10]

آگ زنی اردو میں استعمال ہوتا رہا ہے جیسا کہ لغات روزمرہ میں شمس الرحمن فاروقی نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ اس لفظ کو اردو میں استعمال نہیں ہوتا ہے جب کہ اردو میں اس سے بہتر اور خوبصورت لفظ "آتش

زنی" موجود ہے اس کے ہوتے ہوئے اس کو متروک ہونا چاہیے۔اب ہمارے روزمرہ میں "آگ زنی" کا لفظ متروک ہو چکا ہے۔اس کی جگہ آتش زنی ہی رائج ہے۔

**ارموت** مشہور پھل،امرود

ارموت پرانی اردو میں مشہور پھل امرود کے لیے بولا جاتا تھا جو کہ اب متروک ہو چکا ہے۔ موجودہ نسل تو اس کا استعمال جانتے ہی نہیں جبکہ کچھ پرانے لوگ مذاق میں ارموت کہہ دیتے ہیں جو کہ پرانی اردو میں استعمال ہوتا تھا۔[11]

**اوپر والا** عورتوں میں یہ لفظ "چاند" کے معنی میں مستعمل تھا۔ ممکن ہے اب بھی کچھ علاقوں میں رائج ہو۔[12]

یہ لفظ عورتوں کے درمیان ایک لسانی اور ثقافتی روایت کی نشان دہی کرتا ہے۔اس لفظ کا استعمال ممکنہ طور پر ثقافتی یا روایتی تھا۔اب اس کا استعمال متروک ہو چکا ہے۔چاند کے لیے کہیں بھی لفظ اوپر والا استعمال نہیں ہوتا۔ہمارے روزمرہ میں "اوپر والا" کا استعمال اس معنی سے یکسر مختلف ہے۔

**ایڈی کانگ** دوم یائے مجہول، یہ لفظ دلچسپ ہے اور تت سم سے تدبھو بنانے کی عمدہ مثال ہے۔ فرانسیسی میں اس کا تلفظ "اید (یاے مجہول) دَکاں" ہے اور معنی ہیں "کسی بلند رتبہ افسر یا معزز شخص کا معاون ذاتی"۔ہم لوگوں نے کچھ سن کر اور کچھ دیکھ کر اسے "بلند رتبہ افسر یا حاکم کا ذاتی نائب" کے معنی میں ایڈی کانگ" بنا دیا۔ امیر الغات میں "میں مصاحب، رفیق" معنی لکھے ہیں اور "نور" نے یہی الفاظ دہرا دیئے ہیں۔[13]

یہ لفظ اردو روزمرہ میں رائج تھا لیکن اب متروک ہو چکا ہے۔ مقامی زبانوں میں کچھ خطوں میں یہ لفظ کچھ معنی کی تبدیلی کے ساتھ اب بھی رائج ہے۔ایڈی کانگ، پھنے خان کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔یہ اس شخص کے لیے مخصوص ہے جو آپ کو نقصان پہنچانے کی خواہش رکھتا ہو مگر طاقت نہیں۔اسے طنزاً لوگ بولتے ہیں ایڈی کانگ۔اس کے علاوہ کانگ کا لفظ "سیلاب" کے لیے بھی بولا جاتا ہے جو تباہی پھیلاتا ہے۔

**بل بے** استعجاب یا تحسین کا اظہار کرنے کے لیے یہ بڑا عمدہ فقرہ تھا۔افسوس کہ اب بہت کم سننے میں آتا ہے۔اسے رائج کرنا چاہیے۔ذوق

بل بے استغنا کہ وہ یاں آتے آتے رہ گئے
اف ری بے تابی کہ یاں تو دم ہی جائے ہے[14]

یہ لفظ اردو زبان میں تحسین اور حوصلہ افزائی کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ یہ لفظ ہماری لغت میں تو موجود ہے لیکن روزمرہ سے متروک ہو چکا ہے۔ اس کی جگہ جو لفظ ہمارے روزمرہ میں رائج ہیں وہ ہیں، واہ واہ، سبحان اللہ، اف اللہ وغیرہ کا استعمال موجود ہے۔

**بھلہ رے** بھلہ رے اس فقرے میں لام پر تشدید ہے۔ استعجاب اور تحسین ظاہر کرنے کے لئے یہ بھی عمدہ فقرہ تھا، لیکن اب اس قدر گم نام ہے کہ ''اردو لغت، تاریخی اصول پر'' میں بھی درج نہیں۔ (ہاں ''بھلا رے'' البتہ درج ہے۔) میر سوز

؎ بھلہ رے عشق تیری شوکت و شان

بھائی میرے تو اڑ گئے اوسان[15]

ایسے عمدہ فقرے کو ادبی زبان میں پھر رائج ہونا چاہئے۔ دہلی کے روزمرہ میں اب بھی رائج ہے۔

یہ فقرہ اردو کے روزمرہ میں رائج رہا ہے اور جیسا کہ لغات روزمرہ میں درج ہے کہ یہ فقرہ ابھی بھی دہلی کے روزمرہ میں رائج ہے۔ دہلی، لکھنو اور پاکستانی اردو کی سماجی پس منظر میں بڑا فرق ہے۔ یہ لفظ یہاں کے روزمرہ سے متروک ہو چکا ہے۔

**پپڑانا** ہونٹ یا کسی نرم جگہ پر پپڑی پڑ جانا۔[16]

**پریوار** اردو کے بعض کرم فرما ''خاندان، گھرانہ، خانوادہ، گھر بار، کنُم، ٹبر، اہل خانہ، اہل خاندان'' جیسے لفظوں کے ہوتے ہوئے ''پریوار'' جیسا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اسے اردو کی بد نصیبی نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔ ''سنگھ پریوار'' کی بات اور ہے، کہ وہ ایک اصطلاح ہے۔ لیکن عام حالات میں ''پریوار'' کا استعمال نامناسب ہے۔''[17]

**شب کور** وہ گھوڑا جسے رات کو نہ دکھائی دے[18]

**مان دان** رسم و رواج کے معنی میں یہ فقرہ عورتوں کی زبان پر کبھی تھا۔ اب عورتوں کا کوئی مخصوص روزمرہ نہیں رہ گیا بعض لغات مخصوص بہ زناں اب عام زبان میں شامل ہو گئے ہیں۔ ''مان دان'' ان میں سے نہیں ہے۔ تعظیم و احترام، آؤ بھگت، خاطر لحاظ' وغیرہ کے معنی میں یہ فقرہ ہندی والوں کے یہاں اکثر دیکھا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ اردو والے اس بھونڈے فقرے کو ان معنی میں قبول کرنے پر کیوں مائل ہیں۔''[19]

## نئے روزمرہ کی تشکیل: (Creating a new Usage)

معاشرے میں روزمرہ کی بنیاد پر زبان کی تشکیل ایک پیچیدہ اور مسلسل عمل ہے جو مختلف عوامل سے متاثر ہوتا ہے۔ در حقیقت، معاشرے میں روزانہ کی بنیاد پر زبان کی تشکیل ایک کثیر جہتی اور جاری عمل ہے جس کی تشکیل متعدد عوامل سے ہوتی ہے۔ حافظ صفوان محمد چوہان کے مطابق:

> "الفاظ وہ پہناوے ہیں جو ہم اپنے خیالات کو دوسروں تک پہچانے یا محفوظ کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ لفظوں کے معنوں کی کئی تہیں ہوتی ہیں جو وقت گزرنے اور تجربہ بڑھتے رہنے کے ساتھ کھلتی چلی جاتی ہیں۔ یہ سیکھنے کا عمل ہے کہ ہر گزرنے والے دن اور ہر پیش آنے والے قومی، سماجی، ثقافتی یا انفرادی حادثے کے ساتھ لفظوں کے نئے مفاہیم سامنے لاتا رہتا ہے۔"[20]

الفاظ لباس کی مانند ہیں جس طرح لباس پیش کش کا ذریعہ ہے اسی طرح الفاظ بھی ہمارے خیالات کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ الفاظ میں معنی کی بہت سی پرتیں ہوتی ہیں جو وقت اور تجربے سے تشکیل پاتی ہیں۔ الفاظ کی تشکیل کا یہ فطری عمل ہے جو ہر گزرتے دن کے ساتھ اور رونما ہونے والے ہر قومی، سماجی، ثقافتی اور انفرادی واقعات کے ساتھ الفاظ کو نئی معنی دیتا ہے۔ زبان کا حصول اور فہم جاری عمل ہے۔ جب لوگ مختلف حالات کا سامنا کرتے ہیں تو الفاظ کے نئے معنی سامنے آتے رہتے ہیں۔ قومی، سماجی اور ثقافتی واقعات زبان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ نئے روزمرہ کی تشکیل کے جو ممکنہ عوامل ہیں ان کا ذکر ذیل میں موجود ہے۔

## ثقافتی اثرات: Cultural influences

زبان کا ثقافت کے ساتھ بڑا گہرا ربط ہے۔ ثقافتی طرز عمل، عقائد، اقدار اور روایات سماجی گروہ کے ذریعہ استعمال ہونے والے الفاظ، تاثرات، اور محاوراتی فقروں کو متاثر کرتی ہیں۔ جیسے جیسے ثقافتیں بدلتی ہیں اسی طرح ان کی زبان بھی نئے تصورات، ٹیکنالوجیز اور سماجی تبدیلیوں سے متاثر ہوتی ہے۔ ثقافتی عوامل زبان کی روزمرہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ زبان نہ صرف رابطے کا ذریعہ ہے بلکہ یہ ایک خاص ثقافت کی اقدار، عقائد، رسم و رواج اور سماجی اصولوں کی عکاسی بھی کرتی ہے۔

ثقافتی عوامل زبان کے الفاظ کو تشکیل دیتے ہیں۔ ہر ثقافت کے اپنے الفاظ اور تاثرات ہوتے ہیں جو اس کے رسم و رواج، روایات اور طرز زندگی سے مخصوص ہوتے ہیں مثلاً کچھ ثقافتوں میں خوراک اور کھانا پکانے سے متعلق متعدد الفاظ ملتے ہیں۔ اسی طرح زراعت کی تاریخ رکھنے والی ثقافتوں میں زراعت سے متعلق مخصوص اصطلاحات موجود ہوتی ہیں۔

ہر ثقافت میں الفاظ اور جملوں کا اپنا ذخیرہ موجود ہوتا ہے۔ جو اس ثقافت کی روایات اور اقدار کی عکاسی کرتا ہے۔ وہ الفاظ مخصوص ثقافتی شناخت کی تشکیل میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اردو زبان کا اپنا ایک منفرد ذخیرہ الفاظ ہے جو اس کی ثقافتی اور تاریخی شناخت کا باعث ہے۔ اردو جنوبی ایشیا میں بولی جانے والی ایک بڑی زبان ہے خاص طور پر پاکستان اور ہندوستان کے بڑے حصے پر اردو بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

اردو کا ذخیرہ اس کے بھرپور ثقافتی ورثے اور تاریخی اثرات کی عکاسی کرتا ہے۔ اس زبان نے عربی اور فارسی سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے جو اس کے شعری اور ادبی اصطلاحات کے وسیع ذخیرے میں شامل ہے۔ ان میں سے بہت سے الفاظ روزمرہ کی زبان میں شامل ہو چکے ہیں۔

اردو نے برصغیر پاک و ہند کی دیگر علاقائی زبانوں جیسے ہندی، پنجابی اور سندھی وغیرہ سے الفاظ مستعار لیے ہیں۔ اس لسانی تنوع نے اردو کے ذخیرہ الفاظ کو مزید تقویت بخشی ہے۔ اردو کی ذخیرہ الفاظ میں ادب، شاعری، مذہب، فن، کھانے اور سماجی رسم و رواج سمیت مختلف شعبوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ یہ ثقافتی اور تاریخی علم کے ذخیرے کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے جو اس خطے کے لیے منفرد روایات اور داستانوں کو محفوظ رکھے ہوئے ہے۔

اردو الفاظ کا استعمال اردو بولنے والی کمیونٹی کی شناخت اور اس کے ساتھ وابستگی کی علامت ہے۔ یہ اپنے بولنے والوں کے درمیان تعلق اور مشترکہ ثقافتی ورثے کا احساس دلاتی ہے جو مضبوط ثقافتی اور تاریخی تعلق کو فروغ دیتا ہے۔ اردو کا الگ ذخیرہ اس کی ثقافتی اور تاریخی شناخت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے جس سے زبان کو اظہار، ابلاغ اور ثقافتی روایات کے تحفظ میں مدد ملتی ہے۔

## سماجی تعامل: (Social interaction)

زبان بنیادی طور پر رابطے کا ایک ذریعہ ہے اور سماجی تعامل اس کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بات چیت، مکالموں اور ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تعلق کے ذریعے لوگ زبان کے ارتقاء میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔ زبان ایک سماجی ٹول ہے جو افراد کو اپنے خیالات اور جذبات کو دوسروں تک پہنچانے میں مدد دیتی

ہے۔ بات چیت میں مشغول ہونے سے لوگ مسلسل معنی پر گفت وشنید کرتے ہیں اور معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں۔اس عمل کے ذریعے وہ نئے الفاظ کو سیکھتے ہیں اور ان کی عوام میں سمجھ اور مقبولیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ بات چیت کا عمل نئی لسانی صورتوں کی کھوج لگانے اور موجودہ شکلوں میں ترمیم کرنے یا یوں کہہ لیں کہ زبان میں تبدیلی اور اختراع کو فروغ دینے کا ذریعہ ہے۔

سماجی تعامل روزمرہ کی تشکیل میں سہولت فراہم کرتا ہے۔ خاص طور پر لوگ جب ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت کرتے ہیں تو روزمرہ کی تشکیل میں یہ بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔ یہ تعاملات لسانی مہارتوں کی نشوونما کو بھی تشکیل دیتے ہیں صوتیاتی آگاہی، الفاظ اور گرائمر کو سمجھنا وغیرہ۔ درحقیقت سماجی تعامل زبان کی تشکیل اور ترقی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ زبان کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ انسانی تعامل اور سماجی حرکیات کے ساتھ اس کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ سماجی تعامل جس سے زبان متاثر ہوتی ہے ان کا ذکر ذیل میں کرتے ہیں۔

سماجی تعاملات روزمرہ کی نئی زبان کی نشوونما اور اپنانے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ جب لوگ بات چیت کرتے ہیں تو وہ خیالات، آراء اور تجربات کا تبادلہ کرتے ہیں اس عمل سے وہ زبان کے ارتقاء میں کردار ادا کرتے ہیں۔ سماجی تعامل لسانی اصولوں کے ذریعے نئی زبان کو نفاذ کے قابل بناتا ہے۔ جب مختلف لوگ نئے فقروں اور جملوں کا استعمال کرتے اور ان الفاظ اور جملوں کے مشترکہ معانی قائم کرتے ہیں۔ اس طرح زبان استعمال کرنے والے اجتماعی طور پر لسانی اصولوں کو تشکیل دیتے ہیں۔

اردو اخبارات میں استعمال ہونے والا روزمرہ کی تفصیل ملاحظہ کریں:

**رُل گئے**[21]

رُل گئے کا مطلب خوار ہو گئے۔ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کام کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے خلوصِ دل سے کوشش کی جائے لیکن اس کا نتیجہ بالکل اس کے برعکس نکلے تو اس وقت اس جملے کو ادا کیا جاتا ہے کہ رُل گئے۔ یہ روزمرہ پنجابی زبان کا ہے اور اب پنجابی سے اردو زبان میں اپنا لیا گیا ہے۔ عام بول چال میں اور اب پاکستان کے قومی اخبارات میں بھی اس کا استعمال ہو رہا ہے۔

اس روزمرہ کا استعمال اکثر ناکام عاشق بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ جو اپنے محبوب کے پیچھے اپنا وقت، پیسہ سب کچھ لٹا دیتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ انہیں نہیں ملتا تو کہتے ہیں کہ "رل تے گئے آں پر چس بڑی آئی اے" رل گئے کا جو عام مفہوم ہے وہ خوار ہونے کا ہی ہے۔

## ڈھول ڈھمکوں[22]

ایسا روزمرہ ہے جس کا استعمال خوشی کے موقعوں پر کیا جاتا ہے جہاں دھوم دھڑکا ہو۔ شادی بیاہ کا موقع ہو یا زندگی میں کوئی انفرادی اچیومنٹ ہو۔ بعض علاقوں میں گندم کی فصل تیار ہونے پر جب اس کے کاٹنے کا وقت آتا ہے تو اس کا آغاز بھی ڈھول ڈھمکوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہمارے سماج میں ڈھول کی بڑی اہمیت ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کا تعلق خوشی کے ساتھ ہے۔

## وارے نیارے[23]

اس کا مطلب ہے بہت سا فائدہ ہو جاتا، عیش ہو جانا، خوب ہاتھ رنگے جانا۔ حالات اور معاملات جب کوئی ایسا رُخ اختیار کرتے ہوں جب ہر طرح کامیابی ہوتی ہے تو اسے وارے نیارے ہونا کہتے ہیں یعنی بہت کچھ مل گیا۔ خلافِ توقع بہت بڑی کامیابی ہوئی ہے جس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

## یرک جانا[24]

پنجابی میں ایک لفظ "یرک جانا" بولتے ہیں۔ محاورتاً اس کے معنی بنتے ہیں ڈر جانا۔ لیکن اس لفظ کی اصل ڈیفینیشن کچھ یوں ہے:

> "پنجاب کے دیہاتی ماحول میں اگر کسی نے سانڈوں کی لڑائی دیکھی ہو تو سانڈوں کی لڑائی دیکھنا بھی بڑا دل گردے کا کام ہے کہ ٹکریں مارتے ایک دوسرے کو رگیدتے ہوئے سانڈوں کی زد میں آئے آدمی کا بچنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ سانڈوں کی لڑائی چھتوں پر چڑھ کے لڑتے لڑتے یہ سانڈھ جب سینگ پھنسا لیتے ہیں اور ایک دوسرے کو گرانے کی کوشش ہو رہی ہوتی ہے سانس پھولے ہوئے اور زور لگ رہا ہوتا ہے۔ تو کسی ایک سانڈھ کا پیٹھ سے گوبر کا تھوڑا سا اخراج ہوتا ہے۔ اردو میں غالباً ٹٹی نکل جانا کہتے ہیں حالانکہ ٹٹی کے معنے پردے کے ہوتے ہیں بس جی اس کو کہتے ہیں یرک جانا"[25]

یرک جانے کا مطلب تو ڈر جانا کے ہی ہیں۔ ہمارے بہادر ڈکٹیٹروں کے لیے بھی بولا جاتا ہے جو واشنگٹن سے آنے والی ایک کال پر یرک جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے سماج میں جو چھوٹے جرائم کرتے ہیں وہ پولیس کا نام سنتے ہی یرک جاتے ہیں۔

## کل کلاں[26]

اس کا مطلب ہے آئندہ زمانے میں کچھ روز بعد یا آئندہ کے ہیں۔ کل کلاں کا استعمال اخبارات میں عمران خان کے حکومت کے چینی ماڈل کو پسند کرنے اور اپنانے کی خواہش پر استعمال ہوا ہے کہ عمران خان کب تک چینی ماڈل کے اسیر رہتے ہیں، اگر کل کلاں انہیں کوئی اور ماڈل پسند آگیا تو پھر کیا ہوگا۔

کل کلاں کا مطلب ہے آئندہ زمانے میں اس کا اخبار میں استعمال کچھ یوں ہوا ہے۔ "اگر کل کلاں کو کوئی کہہ دے کہ ترک جرنیل ترکی فوج کی وردی اتار دیں کیونکہ اس طرح وہ فوج کے جرنیل لگتے ہیں تو کیا وہ اپنی وردیاں اتار دیں گے۔"

## رٹے رٹائے[27]

ہمارے سماج میں اس جملے کا استعمال مختلف موقعوں پر ہوتا ہے۔ زیادہ تر رٹے رٹائے جملوں کا استعمال ہمارے سیاست دان کرتے نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ انتخابات کے دنوں سیاست دانوں کے پاس عوام کے ساتھ وعدوں کے لیے مخصوص جملے ہوتے ہیں جو ہر انتخابات میں استعمال کرنے ہوتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر بولا جاتا ہے کہ ان کے رٹے رٹائے جملے سن لیں۔ اس کے علاوہ اگر اقتدار میں ہوتے ہیں اور کوئی حادثہ وغیرہ پیش آجاتا ہے تو" واقع کو فوری طور پر نوٹس لے لیا ہے اور ذمہ داران کا تعین کر کے ان کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے گی" ایسے رٹے رٹائے جملے ان کا خاصہ ہیں۔

انڈین میڈیا کے حوالے سے بھی یہ بات کی جاتی ہے کہ ان کے پاکستان کے بارے میں رٹے رٹایا سبق ہے جو انہوں نے پڑھ کر سنانا ہوتا ہے۔

## نئے اردو روزمرہ کی تشکیل میں پنجابی زبان کا کلیدی کردار: (The key role of Punjabi language in the formation of new Usage Urdu)

اردو زبان ایک بھرپور تاریخ اور متنوع لسانی خصوصیات کی حامل زبان ہے۔ اس کی تشکیل پنجابی سمیت مختلف زبانوں سے ہوئی ہے۔ پنجابی اور اردو کے درمیان گہرے تعامل نے اردو زبان کے ذخیرہ الفاظ میں نمایاں اضافہ کیا ہے۔ روزمرہ کی زندگی، ثقافت اور مقامی رسم و رواج سے متعلق الفاظ اردو میں داخل ہو گئے۔

پنجابی الفاظ کی اس آمیزیش نے اردو کو ایک ایسی زبان بننے میں مدد دی جو تجربات اور جذبات کے ایک وسیع دائرے کو موثر طریقے سے بیان کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

پنجاب اور اس کے آس پاس کے علاقوں کی مشترکہ تاریخ نے اردو میں محاورات، استعارات اور ثقافتی حوالوں کو متاثر کیا ہے۔ ان میں سے بہت سے تاثرات پنجابی میں ہیں اور عام طور پر اردو ادب اور گفتگو کے دوران استعمال ہوتے ہیں۔ اردو کی بول چال کی شکل پنجابی سمیت مختلف علاقوں کی مقامی زبانوں اور بولیوں سے متاثر ہے۔ لسانی عناصر کے اس امتزاج نے روزمرہ کی مانوس زبان اردو کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ پنجابی اور اردو بولنے والوں کے مختلف سماجی حوالوں سے لسانی تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ وہ لوگ جو ذولسانی ہیں یا دونوں زبانوں سے واقف ہیں انہوں نے لسانی خصوصیات کے کراس پولینیشن (پیوند کاری) میں حصہ لیا جس سے ایک زیادہ متحرک زبان کی صورت میں اردو زبان سامنے آئی۔

اردو اور پنجابی کی مشترکہ ادبی اور شاعرانہ روایات موجود ہیں۔ بہت سے شاعروں اور ادیبوں کی دونوں زبانوں میں تخلیقات موجود ہیں جس کی وجہ سے اسلوب اور لسانی عناصر کا امتزاج ہوا ہے۔ اس ادبی تعامل نے زبانوں کے باہمی تعامل کو مزید تقویت بخشی ہے۔

جہاں پنجابی نے اردو روزمرہ کی زبان کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا وہیں یہ ان متعدد زبانوں میں سے بھی ایک ہے جس نے اردو کی ترقی میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ دوسری زبانوں جیسے فارسی، عربی اور مختلف علاقائی بولیوں کے بھی اس پر اثرات نمایاں ہیں۔ اس کے نتیجے میں اردو ایک ایسی زبان کے طور پر ابھری جو برصغیر پاک وہند کی متنوع لسانی اور ثقافتی تاریخ کو مجسم کرتی ہے۔

اردو اخبارات میں استعمال ہونے والا نئے روزمرہ جو اب عوام اور اخبارات میں قبولیت کی منزل طے کر چکا ہے اس کا مطالعہ درج ذیل ہے:۔

**وکھری ٹائپ**[28]

الگ قسم کا، دوسروں سے الگ۔ اس روزمرے کا استعمال ہمارے سماج میں زیادہ تر طنزیہ کیا جاتا ہے۔ اخبارات میں اس کا استعمال عمران خان کے لیے ہوا ہے کہ جس نے آئے روز اپوزیشن کی چوری اور سیاست دانوں کا ایماندار ہونا عوام کے لیے کتنا مفید ہے پر لیکچر دیے لیکن ان کے اپنے دور حکومت میں وہی کام تسلسل کے ساتھ ہوتے رہے جن کو وہ غلط کہتے آ رہے ہیں۔ اس کے لیے یہ استعمال ہوا ہے کہ یہ وکھری ٹائپ کا ایماندار شخص ہے۔ اس روزمرہ کا استعمال اور بھی مختلف مواقع پر ہوتا ہے۔ ہر اس شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے جو عام

چلن سے ہٹ کر کوئی کام کرے گا۔ اس کتاب کے لیے بھی بولتے ہیں جو دوسری کتابوں سے مختلف ہو اپنی منفرد مضامین کے سبب اسے وکھری ٹائپ کی کتاب کہا جاتا ہے۔

**کھاناورتانا**[29]

شادی بیاہ کے موقع پر مہمانوں کو خوش آمدید کہنا، کھانا لگانا، دیگ پر بیٹھ کر کھاناورتانا، شامیانے لگانا وغیرہ پر کزن اور دلہن کے دوسرے رشتہ داروں کی ڈیوٹیاں لگائی جاتی ہیں۔ کھاناورتانا کا مطلب کھانا تقسیم کرنا کے ہیں۔

**ودھی ہوئی۔**[30]

ودھی ہوئی کا مطلب ہے بڑھی ہوئی۔ یہ اس بات کے لیے بولا جاتا ہے جب دو فریقین کے درمیان معاملات بگڑ جائیں۔ صلح کی بجائے معاملات بگڑتے جائیں تو کہا جاتا ہے "گل ودھ گئی اے"

اس کے علاوہ کچھ دیگر مواقع پر بھی اس کا استعمال ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی انتہائی خطرناک حادثے میں بچ جائے جس میں ظاہری طور پر بچنا ناممکن دکھائی دیتا ہو ایسے موقع پر بولا جاتا ہے کہ فلاح کی "ودھی ہوئی تھی" اس لیے بچ گیا۔

**آنیاں جانیاں**[31]

"آنیاں جانیاں" کا مطلب ہے کہ کسی شخص کی آنا اور جانا دیکھتے رہے۔ اس روزمرہ کا استعمال اردو اخبار میں سیلاب کے دنوں میں ہوا کہ سیلاب زدگان تکلیف میں مبتلا ہیں اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔ ان کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہیں ہے لیکن آپ صدر زرداری کی آنیاں جانیاں دیکھتے رہیں۔

سیاسی عوامل:۔

بعض اوقات زبان کی تبدیلی کے سیاسی محرکات بھی ہوتے ہیں جیسے کہ انسانی نقل مکانی اور حملہ آور جب کسی دوسرے ملک میں جاتے ہیں تو وہ کوئی نئی زبان سیکھتے ہیں اور وہاں کے مقیم بھی ایک نئی زبان سے متعارف ہوتے ہیں۔ وہ گروہ جو زبان سیکھتے ہیں اس کو اپنے بچوں تک پہنچاتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے سماجی حلقے میں روزمرہ زبان میں تبدیلی کا باعث بنتے ہیں۔

ہجرت سے مراد لوگوں کی ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل و حرکت ہے۔ کسی نئے ملک یا علاقے میں آباد ہونے کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں جیسے کہ بہتر معاشی مواقع کی تلاش، تنازعات یا ظلم و ستم سے تنگ آ کر نقل مکانی کرنا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے سے ہجرت کرنے والے خاندان میں شامل ہو جانا ہے۔

جب لوگ کسی نئے ملک میں ہجرت کرتے ہیں تو وہ اکثر اپنے ساتھ اپنی ثقافتی روایات اور زبانیں لاتے ہیں۔ یہ میزبان ملک میں نئی زبانوں کو متعارف کرانے کا باعث بنتے ہیں۔ یہ نئی زبانیں خود مہاجرین یا میزبان ملک میں پیدا ہونے والی ان کی نسلیں بولتی ہیں۔ نقل مکانی کرنے والوں کی آمد اور نئی زبانوں کا تعارف مقامی زبان اور لسانی منظر نامے پر نمایاں اثر ڈالتی ہے۔ان کا ذکر درج ذیل ہے۔

## زبانوں کا ایک دوسرے سے رابطہ:(Contact of languages with each other)

جب مختلف زبانیں رابطے میں آتی ہیں تو وہ ایک دوسرے کو متاثر کرتی ہیں اور کسی حد تک تبدیلی کا باعث بھی بنتی ہیں۔تارکین وطن مقامی زبان کے عناصر کو اپناتے ہیں جیسے الفاظ، تلفظ اور انہیں اپنی زبان میں شامل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اسی طرح مقامی آبادی بھی مہاجرین کی زبان سے الفاظ یا فقرے مستعار لے سکتی ہے۔

جب مختلف زبانوں کے بولنے والے ایک دوسرے کے ساتھ میل جول کرتے ہیں تو وہ ایک زبان سے دوسری زبان میں الفاظ اور جملے مستعار لے سکتے ہیں۔ مستعاریت کا عمل اس وقت ہوتا ہے جب نئے تصورات اور خیالات کے اظہار کی ضرورت ہو اور ان کی موجود زبان میں اس کے اظہار کے لیے مخصوص الفاظ کی کمی ہو مثلاً اردو زبان نے بہت سے الفاظ دوسری زبانوں سے مستعار لیے ہیں۔ جیسے کہ Pizza وغیرہ۔

ادھار لینے کے علاوہ زبانوں کے درمیان رابطہ تلفظ، گرائمر اور یہاں تک کہ زبان کی مجموعی ساخت کو بھی کسی حد تک متاثر کرتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ تبدیلیاں مستقل زبان کا حصہ بن جاتی ہیں اور نئی زبان کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرتی رہتی ہیں۔زبانوں کا ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ ایک متحرک عمل ہے۔ اس کے اثرات رابطے کی شدت اور مدت کے ساتھ ساتھ سماجی اور ثقافتی لحاظ سے مختلف ہو سکتے ہیں۔ یہ دنیا بھر میں زبانوں کے ارتقاء میں لازمی عنصر ہے۔

بعض صورتوں میں تارکین وطن آہستہ آہستہ اپنی مادری زبان استعمال کرنے سے مقامی زبان کے استعمال میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہ عمل نسل در نسل ہوتا ہے کیونکہ نوجوان نسل جو میزبان ملک میں پیدا ہوئی اور وہیں پر پروان چڑھتی ہے وہ بہت تیزی کے ساتھ مقامی زبان کو اپنے رابطے کی زبان کے طور پر قبول کرتی ہے۔ اس سے یہ ہوتا ہے کہ تارکین وطن اپنی مادری زبان کا استعمال کم کر دیتے ہیں اور اس سے ان کی مادری زبان کے معدومیت کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

**کوڈ سوئچنگ: (Code switching)**

کوڈ سوئچنگ سے مراد ایک ہی گفتگو میں یا یہاں تک کہ ایک جملے میں دو یا زیادہ زبانوں کے درمیان ردوبدل کرنا ہے۔ تارکین وطن اپنی مادری زبان اور مقامی زبان کے درمیان کوڈ سوئچ کرتے ہیں۔ کوڈ سوئچنگ ایک لسانی رجحان ہے جس میں بولنے والا دو یا دو سے زیادہ زبانوں کے درمیان ایک ہی مقالمے میں تبادلہ کرتا ہے۔ ایسا اکثر کثیر لسانی معاشروں میں ہوتا ہے جہاں افراد ایک سے زیادہ زبانوں میں مہارت رکھتے ہیں۔

**مستعاریت: Borrowing**

مہاجرین کی موجودگی زبانوں کے درمیان الفاظ، جملے اور لسانی خصوصیات کے ادھار کا باعث بن سکتی ہے۔ مقامی زبان مہاجرین کی زبان سے قرض کے الفاظ کو اپنا سکتی ہے اس کے الفاظ کو مزید تقویت بخشتی ہے اسی طرح تارکین وطن اپنی زبان میں مقامی الفاظ یا تاثرات شامل کر سکتے ہیں۔

اگرچہ کچھ تارکین وطن مقامی زبان میں منتقل ہو جاتے ہیں اور دوسرے اپنی مادری زبان کو برقرار رکھنے اور اسے آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ایسا لسانی معاشرہ تشکیل پاتا ہے جہاں مہاجروں کی زبان غالب رہتی ہے۔

زبان پر منتقلی کا اثر ایک پیچیدہ اور متحرک عمل ہے جو ہر معاملے میں مختلف ہوتا ہے۔ تارکین وطن کی آبادی کا حجم اور ساخت، میزبان معاشرے کے اندر انضمام کی سطح اور حکومتی زبان کی پالیسیاں جیسے عوامل نقل مکانی کے لسانی نتائج کی تشکیل میں کردار ادا کرتے ہیں۔ متذکرہ بالا گفتگو کے تناظر میں اردو اخبارات میں استعمال ہونے والے روزمرہ کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

**پگانوالے**[32]

ان لوگوں کے لیے بولا جاتا ہے جو اپنی دولت یاامارت پر اتراتے ہیں۔اس کا محاورتاً استعمال بھی موجود ہے۔اس شخص کے لیے بھی بولا جاتا ہے جو معاشرے میں زیادہ معتبر ہو۔زیادہ عزت والا ہو۔ پگ پنجاب میں عزت اور سرداری کی علامت ہے اسی سے یہ لفظ پگانوالے بولا جاتا ہے۔

**جمہوری حسینہ**[33]

جمہوریت کو جمہوری حسینہ کہا گیا ہے۔

**دبنگ لیڈر**[34]

ایسے راہنما کے لیے بولا جاتا ہے جو بے خوف، بے باک اور زور آور ہو۔ہمارے ہاں تمام سیاسی کارکنان کا دعویٰ ہے کہ ان کا راہنما ہی دبنگ لیڈر رہے۔

**روزمرہ کی تشکیل میں غالب زبان کا کردار:۔(The role of the dominant language in the formation of Usage)**

غالب زبانیں مختلف پہلوؤں سے روزمرہ کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ زبانیں زیادہ تر کسی مخصوص علاقے یا عالمی سطح پر دوسری زبانوں پر اپنے اثرات مرتب کرتی ہیں۔درحقیقت انگریزی موجودہ دور میں عالمی دنیا میں غالب زبان کی حیثیت سے موجود ہے۔اس غلبے کے سبب انگریزی دنیا بھر کی زبانوں کو متاثر کرتی ہے۔ انگریزی بین الاقوامی مواصلات، تجارت، سفارت کاری اور ٹیکنالوجی کے لیے وسیع پیمانے پر استعمال ہوتی ہے۔اس عالمی رسائی کے نتیجے میں انگریزی الفاظ، جملے اور تاثرات کو دوسری زبانوں میں شامل کر لیا گیا ہے۔ جس کے نتیجے میں روزمرہ کے الفاظ کو ادھار لینے کا عمل شروع ہوا۔ یہ ادھار لیے گئے الفاظ روزمرہ کی زبان کا حصہ بن جاتے ہیں اور اکثر اخبارات میں بین الاقوامی تصورات کو پہنچانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

اردو اخبارات اور ذرائع ابلاغ کے دیگر ذرائع نے بڑی حد تک انگریزی سے استفادہ کیا ہے۔خاص طور پر جب بین الاقوامی خبروں اور عالمی مواصلات کا احاطہ کیا جاتا ہے ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ انگریزی وسیع پیمانے پر مواصلات، سفارت کاری اور کاروبار کے لیے عالمی زبان کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ عالمی سطح پر بہت سے اہم واقعات، پیش رفت اور مباحثے انگریزی میں منعقد کیے جاتے ہیں جس کی وجہ سے اردو اخبارات کو ایسے معاملات میں اپنے قارئین کی دلچسپی کو برقرار رکھنے کے لیے انگریزی الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔

انگریزی اکثر سائنس اور ٹیکنالوجی کی زبان کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ بہت سی سائنسی اصطلاحات، تکنیکی اصطلاحات اور علمی تصورات کا اظہار عام طور پر انگریزی میں ہی کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اردو اور دوسری زبانوں نے انگریزی الفاظ اور فقروں کو ایسے ہی اپنا لیا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے ممالک نے انگریزی کو اس کی عالمی اہمیت کے پیش نظر اپنے تعلیمی نظام میں دوسری زبان کے طور پر شامل کر لیا ہے۔ انگریزی زبان کی تعلیم کو بین الاقوامی مارکیٹ میں ملازمتیں حاصل کرنے کے لیے طلباء کو بہترین مواقع فراہم کرنے والی زبان کے طور پر لیا جاتا ہے۔ انگریزی عالمی معیشت میں ایک اہم زبان ہے۔ بہت سی ملٹی نیشنل کمپنیاں اور تنظیمیں انگریزی کو رابطے کے لیے اپنی بنیادی زبان کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔ یہ معاشی اثرات پوری دنیا میں انگریزی کی اہمیت کو بڑھا دیتے ہیں۔

انگریزی تعلیم، سائنس، ٹیکنالوجی اور تحقیق کے میدان میں غالب زبان ہے۔ جیسے جیسے نئی دریافتیں سامنے آتی ہیں ان تصورات کو بیان کرنے کے لیے انگریزی اصطلاحات تیار کی جاتی ہیں۔ یہ اصطلاحات اکثر روزمرہ کی زبان میں اپنا راستہ بناتی ہیں اور اخبارات میں جدید پیش رفت پر بات کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ مزید یہ کہ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے عروج نے انگریزی الفاظ اور جملوں کے پھیلاؤ کو تیز کر دیا ہے۔ آن لائن پلیٹ فارم متنوع لسانی پس منظر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے درمیان تیز رفتار رابطے کی سہولت فراہم کرتے ہیں جس کی وجہ سے انگریزی مخففات اور بول چال کا وسیع استعمال ہوتا ہے۔ اخبارات نوجوان سامعین سے رابطہ قائم کرنے یا موجودہ رجحانات کی نشان دہی کرنے کے لیے ایسی زبان کا استعمال کرتے ہیں۔

انگریزی عالمی کاروبار کی اہم زبان ہے۔ جیسے جیسے بین الاقوامی تجارت میں اضافہ ہوتا ہے کاروباری طریقوں سے متعلق انگریزی اصطلاحات موثر مواصلات کے لیے ضروری ہو جاتی ہیں۔ اقتصادی خبروں کا احاطہ کرنے والے اخبارات اکثر درستی اور مطابقت کو برقرار رکھنے کے لیے ان اصطلاحات کا استعمال کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ انگریزی کے اثر ورسوخ نے کوڈ سوئچنگ کی شکل میں لسانی تخلیقی صلاحیتوں کو فروغ دیا ہے جہاں بولنے والے گفتگو کے دوران مختلف زبانوں کا استعمال کرتے ہیں۔ یہ رجحان اکثر روزمرہ کی زبان میں دیکھا گیا ہے۔

اخبارات اپنے مواد کو اپنے قارئین کے فہم کے لیے روزمرہ کی زبان جیسے کے نئے بنائے گئے الفاظ یا جملے استعمال کرتے ہیں۔ ان لسانی تبدیلیوں کو اخبار کی زبان کا حصہ بنانے سے عصری رجحانات کی عکاسی ہوتی ہے۔ دنیا کی غالب زبان کے طور انگریزی کے کردار نے روزمرہ کی زبان اور اخبارات میں اس کے استعمال میں نمایاں تبدیلیاں کی ہیں۔ اس نے الفاظ، گرائمر اور اظہار کے طریقہ کار کو بڑی حد تک متاثر کیا ہے۔ اخبارات اکثر اپنے قارئین کے ساتھ احسن انداز میں رابطہ برقرار رکھنے کے لیے ارتقاء پذیر لسانی منظر نامے سے ہم آہنگ رہنے کے لیے ان تبدیلیوں کو اپناتے ہیں۔

پاکستان میں روزمرہ کی زبان پر انگریزی کا خاصا اثر ہے خاص طور پر اس کے قومی اخبارات کے تناظر میں پاکستان ایک کثیر لسانی اور کثیر الثقافتی ملک ہے۔ جس کے تمام خطوں میں کئی زبانیں بولی جاتی ہیں لیکن انگریزی اپنی تاریخی، نوآبادیاتی اور عصری مناسبت کی وجہ سے ایک منفرد اور بااثر مقام رکھتی ہے۔ پاکستان کے قومی اخبارات میں روزمرہ کی زبان پر انگریزی کے اثرات کا مطالعہ درج ذیل ہے۔

**مس گائیڈ کرنا**[35]

گائیڈ کرنا کسی شخص کو درست راستے کی نشان دہی کرنا یا کسی طالب علم کو موضوع سے متعلق راہنمائی فراہم کرنا۔ مس گائیڈ کرنا کے معانی اس کے متضاد ہیں۔ کسی شخص کو غلط راستہ دکھانا یا کسی معاملے میں اسے بے وجہ الجھا دینا۔ کسی بھی شخص کی کسی بھی معاملے میں غلط راہنمائی کرنا مس گائیڈ کرنا کہلاتا ہے۔

**ہائی جیکنگ**[36]

ہائی جیکنگ سے مراد عام طور پر کسی چیز پر کنٹرول حاصل کرنے کا عمل ہے۔ اکثر طاقت یا غیر قانونی طریقہ سے کسی کو اس کے مطلوبہ راستے یا مقصد سے ہٹایا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح مختلف موقعوں پر استعمال ہوتی ہے۔

ہوائی جہاز کی ہائی جیکنگ، ہائی جیکنگ کی سب سے مشہور شکلوں میں سے ایک ہے۔ اس میں طاقت، دھمکی یا دھوکہ دہی کے ذریعے ہوائی جہاز کا کنٹرول حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کے راستے کو موڑنے کے ارادے سے یا اسے کچھ مطالبات یا اہداف کے حصول کے لیے ایک ذریعہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے تناظر میں ہائی جیکنگ کا مطلب کسی صارف کے کمپیوٹر، نیٹ ورک یا آن لائن اکاؤنٹ کو ان کی رضامندی کے بغیر اپنے کنٹرول میں لینا ہے۔ ایسا کرنا مختلف مقاصد کے تحت ہوتا ہے۔ متذکرہ دو صورتوں کے علاوہ بھی ہائی جیکنگ کی مختلف صورتیں موجود ہیں۔

ہائی جیکنگ کو عام طور پر غیر قانونی اور غیر اخلاقی سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس میں کسی ایسی چیز کا کنٹرول حاسل کرنا شامل ہے جس کا ہائی جیکر سے تعلق نہیں ہوتا۔ ہائی جیکنگ کی مختلف شکلوں سے نمٹنے اور ایسی سرگرمیوں میں ملوث افراد کو سزائیں دینے کے لیے قوانین اور ضوابط موجود ہیں۔

**ٹرن اراؤنڈ**[37]

ٹرن اراؤنڈ کو عام طور پر سمت کو تبدیل کرنے یا اپنے راستے کو تبدیل کرنے کے عمل کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لفظی معانی میں ٹرن اراؤنڈ کا مطلب ہے اس سمت کو تبدیل کرنا جس کا آپ سامنا کر رہے ہوں۔ کسی

شخص کی توجہ حاصل کرنے کے لیے بھی اس روزمرے کا استعمال کیا جاتا ہے۔اس روزمرے کا درست معانی تو اس کے استعمال پر منحصر ہے۔اردو اخبار میں اس جملے کا استعمال اکانومی کے ٹرن اراؤنڈ لینے کے لیے ہوا ہے۔

### ڈیڈلاک[38]

ڈیڈلاک ایک سیاسی روزمرہ ہے۔اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب فریقین کے درمیان معاملات میں تعطل پیدا ہو جائے اور معاملات آگے نہ بڑھ رہے ہوں۔ یہ تعطل نظام کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔ یہ تعطل(ڈیڈلاک)اپوزیشن اور حکومت کے درمیان بھی ہو سکتا ہے۔ قانون ساز اداروں اور احتجاج کرنے والے شرکاء کے درمیان بھی ہو سکتا ہے۔ فورسز اور دہشت گرد گروہوں کے درمیان مذاکرات بھی ڈیڈلاک کا شکار ہو سکتے ہیں۔

### گرین سگنل[39]

گرین سگنل کا استعمال ٹریفک سگنلز یا دیگر حالات کے تناظر میں ہوتا ہے۔ٹریفک سگنلز کے تناظر میں "گرین سگنلز" سے مراد گاڑیوں کو دکھائی جانے والی سبز روشنی ہے جو اس بات کی نشان دہی کرتی ہے کہ انہیں آگے بڑھنے کی اجازت ہے۔

ہمارے معاشرے میں اس اصطلاح "گرین سگنلز" کا ایک استعاراتی استعمال بھی ہے۔ بعض اوقات کسی خاص عمل، منصوبے یا خیال کے ساتھ آگے بڑھنے کی اجازت، منظوری یا اجازت کی نمائندگی کرنے کے لیے استعاراتی طور پر اس روزمرہ "گرین سگنل" کا استعمال کیا جاتا ہے۔اگر کسی پروجیکٹ کو "گرین سگنل" ملتا ہے تو اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ اس پروجیکٹ کو منظور کر لیا گیا ہے۔

### ڈبل گیم[40]

"ڈبل گیم" کا مطلب ہے فریب دینے والے رویے یا کوئی پوشیدہ ایجنڈا رکھنا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ایک طرف کی حمایت کرنے کا ڈرامہ کر رہا ہو جبکہ خفیہ طور پر اس کے خلاف کام کر رہا ہو یا کسی اور مقصد کی حصول کی کوشش کر رہا ہو۔

"ڈبل گیم" دوہرے پن کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جہاں کوئی شخص بیک وقت متضاد کاموں میں مشغول ہو مثلاً کوئی شخص متعدد وفاداریوں اور وعدوں کا بہانہ کر رہا ہو، یہ زیادہ تر جاسوسی میں ایسا ہوتا ہے جہاں ایک ایجنٹ دو مختلف فریقوں کے لیے کام کر رہا ہوتا ہے۔

**اپ سیٹ**[41]

اس جملے کا استعمال کھیلوں اور سیاست میں ہوتا ہے۔ جب مضبوط حریف کو نسبتاً آسان یا کمزور شکست سے دوچار کرے۔

**اشو بننا**[42]

اس جملے کا استعمال وہاں ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایک چھوٹا سا مسئلہ اگر اس پر توجہ نہ دی جائے تو وہ بڑے مسئلے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اکثر مسائل معمولی باتوں پر شروع ہوتے ہیں لیکن اگر ان کا مناسب طریقے سے انتظام نہ کیا جائے تو وہ بڑھ سکتے ہیں اور زیادہ سنگین صورت حال اختیار کر سکتے ہیں۔ عام طور پر جملہ "مسلہ بن جائے گا" ممکنہ مسائل کو ابتدائی طور پر پہچاننے اور ان سے نمٹنے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے، اس سے پہلے کے حالات زیادہ پیچیدہ ہو جائیں۔

**گڈ گورننس**[43]

گڈ گورننس سے مراد معاشرے یا تنظیم کے اندر اداروں اور دیگر معاملات کا موثر اور ذمہ دارانہ انتظام ہے۔ اس کی خصوصیات شفافیت، احتساب، قانون کی حکمرانی اور لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ سماجی، اقتصادی اور سیاسی استحکام کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ کسی معاشرے یا قوم کی فلاح و بہبود اور ترقی کو یقینی بنانے کے لیے گڈ گورننس کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ فیصلہ سازی کے عمل، پالیسیاں اور اقدامات عوام کے لیے ہونے چاہیں۔ اقتدار کے عہدوں پر رہنے والوں کو اپنے اعمال اور فیصلوں کے لیے جوابدہ ہونا چاہیے۔ گڈ گورننس کو فروغ دینے کے لیے حکومتی اداروں، سول سوسائٹی، نجی شعبے کے اداروں اور شہریوں کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے جو ایک منصفانہ اور خوشحال معاشرے کو یقینی بنانے کے لیے مل کر کام کرتے ہیں۔

**ٹاسک دینا**[44]

اردو میں "ٹاسک دینا" کا مطلب کام دینا ہے۔ جس کا مطلب ہے کسی کو کوئی کام سونپنا۔ اردو زبان میں استعمال ہونے والا یہ عام جملہ ہے جو کسی مخصوص کام کو مکمل کرنے کے عمل کو بیان کرتا ہے۔

**کور اپ**[45]

اردو میں کور اپ کسی چیز کو چھپانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بعض اوقات کسی سچائی کو ظاہر ہونے سے چھپانے کی غرض سے یہ جملہ بولا جاتا ہے۔

### چیکنگ کرنا[46]

چیکنگ لفظ انگریزی زبان کا ہے جو اردو نے مستعار لیا ہے۔ یہ عام طور پر کسی چیز کی جانچ یا تصدیق کے تناظر میں استعمال ہوتا ہے۔ خاص دستاویز کو درستی کی غرض سے دیکھنے کے لیے بھی چیکنگ لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں پولیس چیک پوسٹوں پر پولیس کی جانب سے گاڑیوں کی تلاشی اور دستاویز کو دیکھنے کے عمل کو "چیکنگ کرنا" کہا جاتا ہے۔

### کمپرومائز کرنا[47]

اس جملے کا مطلب ہے سمجھوتا کرنا، انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔ سمجھوتا کرنا زندگی کے مختلف پہلوؤں میں اہمیت کا حامل ہے۔ ذاتی تعلقات سے لے کر کاروباری مذاکرات تک، یہ افہام و تفہیم، تعاون اور پرامن طریقے سے تنازعات کو حل کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔

### ڈیڈلائن دینا[48]

یہ اصطلاح انگریزی زبان کی ہے جسے اردو سمیت مختلف زبانوں نے بڑے پیمانے پر اپنا لیا ہے۔ "ڈیڈ لائن" سے مراد ایک مخصوص وقت یا تاریخ ہے جس کے ذریعے کوئی کام، اسائنمنٹ، پروجیکٹ یا کوئی سرگرمی مکمل کی جانی چاہیے۔ یہ جملہ اس حد کی نشان دہی کرتا ہے جسے عبور نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ اردو میں لفظ "آخری مہلت" بھی استعمال ہوتا ہے۔ آخری مہلت سے مراد کسی کام کو مکمل کرنے کی آخری تاریخ ہے۔

### ریڈالرٹ[49]

"ریڈ الرٹ" بھی انگریزی کا روزمرہ / محاورہ ہے جسے اردو سمیت مختلف زبانوں میں مستعار لیا گیا ہے۔ یہ عام طور پر کسی سنگین حالت کی نشان دہی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ انتہائی چوکس رہنے اور کسی ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا استعمال اکثر سیکورٹی ایجنسیوں والے کرتے ہیں جو کسی خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے انتباہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ قدرتی آفات کے خطرہ کے پیش نظر جیسا کہ سیلاب یا زلزلے کی صورت میں جس کے لیے فوری ردعمل اور تیاری کی ضرورت ہو "ریڈ الرٹ" کا استعمال کیا جاتا ہے۔ "ریڈ الرٹ" کا استعمال صورتحال کی سنگینی پر زور دیتا ہے اور لوگوں کے تحفظ اور سلامتی کو یقینی بنانے کے لیے مناسب اقدامات کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

### برین واشنگ[50]

"برین واشنگ" ایک اصطلاح ہے جس سے مراد کسی فرد کے خیالات، عقائد اور طرز عمل پر نفسیاتی ہیر پھیر اور کنٹرول ہے۔ اس میں مختلف تکنیکوں کے ذریعے کسی شخص کے تاثرات اور رویوں کو تبدیل کرنے کا منظم طریقہ کار ہوتا ہے۔ یہ جملہ اردو زبان میں روزمرہ استعمال میں ہے۔ یہ جملہ ایسے حالات کو بیان کرتا ہے جہاں افراد یا گروہوں کو متاثر کرنے کے لیے ان کی مرضی کے خلاف بعض عقائد اور نظریات کو ان کے ذہنوں میں شامل کیا جا رہا ہوتا ہے جہاں پروپیگنڈہ، فرقوں کے ذریعے لوگوں کے خیالات پر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے اس اصطلاح کا استعمال کیا جاتا ہے۔

### کریڈٹ لینا[51]

"کریڈٹ لینا" کا استعمال کسی ایسے شخص کے لیے کیا جاتا ہے جو کسی ایسے کام کے کرنے میں اپنا شمار بھی کرے جو اس نے کیا ہی نہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ کسی خاص کامیابی پر سراہے جانے کا مستحق ہے، عملاً جس کام میں وہ شامل ہی نہ ہو۔ اس شخص کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جس نے اپنا کام ایمانداری سے سرانجام دیا ہو اس کی تحسین کے لیے بھی اس کو اس کام کا کریڈیٹ دیا جاتا ہے۔

### مینڈیٹ لینا[52]

"میڈیٹ لینا" کا مطلب کسی کام کے کرنے کا اختیار ملنا ہے۔ یہ کسی شخص یا گروہ کو کسی خاص کارروائی کو انجام تک پہنچانے کے اختیار ملنے پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں اس کا عمومی استعمال انتخابات میں بھاری اکثریت سے جیتنے والی پارٹی کے لیے استعمال ہوتا ہے کہ فلاں پارٹی کو عوام نے بھاری میڈیٹ کے ساتھ منتخب کیا ہے جو ان کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرے گی۔

### باڈی لینگوئج[53]

"باڈی لینگوئج" کا استعمال غیر زبانی مواصلات کے لیے کیا جاتا ہے جسے لوگ اپنے جسمانی اعمال، اشاروں اور چہرے کے تاثرات کے ذریعے خیالات، احساسات اور ارادوں کو پہچاننے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ الفاظ کے بغیر اپنی کیفیت کے اظہار کا طریقہ ہے۔ ایک طرح کی جسمانی زبان ہے جو کسی شخص کے جذبات، رویوں اور ردِ عمل کے بارے میں اہم اشارے فراہم کرتی ہے جیسا کہ مسکرانا، سر ہلانا، آنکھ سے اشارہ کرنا وغیرہ شامل ہے۔

## لابنگ کرنا[54]

"لابنگ کرنا" سے مراد حکومتی عہدیداروں، قانون سازی کرنے والوں یا دیگر فیصلہ سازوں پر اثر انداز ہونا ہے تاکہ ان کی رائے، پالیسیوں یا فیصلوں کو کسی خاص مقصد، مفاد یا کسی خاص گروہ کے حق میں بنانے کے لیے جو عمل کیا جاتا ہے اس عمل کے لیے جملہ "لابنگ کرنا" استعمال ہوتا ہے۔ لابنگ میں بہت سی سرگرمیاں شامل ہوتی ہیں جیسے کہ میٹنگز، پیشکشیں، معلومات کی فراہمی اور یہاں تک کہ کسی مخصوص مسئلے یا ایجنڈے کے لیے تعاون کی یقین دہانی وغیرہ شامل ہے۔

## بلیک لسٹ کرنا[55]

"بلیک لسٹ" کی اصطلاح عام طور اردو زبان میں استعمال ہوتی ہے۔ اس سے مراد وہ افراد، ادارے یا اشیاء کی فہرست ہے جو کسی طرح ناپسندیدہ، مشکوک یا ممنوع سمجھی جاتی ہیں۔ جو کوئی شخص یا کوئی چیز "بلیک لسٹ" ہوتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ انہیں کچھ وجوہات یا معیارات کی وجہ سے اس فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ "بلیک لسٹ" کا استعمال کسی بھی ایسی صورت حال کو بیان کرنے کے لیے کیا جاتا ہے جہاں افراد، تنظیموں یا اشیاء کو مخصوص معیار کی بنیاد پر بعض سرگرمیوں/استعمالات سے روک دیا جاتا ہے۔

## انٹرٹین کرنا[56]

"انٹرٹین کرنا" کا مطلب مختلف سرگرمیوں، پرفارمنس یا بات چیت کے ذریعے کسی کو لطف، تفریح یا خوشی فراہم کرنا ہے۔ اس میں سامعین کو مشغول اور مسحور کرنا، ان کی دلچسپی برقرار رکھنا اور انہیں خوشی کا احساس دلانا شامل ہے۔ انٹرٹین کرنے کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں جیسے فلمیں دیکھنا، موسیقی سننا، لائیو پرفارمنس میں شرکت کرنا، کتابیں پڑھنا یا کوئی کھیل کھیلنا وغیرہ شامل ہے۔

## ٹاسک دینا[57]

"ٹاسک دینا" یہ جملہ عام طور پر کسی شخص کو کوئی کام یا ذمہ داریاں تفویض کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔

## رول ماڈل[58]

"رول ماڈل" کا جملہ اکثر استعمال ہوتا ہے۔ یہ جملہ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جس کی دوسرے اشخاص اس کی مثالی شخصیت کی وجہ سے اس کی پیروی کرتے ہیں۔ اس شخص کے پاس ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو قابل تعریف اور قابل تقلید سمجھی جاتی ہیں۔ ایک رول ماڈل اپنے متعلقہ شعبے میں دیانت داری، استقامت،

مہربانی، اعلیٰ قیادت اور زندگی میں کامیابی جیسی مثبت خصوصیات کا مظاہرہ کر کے دوسروں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

**ونڈر فل**[59]

"ونڈر فل" یہ ایسا جملہ ہے جو کسی چیز کے لاجواب، حیرت انگیز یا متاثر کن ہونے کی علامت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اردو میں ایک دوسرا لفظ "شاندار" موجود ہے جو کہ استعمال ہو سکتا ہے لیکن اس کے باوجود لفظ "ونڈر فل" نے اردو کے روزمرہ کی زبان میں داخل ہو گیا ہے۔ عوام میں اور قومی سطح کے اردو اخبارات میں اس کا استعمال بے جھجک کیا جارہا ہے۔

**کلین اپ**[60]

اردو زبان کے روزمرہ استعمال کو دیکھا جائے تو اس جملے کا مطلب ہے "صفائی" اس سے مراد کسی چیز کو صاف ستھرا اور منظم کرنے کا عمل ہے۔ کسی جگہ سے بے ترتیبی اور گندگی کو دور کرنے کے عمل کو بھی کہتے ہیں۔

**فرینڈ شپ**[61]

"فرینڈ شپ" کا مطلب ہے دوستی، اس سے مراد دو یا دو سے زیادہ افراد کے درمیان باہمی نگہداشت، اعتماد، افہام و تفہیم اور تعاون کا گہرا احساس موجود ہو۔ دوست وہ ساتھی ہیں جو اچھے اور برے دونوں وقتوں میں ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔

**ٹائم فریم**[62]

"ٹائم فریم" کی اصطلاح اردو میں انگریزی سے آئی ہے۔ اس کا مطلب کوئی ایسی مدت جس کے اندر کسی سرگرمی، کام یا پروجیکٹ کو مکمل ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ایک ٹائم فریم، ایک حد متعین کرتا ہے جس کے اندر اندر کسی چیز کو یا ٹاسک کو پورا کرنا ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ اس پروجیکٹ کو دو ہفتوں کے اندر ختم کرنے کی ضرورت ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پروجیکٹ کو نقطہ آغاز سے دو ہفتوں کے دوران مکمل کیا جانا چاہیے۔ اس دورانیے کو ٹائم فریم کہتے ہیں۔

روزمرہ محاورے کی طرح خاص تو نہیں ہوتا لیکن یہ لسانی دائرہ کار میں ایک مخصوص مقام رکھتا ہے۔ زبان کے روزمرہ کے ذریعے ہم معاشرے میں ہونے کی تبدیلیوں کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ زبان کے روزمرہ کے تحت ہم ثقافت کے مسلسل ارتقاء کا مشاہدہ کر سکتے ہیں جو تکنیکی ترقی، سماجی تبدیلیوں اور عصری ترقی کا عکاس ہیں۔ روزمرہ زبان کی یہ بڑی خوبی ہے کہ وہ عصری تبدیلیوں کی عکاسی کرتی ہے۔ جیسے جیسے معاشرہ تبدیل ہوتا

ہے ان تبدیلیوں کا اظہار روزمرہ زبان میں ہوتا ہے۔ روزمرہ کی زبان میں نئے جملے اور تاثرات شامل ہو رہے ہیں، جیسے سیلفی، ایموجی، اور ٹوئیٹ وغیرہ جیسی اصطلاحیں ہماری زبان کا حصہ بن چکی ہیں جو ہماری زندگیوں پر سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل کمیونیکیشن کے اثرات کو ظاہر کرتی ہیں۔

زبان کی تبدیلیوں نے روزمرہ کے قرطاس سے بہت سی اصطلاحات اور محاورات کو مٹا دیا ہے جس کی کئی وجوہات ہیں۔ لسانی موضوعات اور روزمرہ کے استعمال پر تصنیفات کی عرق ریزی سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ معاشرے کی رائج اور مستعمل زبان سے متروک روزمرہ کا رشتہ کمزور ہوتا گیا اور اس کا استعمال صرف کتابوں تک محدود ہو گیا نتیجتاً کتاب بینی میں کمی نے کئی ایک روزمرہ زبان کے محاورات اور اصطلاحات کو عام آدمی کی گفتگو سے خارج کر دیا۔ بہت سے ایسے اشعار یا نثری استعمالات ہمیں صرف کتابوں میں نظر آتے ہیں جن کی عملی لسانی استعمال میں کوئی موجودگی نہیں رہی۔

نئے روزمرہ کی تشکیل کے اسباب کا اگر جائزہ لیا جائے تو ان میں عالمگیریت، مغربی کلچر کی برتری، انگریزی کی لسانی برتری اور تکنیکی تغیرات شامل ہیں۔ بہت سی ایسی اصطلاحات ہیں جن کی دنیا کی دیگر وسیع زبانوں میں بھی ہیت وہی ہے جو انگریزی میں ہے چوں کہ غالب زبان انگریزی ہے اور ٹیکنالوجی کی زبان بھی یہی ہے جس کی وجہ سے سوشل میڈیا، ہیش ٹیگ، ٹرینڈنگ اور ٹرالنگ جیسی اصطلاحات سامنے آتی ہیں جو ہر زبان میں اپنے اسی انگریزی نام کے ساتھ ہی مستعمل ہیں۔ یہاں یہ کہنا شاید درست ہو گا کہ ٹیکنالوجی اور عالمگیریت نے انسانوں کی لسانی ہم آہنگی کو مضبوط کر دیا ہے۔

## حوالہ جات


1۔ www/.marxists.org/archive/herder/1772/origins-language.

2۔ قاسم یعقوب،ڈاکٹر،اردو سلینگ لغت، شمع بکس،فیصل آباد،2016ء،ص28

3۔ dictionary.cambridge.org

4۔ قاسم یعقوب،ڈاکٹر،اردو سلینگ لغت،ص45

5۔ رؤف پاریکھ،ڈاکٹر:اولین اُردو سلینگ لغت، فضلی سنز،کراچی،2015ء،ص16

6۔ برجموہن دتاتر کیفیہ،کیفیہ،ص174

7.-https://www.facebook.com/permalink.php?story_fbid=pfbid0szHg3bNGhw7xn4bHToVmu7cpbJtV4UDXQQT1cjb6jnorCHKCzSNy36LN9vscGxeEl&id=100011396218109&comment_id=1454467165184795&notif_id=1709332065722260&notif_t=comment_mention&ref=notif

8۔ حافظ صفوان محمد چوہان،اُردو اطلاعیات اور سائبر دنیا،اُردو سائنس بورڈ،لاہور 2021ء،ص113

9۔ شمس الرحمن فاروقی،لغات روز مرہ،ص41

10۔ ایضاً،ص47

11۔ ایضاً،ص63

12۔ ایضاً،ص93

13۔ ایضاً،ص95

14۔ ایضاً،ص111

15۔ ایضاً،ص115

16۔ ایضاً،ص118

17۔ ایضاً،ص121

18۔ ایضاً،ص222

19۔ ایضاً،ص293

20۔ حافظ صفوان محمد چوہان،اُردو اطلاعیات اور سائبر دنیا،ص113

21۔ روزنامہ خبریں،2مارچ2005ء،ص16

22۔ روزنامہ نوائے وقت،1اپریل2000ء،ص9

23۔ روزنامہ نوائے وقت،1ستمبر2000ء،ص7

24۔ روزنامہ نوائے وقت،1دسمبر2005ء،ص6

25۔ https://khawarking.blogspot.com/2007/01/

26۔ روزنامہ نوائے وقت،1نومبر2010ء،ص10

27۔ روزنامہ جنگ،1جنوری2020ء،ص2

28۔ روزنامہ خبریں،1فروری2020ء،ص10

29۔ روزنامہ نوائے وقت1،اپریل2000ء،ص5

30۔ روزنامہ نوائے وقت1،اکتوبر2010ء،ص11

31۔ روزنامہ جنگ1،جون2015ء،ص11

32۔ روزنامہ خبریں1،جنوری،2000ء،ص15

33۔ روزنامہ خبریں1،جنوری،2000ء،ص12

34۔ روزنامہ جنگ1،جون2005ء،ص6

35۔ روزنامہ نوائے وقت1،جولائی2015ء،ص12

36۔ روزنامہ جنگ1،جنوری2000ء،ص1

37۔ روزنامہ جنگ1،جنوری2000ء،ص7

38۔ روزنامہ جنگ1،جون2005ء،ص7

39۔ روزنامہ جنگ1،جولائی2005ء،ص14

40۔ روزنامہ جنگ1،دسمبر2015ء،ص10

41۔ روزنامہ جنگ1،نومبر2015ء،ص1

42۔ روزنامہ جنگ1،اگست2005ء،ص6

43۔ روزنامہ جنگ1،مارچ2005ء،ص6

44۔ روزنامہ خبریں1، اپریل،،2005ء،ص3

45۔ روزنامہ خبریں 1، فروری 2005ء، ص4

46۔ روزنامہ خبریں 1، مئی 2005ء، ص6

47۔ روزنامہ خبریں 1، فروری 2010ء، ص8

48۔ روزنامہ جنگ 1، فروری 2000ء، ص7

49۔ روزنامہ جنگ 1، اگست 2005ء، ص6

50۔ روزنامہ جنگ 1، اگست 2005ء، ص6

51۔ روزنامہ خبریں 1، اپریل 2020ء، ص10

52۔ روزنامہ خبریں 1، اپریل 2020ء، ص7

53۔ روزنامہ نوائے وقت 1، دسمبر 2010ء، ص2

54۔ روزنامہ جنگ 1، مارچ 2000ء، ص7

55۔ روزنامہ جنگ 1، دسمبر 2005ء، ص4

56۔ روزنامہ خبریں 1، جنوری، 2005ء، ص10

57۔ روزنامہ خبریں 1، اپریل، 2005ء، ص3

58۔ روزنامہ خبریں 1، فروری 2010ء، ص2

59۔ روزنامہ نوائے وقت، 1 اپریل 2000ء، ص5

60۔ روزنامہ نوائے وقت، 1 فروری 2000ء، ص2

61۔ روزنامہ جنگ 1، مارچ 2000ء، ص2

62۔ روزنامہ نوائے وقت 1، جون 2005ء، ص5

## باب چہارم

# تبدیل شدہ اور نئے محاورے اور روزمرہ کی رد و قبولیت کے امکانات

معاشرے میں نئے الفاظ اور محاوروں کی رد و قبولیت ایک متحرک عمل ہے جو مختلف عوامل جیسے ثقافتی تبدیلیاں، تکنیکی ترقی، لسانی رجحانات اور نسلی اختلاف کے سبب ہیں۔ نئے الفاظ و محاورات کی قبولیت کا امکان مقبول ثقافت، میڈیا اور روزمرہ کے مواصلات میں ان کا شامل ہونا ہے۔ جب کوئی نیا لفظ یا محاوراہ معاشرے میں بڑے پیمانے پر استعمال ہوتا ہے تو اسے قبول کیے جانے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح تکنیکی ترقی نئی اصطلاحات سے متعارف کراتی ہے جن کو ابتدا میں مزاحمت کا سامنا ہوتا ہے لیکن مسلسل استعمال کے باعث ان کا بھی رواج ہو جاتا ہے۔ دوسری جانب نئے الفاظ اور محاورات کا استرداد کئی وجوہات کے باعث ہو سکتا ہے۔ قدامت پسندی تبدیلی کے خلاف بڑی مزاحمت ہوتی ہے۔ کچھ افراد روایتی زبان کو محفوظ رکھنے کی خواہش کے تحت نئی وضع کردہ اصطلاحات کے معیار کو جواز بنا کر انہیں رد کر دیتے ہیں لیکن عملی طور پر وہی الفاظ و محاورات رد ہوتے ہیں جو معاشرے میں رائج نہیں ہو پاتے۔

### الف:۔ قبولیت کی صورتیں

معاشرے میں بدلتے ہوئے روزمرہ اور نئے محاورات کی قبولیت کی مختلف صورتیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

**روزمرہ اور محاورے کی قبولیت میں ثقافتی مطابقت:** ( Culltural Releiveanc in Accaptence of Idioms and Usage)

ثقافتی مطابقت معاشرے میں روزمرہ کی نئی زبانوں اور محاورات کو قبول کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ زبان صرف رابطے کا ذریعہ نہیں ہے یہ ثقافت، تاریخ اور معاشرتی اصولوں کی بھی عکاس ہے۔ اس طرح لوگ اس زبان کو زیادہ قبول کرتے ہیں جو ان کی ثقافتی اقدار اور تجربات کو اجاگر کرتی ہے۔

جب کوئی نئی اصطلاح یا محاورہ متعارف کرایا جاتا ہے تو اس کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ یہ معاشرے کے ثقافتی تناظر اور تجربات سے کتنی اچھی طرح جڑتا ہے۔ اگر کوئی اصطلاح یا محاورہ ثقافتی اصولوں اور

اقدار سے ہم آہنگ ہو تو اس کے قبول ہونے اور روز مرہ کی زبان میں ضم ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ دوسری جانب اگر یہ ثقافت سے متصادم ہے یا ناواقف ہے تو اسے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اور ایسی صورت میں بعض نئی اصطلاحات اور محاورات کو رد کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ ثقافتی اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتے۔

> " ثقافتی تفتیش کی زیادہ تر کارروائی مقامی زبان کے استخراج، ریکارڈنگ اور متون کے تجزیے پر مشتمل ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے اگر وہ زبان غائب ہو جائے تو جس ثقافت کو اس زبان نے باضابطہ کار میں لایا ہوتا ہے اس تک پہنچنے کا امکان اگر مکمل ختم نہ بھی ہو تو بہت ہی کم ہو جاتا ہے۔۔۔ دراصل زبان کی مدد کے بغیر، بولنے والے خود ان نمایاں چیزوں کو کھو بیٹھتے ہیں جو کبھی ان کے گروہ اور سماجی زندگی میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے۔ "[1]

ڈاکٹر سجاد بلوچ کی رائے ثقافتی تحفظ میں زبان کے کردار کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ ثقافت کو سمجھنے کے عمل میں مقامی زبان میں متن کا جائزہ لینا از حد ضروری ہے۔ اگر کوئی زبان معدوم ہو جاتی ہے تو اس ثقافت تک رسائی اور اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی نمایاں طور پر کم ہو جاتی ہے۔ زبان کسی بھی ثقافت کی منفرد خصوصیات کو سمجھنے کے لیے بنیادی کردار ادا کرتی ہے جو کسی معاشرے کی شناخت اور سماجی زندگی کی وضاحت کرتی ہے۔ زبان میں نئے الفاظ و محاورات کی قبولیت اور استرداد میں زبان اور ثقافت کے درمیان تعلق میں اہم کردار ادا کرتا ہے کہ کس طرح کسی زبان کا معدوم ہونا بیرونی مشاہدے اور اندرونی ثقافتی تسلسل دونوں میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔

زبان ایک متحرک شے ہے جو معاشرے کے بدلتے ہوئے ثقافتی، سماجی اور تکنیکی منظر نامے کی عکاسی کرتی ہے۔ زبان مسلسل ارتقاء پذیر رہتی ہے اس لسانی ارتقاء کا ایک اہم پہلو زبان میں نئے الفاظ و محاورات کی قبولیت ہے۔ اس کا معاشرے میں رائج ثقافتی ہم آہنگی کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ نئے الفاظ و محاورات کی تشکیل اور قبولیت میں ثقافتی ہم آہنگی کا کلیدی کردار ہوتا ہے۔ زبان آئینہ کا کام کرتی ہے جو معاشرے کی پیچیدگیوں کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ مواصلات، اظہار اور ثقافتی ورثے کی حفاظت کا ذریعہ بھی ہے۔ یہ سماجی تبدیلیاں، تکنیکی ترقی اور نئے خیالات کی موافقت اور مطابقت کو برقرار رکھنے میں موثر مواصلات کو یقینی بناتی ہے۔

ثقافتی ہم آہنگی وہ ریاست ہے جس میں متنوع ثقافتی عناصر ایک ساتھ رہتے ہیں اور معاشرے میں بغیر کسی رکاوٹ کے تعامل کرتے ہیں۔ یہ ہم آہنگی زبان کے ارتقاء کو نمایاں طور پر متاثر کرتی ہے۔ کسی زبان میں

نئے الفاظ کی قبولیت معاشرے کی تبدیلی اور تنوع کو قبول کرنے کی صلاحیت کا ثبوت ہے۔ روزمرہ کی زبان میں نئے الفاظ و محاورات کا ضم ہونا معاشرے کے متنوع نقطہ نظر کو اپنانے اور شامل کرنے کی خواہش کو ظاہر کرتا ہے۔ ثقافتی ہم آہنگی مختلف معاشروں کے درمیان مثبت بات چیت اور تبادلوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے جیسے جیسے متنوع پس منظر کے لوگ رابطے میں آتے ہیں زبان خیالات اور تجربات کو بانٹنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ ان تبادلوں سے تشکیل پانے والے الفاظ نہ صرف زبان کو تقویت بخشتے ہیں بلکہ مشترکہ ثقافتی تفہیم میں بھی اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔

"زبان کسی قوم کی تہذیب و ثقافت کی تاریخ ہوتی ہے۔ اس میں شامل تمام الفاظ و تراکیب اور محاورات و امثال کا کوئی نہ کوئی تہذیبی پس منظر ہوتا ہے۔ اس پس منظر کو نظر انداز کر کے نہ تو اس قوم کی تاریخ سے پوری واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے اور نہ زبان سے شناسائی"[2]

زبان کا ارتقاء معاشرے کی تاریخی ترقی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ زبان میں تبدیلیاں ان سماجی، سیاسی اور معاشی تبدیلیوں کی عکاسی کرتی ہیں جن سے ایک قوم گزر رہی ہوتی ہے۔ کسی زبان میں نئے الفاظ و محاورات کی شمولیت صوابدیدی نہیں ہوتی۔ ہر لفظ ایک ثقافت رکھتا ہے تصورات، اشیاء یا خیالات کی نمائندگی کرتا ہے جو اس زبان کے استعمال کرنے والے لوگوں کے لیے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ مختلف رسم و رواج یا ثقافت کے دوسرے پہلوؤں کو بیان کرنے کے لیے مخصوص الفاظ ہر زبان میں موجود ہوتے ہیں۔ زبان کے اندر تکنیک، محاورے اور کہاوتیں بھی اس کے ثقافتی پس منظر میں اپنا حصہ شامل کرتی ہیں۔ محاورے اکثر مشترکہ ثقافتی اقدار اور عقائد کا اظہار کرتے ہیں۔ ثقافتی پس منظر کو تسلیم کیے بغیر کسی قوم کی تاریخ کی جامع تفہیم ممکن نہیں۔ دوسرے لفظوں میں کسی بھی معاشرے کے تاریخی تناظر اور ارتقاء کو پوری طرح سمجھنے کے لیے اس کی زبان کی پیچیدگیوں کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

زبان ہی کے ذریعے ثقافت کی گہری تہوں کو جانا جا سکتا ہے۔ الفاظ، تاثرات اور لسانی پیچیدگیوں کا جائزہ لے کر کوئی بھی اس زبان کے بولنے والے لوگوں کی ذہنیت، اقدار اور تجربات کے بارے میں جان سکتا ہے۔ کسی زبان کے ثقافتی پس منظر کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں قوم کی تاریخ اور خود دونوں کی نامکمل تفہیم ہوتی ہے۔ کسی بھی زبان کو سمجھنے کے لیے اس کے ثقافتی تناظر کو جاننا پڑتا

ہے جو اس کے معنی کو تشکیل دیتا ہے۔ متذکرہ بالا اقتباس بھی زبان اور ثقافت کے درمیان گہرے تعلق کی نشان دہی کرتا ہے۔زبان محض رابطے کا ذریعہ نہیں بلکہ کسی قوم کی تاریخ کا زندہ دستاویز ہے جو اس کی اقدار، روایات اور اجتماعی تجربات کی عکاسی کرتا ہے۔ڈاکٹر سہیل بخاری رقمطراز ہیں:

"زبان نری کھوکھلی آوازوں کا مجموعہ نہیں ہوتی۔اس میں پوری قوم کا کلچر سانس لیتا ہے اور کلچر قوم قوم کا الگ الگ ہوتا ہے۔"[3]

زبان کے ذریعے معاشرہ اپنی اجتماعی حکمت، روایات اور عالمی نقطہ نظر آنے والی نسلوں کو فراہم کرتا ہے۔ بولا جانے والا ہر لفظ ایک کمیونٹی کے جمع شدہ تجربات کا حاصل ہوتا ہے جس میں صدیوں کی مشترکہ جدوجہد، فتوحات اور داستانوں کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ زبان کے اندر سرایت کرنے والی باریکیاں، محاورات اور استعارے صوابدیدی نہیں ہوتے وہ وقت کے ذریعے لوگوں کے منفرد تجربات کی پیداوار ہیں۔

زبان اور ثقافت کے درمیان لازم و ملزوم ربط انسانی شناخت کا ایک بنیادی پہلو ہے۔ یہ اقتباس اس بات کی وضاحت ہے کہ زبان کوئی جامد وجود نہیں ہے۔ یہ اپنے بولنے والوں کے ثقافتی دھاروں کے ساتھ سانس لیتا ہے، تیار ہوتا ہے اور قبولیت کی منزلیں طے کرتا ہے۔اس طرح زبان کسی قوم کی روح کا متحرک عکس بن جاتی ہے جو ماضی کی بازگشت کرتی ہے،اس کے حال کو تشکیل دیتی ہے اور اس کے مستقبل کو متاثر کرتی ہے۔

## نئے روزمرہ اور محاورے کی تشکیل اور قبولیت میں غالب زبانوں کا کردار:

( The role of dominant languages in the formation and acceptance of new Usage and idioms)

غالب زبانیں روزمرہ کے نئے محاوروں کی تشکیل اور قبولیت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ زبانیں اپنے وسیع پیمانے پر استعمال کی وجہ سے نئے محاوروں اور روزمرہ کی تشکیل پر گہرا اثر رکھتی ہیں۔ وہ اکثر نئے الفاظ اور تاثرات کو اپنانے اور مقبول کرنے میں نمایاں کردار ادا کرتی ہیں۔ انگریزی کو اس وقت عالمی سطح پر ایک غالب زبان سمجھا جاتا ہے۔ بہت سے نئے محاورے اور روزمرہ استعمال کے الفاظ انگریزی سے آئے ہیں۔ انگریزی کے وسیع پیمانے پر استعمال کی وجہ سے دنیا کی بہت سی زبانیں انگریزی کے الفاظ کو اپنا رہی ہیں۔ اردو زبان نے بھی انگریزی زبان کا اثر قبول کیا ہے اور بہت سے الفاظ کو اپنایا اور عوام نے ان الفاظ کو خوش دلی سے قبول بھی کر لیا۔ سیلفی، ہیش ٹیگ اور ایموجی جیسے الفاظ ہمارے سامنے ہیں۔

غالب زبانیں نئے محاوروں اور تاثرات کی قبولیت پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ جب غالب زبان کوئی نیا لفظ یا جملہ استعمال کرتی ہے تو دوسری زبانیں بھی اس کی پیروی میں اسے اپنا لیتی ہیں۔ دوسری زبانوں کے نزدیک قبولیت کا دارومدار غالب زبان میں شمولیت پر ہوتا ہے۔

اردو ایک ایسی زبان ہے جو عربی، فارسی اور ترکی سے بہت زیادہ متاثر ہوئی ہے۔ برصغیر میں انگریزوں کی آمد کے بعد سے اردو زبان کے روزمرہ استعمال اور محاورات میں انگریزی زبان نے بھی اپنا حصہ ڈالا ہے۔

> "اظہار قابلیت کے لیے بھی عربی فارسی الفاظ کثرت سے بولے جانے لگے۔ اردو ادب کی ابتداء شاعری سے ہوئی اور شاعری فارسی داں لوگوں کے ہاتھ میں گویا ایک کھلونا تھی۔ جس کو وہ فارسی الفاظ و محاورات ہی کے لباس میں آراستہ کرنا چاہتے تھے"۔ [4]

اردو زبان کی نشوونما کے دور میں فارسی کو عالمی سطح پر غالب زبان ہونے کی وجہ سے ایک نمایاں مقام حاصل تھا۔

ابھرتے ہوئے لسانی منظر نامے میں اردو زبان کو رابطے کے لیے ضروری سمجھا گیا۔ اس کے ساتھ فارسی نے اپنی اہمیت کو برقرار رکھا۔ اس وقت اردو زبان عملی طور پر ابھر رہی تھی اور ایک بڑی زبان کے طور پر سامنے آئی لیکن لوگ اپنی فکری صلاحیت کو ظاہر کرنے کے لیے عادتاً فارسی زبان کا استعمال کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت فارسی مروجہ عالمی زبان یا غالب زبان تھی جو عوامی گفتگو اور ادبی اظہار دونوں کو متاثر کرتی تھی۔ فارسی کا جتنا زیادہ استعمال ہوتا اتنا ہی ایک تعلیم یافتہ فرد کے طور پر معاشرے میں اس کا مقام بلند ہوتا۔

فارسی کا اثر غالب زبان ہونے کے باعث انفرادی سطح سے بڑھ کر عوامی اور ادبی دونوں سطحوں پر پھیل گیا۔ غالب زبان کے اثرات پر ڈاکٹر فہمیدہ کی رائے ملاحظہ کریں:

> "اس زمانے میں انگریزی کا رواج ہونے کی وجہ سے انگریزی الفاظ تحریر اور تقریر میں بے ساختہ استعمال ہوتے ہیں اور مخاطب طبقہ مطلب سمجھنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کرتا مگر تحریر و تقریر میں بے شمار انگریزی الفاظ شامل ہو جانے سے زبان انگریزی نہیں ہو جاتی بلکہ وہ اردو ہی رہتی ہے"۔ [5]

انگریزی زبان بلاشبہ آج کی گلوبلائزڈ دنیا میں غالب زبان کے طور پر موجود ہے۔ اس کا اثر ہمہ گیر ہے جو ثقافت، تجارت اور مواصلات کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہیں۔ انگریزی زبان کے الفاظ بغیر کسی رکاوٹ کے پوری دنیا کی زبانوں میں ضم ہو رہے ہیں۔ اردو زبان فارسی اور عربی سمیت مختلف ثقافتوں کے لسانی اثرات کو

جذب کرنے کی ایک طویل تاریخ رکھتی ہے۔ موجودہ دور میں انگریزی زبان سے اردو زبان نے استفادہ کیا ہے۔ انگریزی الفاظ، جملے اور تاثرات نے روزمرہ کی گفتگو اور اردو میں تحریری ابلاغ میں اپنا کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ یہ رجحان محض رسمی ترتیبات تک محدود نہیں ہے بلکہ بول چال میں بھی عام ہے جہاں لوگ بڑی آسانی سے انگریزی اور اردو کے درمیان سوئچنگ کرتے ہیں۔

کوڈ سوئچنگ ایک ہی گفتگو میں دو یا زیادہ زبانوں کے درمیان ردوبدل کی مشق، اردو بولنے والوں معاشروں میں ایک عام لسانی رجحان ہے۔ انگریزی الفاظ مخصوص تصورات یا خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے دانستہ استعمال کیے جاتے ہیں جن کے اردو متبادل موجود نہیں ہیں۔

انگریزی زبان میں کوڈ سوئچنگ کا معنی کچھ یوں ہے:

"Code switching, process of shifting from one linguistic code a language or dialect to another depending on the social context our conversational setting."[6]

اور اردو میں کوڈ سوئچنگ کی تعریف انگریزی ادب سے ترجمہ کیا گیا ہے اس کو ملاحظہ کیجئے۔

"لسانیات میں کوڈ سٹیچنگ یا زبان میں ردوبدل اس وقت ہوتا ہے جب ایک سپیکر گفتگو کے تناظر میں دو یا دو سے زیادہ زبانوں یا زبان کی اقسام کے مابین سوئچ ہو جاتا ہے اس سے زیادہ زبان بولنے والے بعض اوقات ایک دوسرے سے بات چیت کرتے وقت متعدد زبانوں کے عناصر استعمال کرتے ہیں"۔[7]

کوڈ سوئچنگ میں ایک جملہ مکمل دوسرے زبان کا استعمال کیا جاتا ہے یعنی کسی تقریر میں بھی ہو سکتی ہے اور روزمرہ زندگی میں بھی اور ناول افسانے اور ڈرامے میں بھی کہا جاتا ہے کوڈ سوئچنگ اور کوڈ مکسنگ میں فرق صرف اتنا ہے کہ کوڈ مکسنگ میں صرف ایک لفظ کو استعمال کیا جاتا ہے اور کوڈ سوئچنگ میں ایک لفظ نہیں بلکہ مکمل جملہ استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کے حوالے سے کئی جملے ملاحظہ ہو جو روزمرہ زندگی میں لوگ استعمال کرتے ہیں۔

کوڈ مکسنگ سے مراد دوسرے زبان میں مکس کرنا ہے یعنی ایک زبان کا لفظ دوسرے زبان میں اس طرح مکس ہو جائے کہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ کس زبان کا ہے۔ اردو ادب میں بہت سے الفاظ اس طرح استعمال ہوتے ہیں کہ پتہ بھی نہیں چلتا کہ یہ الفاظ کسی اور زبان کے ہیں بلکہ اردو الفاظ دکھائی دیتے ہیں اور یہ خاص طور پر ہم روزمرہ کی زندگی میں استعمال کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اخبارات میں، ناولوں میں، ڈراموں میں، خود

نوشت افسانوں میں، آپ بیتیوں میں اور مختلف اصناف میں ہم اس کا استعمال کرتے ہیں اس حوالے سے کوڈ مکسنگ کی تعریف درج ذیل ہے:

"اگر کوئی شخص دو زبانوں پر اظہار کی قوت رکھتا ہے تو اسے دولسانی کہتے ہیں۔ موقع و محل اور سیاق و سباق کے لحاظ سے وہ اپنے روزمرہ کی زندگی میں دونوں زبانوں کا استعمال کرتا ہے پہلے زبان اس کی مادری زبان ہوتی ہے اور دوسری زبان اکتسابی زبان کہلاتی ہے جس سے وہ اپنی مادری زبان سیکھنے کے بعد رسمی طور پر سیکھتا ہے ہمارے معاشرے میں تعلیم یافتہ طبقہ اپنی زبان پر عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان پر بھی حتی المقدور دسترس رکھتا ہے معاصر اردو افسانہ نگار جو کہ اردو کے علاوہ انگریزی بھی جانتے ہیں اس لیے وہ اپنی تخلیقات میں انگریزی الفاظ اور جملے اکثر استعمال کرتے ہیں اس عمل کو سوچنگ اور کوڈ میکسنگ کا نام دیا گیا ہے"۔[8]

کوڈ مکسنگ ایک لسانی رجحان ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ زبانوں کا یک ہی کمیونکیشن ایونٹ میں ہموار انضمام ہوتا ہے۔ یہ رجحان خاص طور پر کثیر لسانی اور کثیر الثقافتی ماحول میں پایا جاتا ہے۔ جہاں بولنے والے آسانی سے اپنی تقریر یا تحریری اظہار میں دو یا دو سے زیادہ زبانوں کا استعمال کرتے ہیں۔ یہ عمل مختلف لسانی سطحوں پر ہو سکتا ہے بشمول انفرادی الفاظ، جملے یا پورے جملے کا استعمال۔ کوڈ مکسنگ ایک فطری اور روانی کا عمل ہے جو بولنے والوں کی متعدد زبانوں سے واقفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ آج کل عالمگیریت کے دور میں کوڈ مکسنگ کا رجحان بہت زیادہ ہو گیا ہے خاص طور پر شہری ماحول میں جہاں لوگ روزانہ کی بنیاد پر مختلف زبانوں کے بولنے والوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہیں۔

ہمارے ہاں غالب زبان انگریزی کی نقل کا رجحان بہت زیادہ ہے اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ان وجوہات کو آپ دو حصوں میں تقسیم کر کے دیکھتے ہیں۔

1۔ ضرورت کی بنیاد پر

2۔ طبقاتی تفریق

## ضرورت کی بنیاد پر:

انگریزی سیکھنا یقیناً ترقی پذیر ممالک کے لوگوں کے لیے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ یہ پوری دنیا میں بولی جانے والی زبان ہے اور اسے اکثر بین الاقوامی مواصلات، تجارت اور سفارت کاری کے لیے ایک عام

زبان کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔انگریزی زبان سیکھنے کی دو بنیادی ضرورتیں ہیں۔ایک معاشی ضرورت ہے اور دوسری پیشہ وارانہ مہارت حاصل کرنے کے لیے انگریزی زبان جاننا انتہائی ضروری ہے۔

**پیشہ وارانہ مہارت:** (Professional skills)

آج کی گلوبلائزڈ دنیا میں انگریزی زبان کو پیشہ وارانہ مہارتوں کے حصول کے لیے تمام زبانوں سے زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے۔یہ بین الاقوامی کاروبار، سائنس، ٹیکنالوجی اور سفارت کاری کی زبان ہے۔جیسے جیسے دنیا ایک دوسرے کے قریب ہوئی ہے انگریزی کاروباری اور مواصلاتی زبان کے طور پر سامنے آئی ہے۔انگریزی جاننا پوری دنیا کے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں مدد دیتا ہے۔اس کے ساتھ پوری دنیا میں کام کرنے کے مواقع موجود ہوتے ہیں۔

دنیا بھر کی یونیورسٹوں میں پیشتر کی تدریسی زبان انگریزی ہے۔انگریزی میں مہارت رکھنے والے طالب علم ہی اعلی تعلیم حاصل کرنے کے لیے دنیا بھر کی یونیورسٹیوں تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں جو آپ کی پیشہ وارانہ مہارتوں کو بڑھاتی ہے۔اس کے علاوہ انگریزی انٹرنیٹ کی زبان بھی ہے اور انگریزی میں مہارت کے ذریعے آپ آن لائن کام تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔انگریزی زبان اور انٹرنیٹ میں مہارت پیشہ وارانہ صلاحیتوں کو بڑھانے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے اور اس سے کیریئر کے نئے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔

**معاشی ضرورت:** (Economic necessity)

انگریزی زبان اقتصادی مواقع فراہم کرنے والی بڑی زبان ہے۔بہت سی صنعتوں میں انگریزی زبان میں ماہر افراد کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔اس کے ساتھ بہت سی ایسی ملازمتیں ہیں جن کا حصول انگریزی زبان کے جاننے سے ہی ممکن ہوتا ہے۔بہت ساری ملٹی نیشنل کمپنی ایسی ہیں جو انگریزی زبان کو رابطے کی زبان کے طور پر استعمال کرتی ہیں اور وہ ملازمین سے انگریزی میں روانی کا تقاضا بھی کرتی ہیں۔

دنیا کے ساتھ کاروباری روابط بڑھانے کے لیے بھی انگریزی زبان کا استعمال انتہائی ضروری ہے۔ انگریزی زبان کو بین الاقوامی کاروباری زبان بھی کہا جاتا ہے۔انگریزی دنیا بھر کے لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ کاروباری رابطے قائم کرنے میں مدد فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ یہ ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت کرنے میں بھی سہولت فراہم کرتی ہے۔اس کے علاوہ بہت سے کاروباری دستاویزات اور معاہدے بھی انگریزی

میں لکھے جاتے ہیں۔اس لیے بین الاقوامی کاروباری لین دین کے لیے انگریزی زبان کو سمجھنے اور اس میں بات چیت کرنے کی صلاحیت کا ہونا بہت ضروری ہے۔

### 2۔ طبقاتی تفریق: (Class differentiation)

ہمارا معاشرہ مختلف طبقات میں تقسیم ہے۔ معاشرے میں انگریزی بولنے سمجھنے والے کو اعلی طبقے میں شمار کیا جاتا ہے۔اس لیے انگریزی کی نقل عام رجحان ہے اور یہ رجحان دیگر ترقی پذیر ممالک میں بھی اسی طرح ہے۔ ہمارے ہاں تمام طبات کو انگریزی سیکھنے کے یکساں مواقع میسر نہیں ہیں۔اس کی سماجی واقتصادی حیثیت، تعلیمی وسائل تک رسائی اور انگریزی سیکھنے میں لوگوں کے رویے شامل ہیں۔

ہمارے ہاں انگریزی کو اعلی طبقے کی زبان سمجھا جاتا ہے اور اس کی تعلیم نجی سکولوں میں ہوتی ہے جس کے اخراجات اعلی طبقے کے لوگ ہی برداشت کر سکتے ہیں۔اس سے تھوڑا کم سطح پر بھی کچھ نجی سکول موجود ہیں جن میں متوسط طبقے کے افراد تعلیم حاصل کرتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ کم آمدنی والے خاندان یا عمومی طور پر دیہی علاقوں کے بچوں کو انگریزی تعلیم تک رسائی حاصل نہیں ہے۔ان کے لیے جو سرکاری سطح پر تعلیمی نظام موجود ہے وہ اردو میڈیم ہے اور وہاں انگریزی بنیادی سطح پر پڑھائی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ سرکاری سکولوں میں نصابی کتب اور اہل اساتذہ کی بھی کمی ہوتی ہے اور اس سے ان بچوں کے انگریزی سیکھنے اور اس میں مہارت حاصل کرنے کے مواقع کم ہو جاتے ہیں۔ سرکاری سکولوں اور اعلی طبقے کے لیے موجود نجی سکولوں میں انگریزی پڑھانے کا معیار ایک جیسا نہیں ہے۔ طبقات میں تفریق کی یہی بنیادی وجہ ہے کہ ہر طبقے کے لیے تعلیم اور زبان سیکھنے کے یکساں مواقع نہیں ہیں۔ان سرکاری سکولوں میں پڑھنے والے بچے اور نجی سکولوں میں پڑھنے والے بچے زبان میں ایک جیسی مہارت حاصل نہیں کر سکتے۔

معاشرے میں مخصوص گروہوں کا منفی رویہ بھی انگریزی زبان کے سیکھنے کے عمل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ان کے خیال میں انگریزی زبان کو سیکھنا ان کی ثقافتی شناخت کے لیے خطرہ ہو سکتا ہے۔ کسی حد تک ان کی بات درست بھی ہے کیونکہ زبان کسی بھی ثقافت کا بنیادی جز ہوتا ہے اور کسی زبان کو کھونے سے ثقافتی ورثے، روایات اور اقدار کو نقصان ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ انگریزی زبان کو سیکھنے کا مطلب اپنی ثقافت کو ترک کر دینا ہے۔ انگریزی سیکھنے سے آپ مختلف ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے میل جول بڑھا سکتے ہیں۔ انگریزی موجودہ دور کی غالب زبان ہے اور دنیا میں ترقی کے مواقع حاصل کرنے کے لیے اپنی ثقافتی شناخت برقرار رکھتے ہوئے اس زبان کو سیکھنا بہت ضروری ہے۔

ہمارے ہاں سماجی طبقات کے درمیان انگریزی زبان میں تعلیم میں ایک بڑا فرق موجود ہے۔اس فرق کو ختم کر کے وسائل تک یکساں رسائی کو ممکن بنانا ہوگا۔اس کے ساتھ سرکاری اسکولوں میں انگریزی زبان کی تعلیم کے معیار کو بہتر بنانا ہوگا۔مزید یہ کہ معاشرے میں انگریزی سیکھنے کے لیے لوگوں میں مثبت رویے کو پروان چڑھانا ہوگا۔

## ہنگامی طور پر تشکیل پانے والے روزمرہ اور محاورے کی قبولیت میں پاپ کلچر کا کردار:۔

پاپ کلچر ان خیالات، طریقوں، عقائد، تصاویر اور مظاہر کا مجموعہ ہے جو ایک مقررہ موڑ پر مرکزی دھارے کے معاشرے میں وسیع پیمانے پر رائج ہو جاتے ہیں۔ یہ روزمرہ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو گھیرے ہوئے ہے بشمول تفریح، فیشن، موسیقی، فلم، ٹیلی ویژن، کھیل، ٹیکنالوجی، اور بہت کچھ۔ پاپ کلچر متحرک اور مسلسل ارتقاء پذیر ہے جس کی تشکیل سماجی رجحانات، میڈیا کے اثر و رسوخ اور عوام کے اجتماعی مفادات سے ہوتی ہے۔

زبان کے روزمرہ اور محاورے پاپ کلچر کے اثر سے محفوظ نہیں ہیں۔روزمرہ کی زبان میں پھیلنے والے تاثرات، جملے اور یہاں تک کہ بول چال اکثر مقبول ثقافت میں اپنی اصلیت کو کھوجنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مشہور فلموں، ٹی وی شوز یا اشتہارات کے مشہور جملے جو تیزی سے روزمرہ کی زبان کا حصہ بن جاتے ہیں۔ یہ جملے اپنی کشش کے باعث جلد ہی عام بول چال کا حصہ بن کر روزمرہ کی زبان میں ضم ہو جاتے ہیں۔ پاپ کلچر بول چال میں نئے تاثرات کو متعارف کرواتا ہے جو کسی خاص دور کے رویوں اور طرز عمل کی عکاسی کرتے ہیں۔ اس زبان کو اکثر مختلف گروہ شناخت اور تعلق قائم کرنے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔اس ضمن میں ڈاکٹر سجاد بلوچ کی کتاب "زبان، لہجے اور لسانی رشتے" سے ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

> "ہر گروہ گھر میں اپنی زبان بولتا ہے اور جب دوسرے گروہوں کے لوگوں کے ساتھ رابطہ کرتا ہے تو دوسری زبان بولتا ہے۔ مختلف زبانیں ایک مستحکم طریقے سے گروہ کے دوسرے حصوں کے ساتھ منسلک ہیں اور نتیجتاً کثیر اللسانیت برقرار رہنا معاشرے کی کثیر القوی فطرت کے عمل کے طور پر مقدر نظر آتا ہے"۔[9]

ڈاکٹر سجاد بلوچ کی متذکرہ بالا رائے ایک ایسے معاشرتی رجحان کی نشان دہی کرتی ہے جہاں لوگوں کے مختلف گروہ اپنے اپنے گھروں میں الگ الگ زبانیں بولتے ہیں اور دوسرے گروہوں کے ساتھ بات چیت

کرتے وقت ایک مختلف زبان میں سوئچ کر جاتے ہیں۔اس حوالے سے سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہر گروہ اپنی زبان کے استعمال میں بہت پختہ ہے جس میں وہ اپنی کمیونٹیز کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔اس کے علاوہ معاشرے میں کثیر لسانی استعمال معاشرے کی لسانی نوعیت سے منسوب ہے۔

جہاں ایک شہر کئی ثقافتی یا نسلی گروہوں پر مشتمل ہوتا ہے اور ہر ایک کی اپنی زبان ہوتی ہے۔ کسی خاص گروہ کے اراکین جب گھر میں یا اپنی کمیونٹی کے ساتھ بات چیت کرتے ہیں تو وہ اپنی مادری زبان کا استعمال کرتے ہیں تاہم جب وہ دوسرے گروہوں کے اراکین کے ساتھ بات چیت کرتے ہیں تو وہ مواصلات کی سہولت کے لیے تمام گروہوں کی سمجھ میں آنے والی ایک مشترکہ زبان کا استعمال کرتے ہیں۔

ڈاکٹر سہیل بخاری کی رائے دیکھیے:

> "خالی یہی نہیں کہ قومی اور علاقائی زبانوں کے میل جول سے قومی کاروبار آسانی سے چلتا ہے خود ان دونوں کو بھی ایک دوسرے سے پوکھ ملتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے الفاظ اور بات چیت کے ڈھنگ لے کر اپنا اپنا ذخیرہ بڑھاتی ہیں۔ قومی زبان علاقائی زبان کے چھینٹوں سے مقامی رنگ میں رنگ جاتی ہے اور علاقائی زبان میں قومی زبان کے ذریعے قومی کلچر حل ہو جاتا ہے۔"[10]

ڈاکٹر سہیل بخاری کی یہ رائے قومی اور علاقائی زبانوں کے درمیان ایک علامتی تعلق کو بیان کرتی ہے۔ پاپ کلچر میں مختلف صنعتیں اور کاروبار اکثر قومی اور علاقائی اثرات کے امتزاج پر پروان چڑھتے ہیں۔ مثلاً تفریحی صنعت ایسا مواد فراہم کرتی ہے جو قومی اور علاقائی دونوں سامعین میں وسیع پیمانے پر پسند کیا جاتا ہے۔ پاک کلچر ایک متحرک قوت ہے جس کا رجحان مسلسل بڑھ رہا ہے۔ یہ ارتقاء زبان کے ذریعے بھی ظاہر ہو رہا ہے مثلاً مخصوص خطوں میں بولی جانی والے اصطلاحات اور میمز ملک بھر میں مقبول ہو رہی ہیں جو مشترکہ لسانی منظر نامے میں اپنا حصہ ڈالتی ہیں۔ میمز، وائرل ویڈیوز اور انٹرنیٹ کی بول چال تیزی سے پھیلتی اور زبان کو متاثر کرتی ہے۔اس سے ایک ڈیجیٹل ذیلی ثقافت تخلیق ہوتی ہے جو لسانی رجحانات کو تشکیل دیتی ہے۔

پاکستان میں بہت سارے لسانی گروہ موجود ہیں جن میں سے ہر ایک ملک کے لسانی کلچر میں اپنا حصہ ڈال رہا ہے۔ پاکستان میں بولی جانے والی زبانوں میں پنجابی، سندھی، اردو، پشتو، بلوچی اور سرائیکی وغیرہ شامل ہیں۔ ہر لسانی گروہ کی اپنی منفرد ثقافتی باریکیاں، روایات اور تاثرات ہوتے ہیں جن کی تاریخی جڑیں بہت مضبوط ہیں۔

پاکستان میں پاپ کلچر کی تشکیل میں ان لسانی گروہوں کے اتحاد اور تعامل کا گہرا تعلق ہے۔ زبانوں، روایات اور رسم و رواج کے متحرک تعامل نے ایک ایسے پاپ کلچر کو جنم دیا ہے جس کی اپنی ایک شناخت ہے جس کو ہم پاکستانی شناخت کہہ سکتے ہیں۔ اس رجحان کو کو پاپ کلچر کے مختلف پہلوؤں میں دیکھا جا سکتا ہے جس میں موسیقی، فیشن، ادب اور سیاست شامل ہے۔

زبان کے ارتقاء میں میڈیا کا اثر نمایاں ہے ٹیلی ویژن، موسیقی اور ادب زبان کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ میڈیا میں متعارف کرائے گئے نئے الفاظ، جملے اور تاثرات روزمرہ کی زبان کے استعمال میں اپنا راستہ خود بنا لیتے ہیں۔

در حقیقت، پاپ کلچر کا روزمرہ کی زبان پر خاصا اثر ہے جس میں محاوروں کی تخلیق اور مقبولیت بھی شامل ہے وہ اکثر معاشرے کے ثقافتی تناظر، اقدار اور تجربات کی عکاسی کرتے ہیں۔ پاپ کلچر، معاشرے کا ایک متحرک اور مسلسل ارتقاء پذیر پہلو ہونے کے ناطے نئے روزمرہ کی کی تشکیل اور نئے محاوروں کو متعارف کرانے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مشہور شخصیات کے ذریعے استعمال ہونے والا روزمرہ اور محاورہ عوام میں بہت جلد قبولیت حاصل کر لیتا ہے۔ ایسے روزمرہ اور محاورات جو پاپ کلچر کی نمائندگی کرتے ہیں عوام میں پذیرائی حاصل کر چکے ہیں ان کی کچھ مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں:

کانپیں ٹانگ جاتی ہیں

مختاریا گل ودھ گئی اے

پروگرام تو وڑ گیا،

یوٹرن

نک دا کوکا

مجموعی طور پر پاپ کلچر معاشرے کی عکاسی کرتا ہے۔ روزمرہ زبان پر اس کا اثر ثقافتی اظہار اور لسانی ارتقاء کی باہم جڑی ہوئی نوعیت کا ثبوت ہے۔ جیسے جیسے معاشرہ بدلتا ہے اسی طرح مقبول ثقافت بھی بدلتی ہے اور یہ جاری سلسلہ لوگوں کے بات چیت اور اظہار خیال کے طریقے کو تشکیل دیتا رہتا ہے۔

**زبان کی خالصیت کے بارے میں حساسیت کا کم ہونا:** (Loss of sensitivity to the purity of language)

زبان مسلسل ارتقاپذیر اور تبدیل ہوتی رہتی ہے کیونکہ یہ نئے سیاق وسباق اور اثرات کے مطابق ہوتی ہے۔تاہم زبان میں خالصیت کا تصور اکثر موضوعی ہوتا ہے اور ثقافتی،تاریخی اور سیاسی عوامل کے لحاظ سے مختلف ہوسکتا ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ زبان کو اس کی خالصیت کو برقرار رکھنے کے لیے اس کی اصل شکل میں محفوظ کیا جانا چاہیے جب کہ دوسروں کا کہنا ہے کہ زبان کو ارتقاء اور معاشرے کی بدلتی ہوئی ضروریات کے مطابق ڈھالنا چاہیے۔ حقیقت میں زیادہ تر زبانیں مسلسل تبدیل ہوتی رہتی ہیں اور دوسری زبانوں سے الفاظ ادھار لیتی ہیں جس کی وجہ سے خالصیت کا احساس برقرار رکھنا مشکل ہوتا ہے۔بول چال اور علاقائی بولیوں کا استعمال بھی زبان کی خالصیت کے نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔زبان میں ان تغیرات کو معیاری گرائمر اور تلفظ سے انحراف کے طور پر لیا جاسکتا ہے اور کچھ لوگ انہیں زبان کے معیار میں کمی کا باعث سمجھتے ہیں۔تاہم یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ زبان اس ثقافت اور معاشرے کی عکاسی کرتی ہے جس میں اسے استعمال کیا جاتا ہے۔

زبان کی خالصیت سے مراد یہ خیال ہے کہ کسی زبان کو دوسری زبان یا ثقافتی تبدیلیوں سے متاثر کیے بغیر اپنی اصلیت میں کوئی تبدیلی نہیں کی جانی چاہیے تاہم بہت سے ماہر لسانیات کا کہنا ہے کہ زبان مسلسل ارتقاء پذیر اور تبدیل ہورہی ہے اور یہ ثقافتی اور سماجی عوامل سے متاثر ہے۔ثقافتی تبدیلی یقینی طور پر اس بات پر اثر انداز ہوسکتی ہے کہ لوگ زبان کی خالصیت کے لیے کتنے حساس ہیں۔ جیسے جیسے ثقافتیں آپس میں گھل مل جاتی ہیں زبانیں نئے الفاظ،تاثرات اور گرامر کے اصولوں کو شامل کرنے کے لیے تیار اور موافق ہو جاتی ہیں۔ کچھ معاملات میں یہ نئی بولیوں یا یہاں تک کہ نئی زبانوں کی تخلیق کا باعث بن سکتا ہے۔بقول ڈاکٹر عبدالستار دلوی:

> "معیاری زبان کو بت بنانا صحیح نہیں ہو گا۔زبان میں لوچ کی گنجائش ہمیشہ موجود رہتی ہے۔۔۔اس میں بہت زیادہ سختی برتنا کثیر لسانی اور کثیر تہذیبی ماحول کے لیے خطرناک رجحان کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔۔۔زبانیں اور تہذیبیں کبھی خالص (Pure) نہیں ہوتیں۔"[11]

معیاری زبان رابطے کے لیے ایک مشترکہ بنیاد فراہم کرتی ہے۔رابطے میں روایتی زبان کی خالصیت سے متعلق زیادہ حساسیت نقصان دہ ہوسکتی ہے کیونکہ ایسا کرنے سے لسانی تغیرات کی قبولیت میں مشکل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جو کثیر الثقافتی معاشروں کا لازمی حصہ ہوتے ہیں

مزید یہ کہ ثقافتی تبدیلیوں پر بھی اثر پڑتا ہے کہ لوگ زبان کی خالصیت کو کس طرح دیکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر ماضی میں مناسب گرائمر اور الفاظ کے استعمال پر زیادہ زور دیا جاتا تھا لیکن آج علاقائی بولیوں اور بول چال کی قبولیت زیادہ ہے۔ رویے میں یہ تبدیلی لوگوں کو زبان کی خالصیت کے بارے میں کم حساس بنا سکتی ہے۔

تاہم یہ بات قابل توجہ ہے کہ زبان کی خالصیت اب بھی کچھ سیاق وسباق میں ایک اہم تصور ہے۔ مثال کے طور پر تعلیمی یا پیشہ ورانہ معاملات میں واضح اور جامع زبان کی ضرورت ہوتی ہے جو مخصوص اصولوں کی پابندی کرتی ہے۔ مزید یہ کہ خطرے سے دوچار زبانوں اور بولیوں کا تحفظ ثقافتی ورثے اور شناخت کا ایک اہم حصہ ہے۔

پوری تاریخ میں کئی ایسے معاشرے اور ثقافتیں رہی ہیں جو زبان کی پاکیزگی کے لیے کم حساس رہی ہیں۔ اسے مختلف طریقوں سے دیکھا جا سکتا ہے جیسے کہ علاقائی بولیوں کی قبولیت غیر ملکی الفاظ اور محاوروں کو اپنانا اور وقت کے ساتھ ساتھ زبان کا ارتقاء شامل ہے۔ زبانیں زیادہ تر پڑوسی علاقوں کی زبانوں سے متاثر ہوتی ہیں اور ایسی صورت میں زبان کی معیاری شکل قائم رکھنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ جہاں پوری تاریخ میں زبان کی خالصیت کو فروغ دینے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں وہیں معاشروں اور ثقافتوں کی لسانی تنوع اور ارتقاء کو زیادہ قبول کرنے کی بھی مثالیں موجود ہیں۔

زبان کی خالصیت سے مراد اس حد تک ہے کہ کوئی زبان اپنے معیار پر کس حد تک عمل پیرا ہے۔ سیاسی عوامل جیسے کہ حکومتی پالیسیاں، معاشرتی اصول اور ثقافتی اقدار زبان کی خالصیت کی حساسیت کو مختلف طریقوں سے متاثر کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر کچھ حکومتیں سرکاری دستاویزات، میڈیا اور تعلیم میں زبان کے استعمال پر ضابطے اور معیارات نافذ کر کے زبان کی خالصیت کے بارے میں اقدامات کر سکتی ہیں۔ وہ زبان کے استعمال کو منظم اور معیاری بنانے کے لیے زبان کی اکیڈمیاں یا ادارے بھی بنا سکتے ہیں۔

دوسری طرف کچھ سیاسی نظریات یا تحریکیں زبان کی خالصیت کے خیال کو مسترد کرتی ہیں اور اس کی بجائے لسانی تنوع کو فروغ دینے کی حمایت کرتی ہیں۔ وہ اس کا یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ زبان کی خالصیت ثقافتی تسلط اور لسانی سامراج کا ایک آلہ ہے جو اقلیتی زبانوں اور بولیوں کو دباتی ہے۔

مزید برآں سماجی اور ثقافتی عوامل جیسے عالمگیریت، امیگریشن اور تکنیکی ترقی زبان کی خالصیت کی حساسیت کو کم کرتے ہیں چوں کہ لوگ مختلف ثقافتوں اور زبانوں کے ساتھ زیادہ تعامل کرتے ہیں وہ نئے الفاظ اور تاثرات کو اپناتے ہیں جو روایتی زبان کے اصولوں کو چیلنج کرتی ہے۔

سیاسی عوامل زبان کی خالصیت کی حساسیت کی تشکیل میں کردار ادا کرتے ہیں لیکن ان کے اثرات کا انحصار سیاسی نظام، ثقافتی اقدار اور معاشرے کی سماجی حرکیات پر ہوتا ہے۔

لسانی عوامل زبان کی خالصیت کے حوالے سے لوگوں کی حساسیت میں کردار ادا کرتے ہیں۔ ایسا ہی ایک عنصر زبان کی تبدیلی اور ارتقاء ہے۔ زبانیں وقت کے ساتھ ساتھ مسلسل بدلتی اور تیار ہوتی رہتی ہیں اور جسے کچھ لوگ خالص یا درست زبان سیکھتے ہیں تو ان کی زبان میں اور عام بولی جانے والی زبان میں فرق آجاتا ہے۔

ایک اور لسانی عنصر بولیاں اور علاقائی تغیرات ہیں۔ مختلف خطوں اور برادریوں کی اپنی الگ بولیاں اور بولنے کے طریقے ہوتے ہیں جو زبان کی معیاری شکل کے مطابق نہیں ہوتے۔ یہ خالص سمجھی جانے والی زبان پر اختلاف کا باعث بنتا ہے۔ لسانی تنوع اور کثیر لسانی زبان کی خالصیت کے بارے میں لوگوں کے رویوں کو بھی متاثر کرتی ہے۔ کثیر لسانی معاشروں میں لوگ لسانی تنوع کو زیادہ قبول کرتے ہیں اور کسی ایک زبان پر اکتفا نہیں کرتے۔ اس کے برعکس یک لسانی معاشروں میں زبان کی معیاری شکل پر عمل کرنے کے لیے زیادہ دباؤ ہو تا ہے۔

لسانی عوامل زبان کی خالصیت کے لیے لوگوں کی حساسیت کو متاثر کرتے رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ زبان مسلسل ارتقاء پذیر اور بدلتی رہتی ہے۔ زبان کسی ایک خاص شکل میں موجود نہیں رہ سکتی اور وقت کے ساتھ اس میں تبدیلی لازمی امر ہے۔

## نسلی قبولیت: (Generation Acceptance)

کسی شخص کی عمر معاشرے میں نئے روزمرہ اور محاوراتی تاثرات کو قبول کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ نوجوان لوگ نئے لسانی رجحان کو زیادہ آسانی سے قبول کرتے ہیں اور ایسی صورت میں نئے تاثرات کو تیزی سے اپنانے کا امکان زیادہ ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سوشل میڈیا اور ٹیکنالوجی سے واقفیت کے سبب نئی زبان سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر سجاد بلوچ کے مطابق:

> "وہ تبدیلیاں جنھیں زبان کا حصہ بنالیا جاتا ہے ہر نئی نسل کے ساتھ قانونی ہو جاتی ہیں۔ یعنی بچے جو زبان سیکھ رہے ہوتے ہیں، وہ دستیاب مواد کی بنیاد پر سیکھتے ہیں اور ان کی اس مواد کی تشریحات زبان کی نئی بنیادی حالت بناتی ہیں، ایک ایسی حالت جو خود مزید

تبدیلیوں کی طرف جاتی ہے۔ جب یہ تبدیلیاں اکھٹی ہوتی ہیں تو مختلف گروہوں کی زبانیں زیادہ سے زیادہ پھیلتی ہیں۔"[12]

زبان ہر نئی نسل کے ساتھ مسلسل ارتقاء کے عمل سے گرزتی رہتی ہے۔ ہر نسل دستیاب موجود مواد کی بنیاد پر زبان سیکھتی ہے۔ یہ عمل زبان میں مزید تبدیلی اور ترقی کا باعث بنتا ہے۔ زبان میں نئے الفاظ کی شمولیت اور ان کی نسلی قبولیت کا عمل ثقافتی اور نسلی تنوع کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ جب مختلف نسلی پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد زبان میں اپنے تاثرات کو شامل کرتے ہیں تو یہ لسانی منظر نامے کو تقویت بخشتا ہے۔ نسلی قبولیت نئے الفاظ اور لسانی تاثرات کو قبول کرنے اور وسیع پیمانے پر اس کو معاشرے میں رائج کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے جو اس زبان کے استعمال کرنے والے معاشروں کی ثقافتی خوبی اور باہم مربوط ہونے کی عکاسی کرتی ہے۔ ڈاکٹر سجاد بلوچ اپنی کتاب "زبان، لہجے اور لسانی رشتے" میں رقمطراز ہیں:

"ایک بار جب ہم وہ رستہ جان لیتے ہیں کہ جس میں زبانیں افزائش کرتی ہیں تو لسانی معاملہ کافی حد تک قابلِ تقلید ہو جاتا ہے۔ یہ اس زبان کا موجودہ بولنے والوں سے آگے نئی نسلوں میں منتقل ہونے سے متعلق ہے، اور کسی زبان کی بقا کا نقطہ معیار وہ حد ہے کہ جس تک نئی نسلیں اسے سیکھ رہی ہیں"[13]

کسی بھی زبان کا انحصار اس بات پر ہے کہ نئی نسلیں اسے کس حد تک سیکھتی اور اپناتی ہیں۔ زبان میں نئے الفاظ کی شمولیت اور قبولیت میں نسلی قبولیت کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ زبان صرف الفاظ کا مجموعہ نہیں ہوتا۔ اس کا ثقافت اور شناخت سے بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ نسلی قبولیت ثقافتی اور لسانی عناصر کی ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقلی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اگر کوئی مخصوص گروہ کسی زبان کو قبول کرتا ہے اور اس کا استعمال تسلسل کے ساتھ جاری رکھتا ہے تو اس کے زندہ رہنے اور پھلنے پھولنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

محمد اسلام نشتر کی رائے ملاحظہ کریں:

"دنیا کی ہر زبان، ہر دور میں اپنے تقاضوں کے ساتھ آگے بڑھتی ہے۔ اس لیے اسلاف ہمیشہ اخلاف سے اس محاذ پر شاکی رہتے رہے ہیں۔ چونکہ یہ ایک ارتقائی عمل ہوتا ہے، لہذا بزرگوں کا نئی نسل سے حفظِ ماتقدم کے طور پر شاکی رہنا عین فطرت ہے۔ زبان نے زمانے کے ساتھ آگے بڑھنا ہی ہوتا ہے۔ بزرگوں کا مدعا بھی یہی ہوتا ہے کہ آگے ضرور

بڑھو مگر پہلے سے طے شدہ اصولوں کو ساتھ لے کر چلو۔ گویا طرفین اپنی اپنی جگہ بجا کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں جو بظاہر اختلاف نظر آتا ہے۔"[14]

دنیا کی ہر زبان ہر دور میں اپنے تقاضوں کے مطابق آگے بڑھتی ہے۔ یہ زبانوں کا ارتقائی عمل ہے جو زبان وقت کے ساتھ آگے نہیں بڑھتی اس کے معدومیت کے امکان بڑھ جاتے ہیں۔ معاصر تبدیلیوں کا اظہار زبان کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔ بزرگ زبان کی خالصیت کے معاملے میں بہت زیادہ حساس ہوتے ہیں اس لیے ان کا نئی نسل سے زبان کے تحفظ بارے شکایت کرنا فطری امر ہے لیکن زبان کو زمانے کے ساتھ چلنا پڑتا ہے۔

کسی مخصوص نسلی گروہ کی طرف سے روزمرہ کی نئی زبان اور محاوروں کی قبولیت ثقافتی اور سماجی تناظر کے لحاظ سے مختلف ہوسکتی ہیں۔ جن کی ممکنہ صورتیں یوں ہیں۔

1۔ مستعاریت Borrowing

2۔ ہائبرڈائزیشن Hybridization

**مستعاریت:** (Borrowing)

کوئی بھی نسلی گروہ اپنے اظہار کو بہتر بنانے کے لیے دوسری زبانوں یا ثقافتوں سے الفاظ یا تاثرات ادھار لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اردو زبان نے عربی، فارسی، انگریزی اور کچھ مقامی زبانوں سے متعدد الفاظ ادھار لیے ہیں جو روزمرہ زبان کا حصہ بن چکے ہیں۔

نئے محاورات اور روزمرہ کو اپنانے میں دوسری زبانوں اور ثقافتوں سے مستعار لینے کا عمل عام ہے۔ جب کسی زبان کو کسی نئے تصور یا خیال کا سامنا ہوتا ہے جس کا کسی زبان میں موجود الفاظ کا فقروں کا استعمال کرتے ہوئے آسانی سے اظہار نہ کیا جاسکے یا اس کی مکمل تفہیم نہ ہوتی ہو تو اس خلا کو پورا کرنے کے لیے دوسری زبانوں سے مستعار لے سکتی ہے۔ ادھار لینے کے عمل کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ کسی دوسری زبان سے کسی لفظ یا فقرے کو براہ راست اپنا یا جائے یا اسے نقل کرکے یا نئی زبان میں ترجمہ کرکے۔

ادھار لینے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی دوسری زبان کے لفظ یا فقرے کو اسی زبان کی آواز اور ساخت کے مطابق ڈھال لیا جائے۔ نئے روزمرہ اور محاوروں کو اپنانے میں ثقافتی مستعاریت بھی اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ جب ایک ثقافت کو کسی نئے خیال کا سامنا ہوتا ہے تو وہ اس ثقافت سے محاورے یا تاثرات کو اپنا لیتی ہے۔ جس نے اس کی ابتداء کی ہے۔

نئے روزمرہ اور محاوراتی تاثرات کو دنیا میں ثقافتی تاثرات کو ادھار لینے کا رجحان زبان کی نشوونما میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ جیسے جیسے ثقافتیں ایک دوسرے کے ساتھ رابطے میں آتی ہیں وہ اکثر الفاظ، جملے اور تاثرات کا تبادلہ کرتے ہیں جو مختلف معاشروں کے مشترکہ تجربات اور اقدار کی عکاسی کرتے ہیں۔ روزمرہ زبان کے الفاظ ادھار لینے کے علاوہ زبانیں محاوراتی تاثرات بھی مستعار لیتی ہیں جو ثقافتی اقدار اور تجربات کی عکاسی کرتے ہیں۔

مختلف نسلی گروہ غیر ملکی الفاظ کو اپنی زبان اور ثقافتی اصولوں کے مطابق ڈھال سکتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ نئے تصورات یا رجحانات کے لیے نئے الفاظ بنا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر "سیلفی" کی اصطلاح 21ویں صدی کے شروع میں بنائی گئی۔ اس اصطلاح کو نہ صرف زبان نے اپنایا بلکہ اس زبان کے بولنے والوں نے اسے خوش دلی کے ساتھ قبول بھی کیا جو کہ اب معاشرے میں رائج ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کی رائے ملاحظہ کیجیے:۔

> "انگریزی زبان کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ جس میں بہت سی زبانوں کے الفاظ مستعار لیے گئے ہیں اور اس لیے آج وہ دنیا کی نہایت باثروت زبان سمجھی جاتی ہے جس میں خیال کے نازک سے نازک فرق کو بھی ظاہر کرنے کی پوری پوری صلاحیت موجود ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ذخیرہ اندوزی اور استحصال دولت کی یہ ہوس بعض اوقات مستعار الفاظ کے لیے ترجیحی رجحان بھی پیدا کر دیتی ہے۔ لوگوں کو دوسری زبانوں کے زیادہ سے زیادہ الفاظ کے استعمال کا اس قدر چسکا پڑ جاتا ہے کہ وہ اپنی زبان کے ان الفاظ کو بھی جو مستعار الفاظ کے مفاہیم کو بڑی اچھی طرح ادا کر لیتے ہیں، پس پشت ڈال لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد وہ طاق نسیاں کی زینت بن کر زبان سے خارج ہو جاتے ہیں۔ جس سے زبان کی مقدار وہی رہتی ہے اور نتیجے میں لوگ صرف ایک آدھ کچری اور مصنوعی زبان بولتے سنائی دینے لگتے ہیں۔ آج پاکستان میں لوگ اردو کو جس طرح عربی فارسی الفاظ سے بوجھل بنا بنا کر غیر شعوری طور پر عوام سے دور کر رہے ہیں"۔[15]

ڈاکٹر سہیل بخاری کی متذکرہ بالا رائے انگریزی کی فراوانی کو اجاگر کرتی ہے۔ دنیا بھر میں انگریزی زبان کو عالمی زبان کے طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ جو مختلف خیالات کی باریکیوں کی تفہیم کے قابل ہے۔ اس کے

ساتھ ساتھ ڈاکٹر صاحب نے مستعار الفاظ کو مقامی الفاظ پر ترجیح دینے کی مخالفت بھی کی ہے جس کے نتیجے میں ایسے الفاظ کو نظر انداز کیا جاتا ہے جو مناسب انداز میں معنی کی تفہیم کرتے ہیں۔

اردو زبان نے بھی مستعاریت کے اس عمل سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اردو میں عربی اور فارسی الفاظ ابتدائی طور پر اردو زبان کا حصہ بنے۔ موجود دور میں انگریزی چوں کہ عالمی زبان ہے اور اردو زبان نے بہت سارے انگریزی زبان کو اپنا کر اپنا ذخیرہ الفاظ بڑھایا ہے۔ موجودہ دور میں مستعاریت کے عمل نے دنیا بھر کی زبانوں کو بڑی حد تک متاثر کیا ہے۔ زبان میں نئے الفاظ کی شمولیت کی افادیت پر ڈاکٹر سلیم اختر کی رائے ملاحظہ کریں:

> "زبان میں نئے الفاظ کی آمیزش، خون میں سرخ خلیات کی مانند، زبان کے لیے حیات بخش ہوتی ہے، اگر زبان میں نئے الفاظ کے داخلہ کے لیے در بند کر دیا جائے تو یہ جامد پانی جیسے جوہڑ میں تبدیل ہو جائے گی۔ جس طرح دریا کی روانی کے لیے لہر در لہر سلسلے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح زبان میں بھی نئے الفاظ روانی کی صورت میں اسے متحرک اور فعال رکھتے ہوئے زبان کو باثروت بناتے ہیں"[16]

سلیم اختر کی متذکرہ بالا رائے زبان میں نئے الفاظ کی مسلسل شمولیت اور معاشرے میں اس کی قبولیت کی وکالت کرتی ہے۔ جس طرح جسم میں خون کی گردش ضروری ہے اسی طرح زبان کو زندہ رہنے کے لیے نئے الفاظ کی آمیزیش از حد ضروری ہے۔ معاشرے میں متحرک کردار ادا کرنے کے لیے زبان کو مسلسل تبدیلی کی ضرورت ہوتی ہے۔ زبان اس وقت پھلتی پھولتی ہے جب وہ مختلف قسم کے تاثرات کو اپناتی ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ ارتقاء کے عمل سے گزرتی رہتی ہے۔

### ہائبر ڈائزیشن: (Hybridization)

نسلی گروہ زبان کی ہائبر ڈ شکلیں بنا سکتا ہے جو مختلف ثقافتوں یا زبانوں کے عناصر کو یکجا کرتا ہے۔ ہائبر ڈائزیشن نئے روزمرہ اور محاوراتی اظہار کی قبولیت میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ محاورے ایسے تاثرات ہیں جو کسی زبان یا ثقافت کے لیے مخصوص ہوتے ہیں اور انفرادی الفاظ کے لغوی معنی سے سمجھے نہیں جا سکتے۔ محاورات کا استعمال زبان میں رنگ، گہرائی اور نزاکت کا اضافہ کرتا ہے اور بات چیت کو زیادہ موثر اور دلکش بناتا ہے۔

زبان کے ارتقاء کے عمل میں زبانیں دوسری زبانوں سے عناصر کو مستعار لینے اور زبان میں شامل کرنے کا رجحان رکھتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں ہائبرڈ صورتیں نکلتی ہیں۔ہائبرڈائزیشن اس وقت ہوتی ہے جب دو یا زیادہ زبانوں یا ثقافتوں کے عناصر کو ملا کر نئے محاوراتی تاثرات بنتے ہیں۔ ہائبرڈائزیشن کے نتیجے میں نئے محاوراتی تاثرات پیدا ہو سکتے ہیں جو ان کے والدین کے تاثرات سے معنی خیز ہوتے ہیں۔

نئے روزمرہ اور محاورات کی قبولیت زیادہ تر ان کے استعمال اور اس کے سیاق و سباق پر منحصر ہے۔ہائبرڈ محاورے زیادہ آسانی سے قبول کیے جا سکتے ہیں اگر وہ مقامی بولنے والوں کے ذریعے کثرت سے استعمال کیے جائیں یا ادب، فلموں اور موسیقی میں مقبول ہوں۔ جس سیاق سباق میں ہائبرڈ محاورے استعمال ہوتے ہیں وہ بھی ان کی قبولیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اگر ہائبرڈ محاورات کو مناسب سیاق و سباق میں استعمال کیا جائے تو ان کا مطلوبہ سامعین میں قبول کیے جانے اور سمجھے جانے کا امکان زیادہ ہوتا ہے اور اگر ان کو صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے تو وہ زبان کو تقویت اور ترقی دے سکتے ہیں۔

نئے لسانی عناصر کو قبول یا مسترد کرنا اکثر معاشروں کے اندر وسیع تر ثقافتی اور سماجی حرکیات کی عکاسی کرتا ہے۔

**استعمال کا تعدد: (Frequency of Use)**

معاشرے میں مختلف سطحوں پر الفاظ یا محاورات کے مسلسل استعمال، روزمرہ کی نئی زبان اور محاورات کی قبولیت پر نمایاں اثر ڈالتا ہے۔زبانیں مسلسل ترقی کر رہی ہیں اور ان میں ہر وقت نئے الفاظ اور جملے متعارف ہوتے رہتے ہیں تاہم کسی نئے لفظ یا فقرے کو وسیع پیمانے پر قبول کرنے اور روزمرہ کی زبان میں ضم کرنے کے لیے اسے مسلسل اور کثرت سے استعمال کی ضرورت ہوتی ہے۔

معاشرے کے بااثر افراد جیسے کے سیاست دان، مشہور شخصیات اور میڈیا کی شخصیات کی طرف سے زبان کا استعمال، نئے الفاظ اور فقروں کی قبولیت پر بھی اثر ڈالتا ہے۔ اگر یہ افراد کثرت سے کوئی نیا لفظ یا فقرہ استعمال کرتے ہیں تو یہ زیادہ توجہ حاصل کرنے اور زیادہ تر سامعین کی طرف سے اپنائے جانے کا امکان موجود ہوتا ہے۔ جب بااثر افراد کسی خاص لفظ یا فقرے کو مستقل طور پر استعمال کرتے ہیں تو اسے اس کی سماجی حیثیت اور مقبولیت کے امکان کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے جس سے اسے وسیع پیمانے پر اپنائے جانے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔اس رجحان کو اکثر معنوی پھیلاؤ یا وہ فقرے کے ذریعے نئے الفاظ کا پھیلاؤ کہا جاتا ہے چوں کہ اعلیٰ سماجی

حیثیت کے حامل افراد بعض الفاظ یا فقرے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ وہ وسیع تر آبادی کے لیے زیادہ سے زیادہ واقف ہوتے جاتے ہیں اور آخر کار یہ الفاظ روز مرہ کی زبان کا حصہ بن جاتے ہیں۔

تاہم یہ ضروری نہیں کہ نئے الفاظ یا تاثرات صرف بااثر افراد کے مسلسل استعمال کے سبب ہی زبان میں قبول ہو رہے ہوں۔ لفظ یا فقرے کی مطابقت، اس کے استعمال میں آنے اور ابلاغ میں اس کی افادیت جیسے عوامل بھی روز مرہ کی زبان میں اس کی قبولیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مطابقت سے مراد یہ ہے کہ نئے الفاظ کا موجودہ سماجی، ثقافتی یا تکنیکی رجحانات سے کتنا گہرا تعلق ہے۔ اگر الفاظ متعلقہ ہیں تو امکان ہے کہ وہ زیادہ آسانی سے قبول ہو جائیں گے اور روز مرہ زبان کے استعمال میں ضم ہو جائیں گے۔

افادیت سے مراد نئے الفاظ یا تاثرات کی علمی قدر ہے۔ اگر وہ لوگوں کو اپنے آپ کو زیادہ واضح یا موثر طریقے سے ظاہر کرنے میں مدد کرتے ہیں تو ان کے اپنائے جانے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد ابلاغ میں آسانی سے مراد یہ ہے کہ لوگ کتنی آسانی سے نئے الفاظ یا تاثرات کو سمجھ سکتے ہیں۔ اگر ان کا تلفظ یاد رکھنے اور سیاق وسباق میں استعمال کرنا آسان ہے تو ان کے روز مرہ کی زبان کے استعمال میں شامل ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

اگر نئے الفاظ ان تین زمروں مطابقت، افادیت اور رابطے میں آسانی میں آتے ہیں تو ان کے قبول کیے جانے اور روز مرہ کی زبان میں شامل ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اگر بات چیت میں اسے سمجھنا مشکل ہو تو چاہے وہ لفظ یا اظہار انتہائی متعلقہ بھی ہو تو اسے قبولیت حاصل کرنے میں جد وجہد کرنا پڑتی ہے۔

مزید یہ کہ مختلف سیاق وسباق میں زبان کا استعمال بھی اس کی قبولیت کو متاثر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر سوشل میڈیا یا اور مقبول ثقافت میں کوئی نیا لفظ یا فقرہ کثرت سے استعمال ہوتا ہے تو اس کے نوجوان نسلوں میں قبولیت اور روز مرہ کی زبان میں شامل ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ معاشرے میں مختلف سطحوں اور مختلف سیاق وسباق میں افراد کی طرف سے نئے الفاظ اور محاوروں کا مسلسل استعمال ان کی قبولیت اور روز مرہ کی زبان اور محاوروں میں انضمام پر نمایاں اثر ڈالتا ہے۔

## دیگر استعمال:

روز مرہ کی نئی زبان اور محاورات کی سماجی قبولیت میں نئے الفاظ یا محاورات کا سیاق وسباق انتہائی اہم ہے۔ زبان نہ صرف رابطے کا ذریعہ ہے بلکہ ایک سماجی رجحان بھی ہے۔ جو معاشرے کی ثقافت اور اقدار کی

عکاسی کرتی ہے۔اس لیے جس طرح سے نئے الفاظ یا محاورے استعمال کیے جاتے ہیں وہ ان کی سماجی قبولیت پر اثرانداز ہوتی ہے۔

نئے الفاظ یا محاورات کو متعارف کرواتے وقت سیاق و سباق پر غور کرنا ضروری ہے جس میں ان کا استعمال کیا جاتا ہے۔اگر کوئی نیا لفظ یا محاورہ کسی منفی یا جارحانہ سیاق و سباق میں استعمال ہوتا ہے تو امکان ہے کہ دوسروں کی طرف سے اسے مسترد کیا جائے یا اس کے استعمال کی مذمت کی جائے۔دوسری جانب اگر کوئی نیا لفظ یا محاورہ کسی مثبت یا غیر جانبدار سیاق و سباق میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے قبول ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

نئے الفاظ یا محاورات کی سماجی قبولیت کا انحصار سامعین اور اس سماجی گروہ پر بھی ہوتا ہے جس سے وہ تعلق رکھتے ہیں۔مثال کے طور پر ایک نیا لفظ یا محاورہ جو نوجوانوں میں مقبول ہے ہو سکتا ہے کہ وہ پرانی نسلوں میں اتنی پذیرائی حاصل نہ کر پائے۔اسی طرح ایک نیا لفظ یا محاورہ جو ایک سماجی گروہ میں مقبول ہے دوسروں میں اس قدر پذیرائی حاصل نہ کر سکے۔

## میڈیا کا کردار: (Infulance of Media)

میڈیا معاشروں میں روزمرہ کی زبان اور محاورات کی قبولیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ذرائع ابلاغ کے مختلف ذریعے جن میں ٹیلی ویژن، فلمیں، موسیقی، سوشل میڈیا اور خبروں کے دیگر ذرائع کے ذریعے نئے الفاظ متعارف کرائے جاتے ہیں اور وہ زیادہ تیزی کے ساتھ اور وسیع پیمانے پر قبول ہو سکتے ہیں۔

میڈیا نئے الفاظ اور محاورات کی قبولیت میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔مثال کے طور پر اگر کوئی مشہور شخصیت سوشل میڈیا پر کوئی نئی اصطلاح استعمال کرتی ہے تو اس کے پیروکار تیزی کے ساتھ اس کو اپنا لیتے ہیں۔اس طرح مقبول ٹی وی نیوز یا فلموں میں کوئی نیا جملہ یا لفظ بار بار استعمال کیا جائے تو وہ روزمرہ کی زبان کا حصہ بن جاتا ہے۔ میڈیا نئے تاثرات کو متعارف کرانے، اسے مقبول بنانے اور ہمارے بات چیت کرنے کے طریقے کو تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

آج کی تیز رفتار دنیا میں میڈیا فوری ابلاغ کا اہم ذریعہ ہے جو عصری معاشرے کی ترقی پذیر زبان کی تشکیل کی عکاسی کرتا ہے۔ میڈیا اپنے مختلف پلیٹ فارمز اور چینلز کے ذریعے نہ صرف معلومات کو پھیلاتا ہے بلکہ نئے الفاظ، محاورات، تاثرات اور تکنیکی اصطلاحات کی معاشرے میں قبولیت میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

میڈیا کا بنیادی کام تو فوری مواصلات کی سہولت فراہم کرنا ہے۔ ڈیجیٹل ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ کی آمد کے ساتھ خبریں پہلے سے کہیں زیادہ تیزی سے سفر کرتی ہیں۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز، نیوز ویب سائٹس، ٹیلی ویژن، ریڈیو اور میڈیا کی دوسری شکلیں پوری دنیا میں معلومات کی ترسیل کا باعث ہیں۔ میڈیا جس تیز رفتاری سے لوگوں تک خبریں پہنچاتا ہے اسی رفتار سے بدلتی ہوئی زبان کی بھی عکاسی کرتا ہے۔

میڈیا کی زبان ایک آئینہ کا کام کرتی ہے جو معاشرے میں عصری تبدیلیوں کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسے جیسے سماجی اصول، ثقافتی رجحانات اور تکنیکی ترقی ہوئی ہے اسی طرح میڈیا کے ذریعے استعمال ہونے والی زبان بھی بدلی ہے۔ چاہے وہ نیا روزمرہ ہو، نئی اصطلاحات کو اپنانا ہو، تکنیکی اصطلاحات کی وضاحت کرنا ہو یا دوسری زبانوں سے مستعار الفاظ کو شامل کرنا ہو، میڈیا کا کردار کلیدی ہے۔ میڈیا کی زبان انسانی مواصلات کی متحرک نوعیت کی عکاسی کرتی ہے۔ میڈیا اور عالمگیریت نے نئے الفاظ کی تشکیل اور قبولیت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ عالمگیریت کے تناظر میں زبان کی اہمیت پر حافظ صفوان محمد چوہان رقمطراز ہیں:

> "دنیا ایک عالمی گاؤں بن چکی ہے۔ لوگوں کو ایک دوسرے کے بارے میں جاننے کی جتنی خواہش اور ضرورت آج ہے، اب سے پہلے شاید کبھی نہ تھی۔ اس کی وجوہات سیاسی بھی ہیں اور معاشی بھی۔ ایک دوسرے کے خیالات کو ایک دوسرے کی زبانیں جانے بغیر جاننا ممکن نہیں ہوتا"[17]

تیزی سے ترقی کرتی ہوئی دنیا میں "عالمی گاؤں" کا تصور تیزی سے رائج ہوا ہے۔ ٹیکنالوجی اور مواصلات میں ترقی نے لوگوں کے درمیان فاصلے کو کم کر دیا ہے جس سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہونے کے احساس کو فروغ ملا ہے جو احساس اس سے پہلے اس قدر نہیں تھا۔ اس رجحان نے لوگوں کو سمجھنے کی خواہش کو جنم دیا ہے جو اقتصادی اور سیاسی ضرورتوں کے پیش نظر ہے۔

سیاست کے تناظر میں دنیا کے باہمی ربط نے اقوام کے لیے بات چیت کی ضرورت پر زور دیتی ہے۔ ماحولیاتی تبدیلی، دہشت گردی اور عالمی صحت کے بحران جیسے مسائل تمام اقوام کو مشترکہ طور پر درپیش ہیں۔ جو باہمی تعاون اور مشترکہ حل کی ضرورت کو ظاہر کرتے ہیں۔ ایسے منظر نامے میں موثر سفارت کاری اور گفت و شنید کے لیے مختلف زبانوں کو سمجھنا ضروری ہے۔ زبان ایک پل کا کردار ادا کرتی ہے جو مختلف پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد کے درمیان مکالمے میں مدد فراہم کرتی ہے۔

اقتصادی طور پر تجارت کی عالمگیر نوعیت نے لسانی تنوع کو پہلے سے کہیں زیادہ متعلقہ بنادیا ہے۔اس تناظر میں کثیر لسانی ایک قیمتی اثاثہ بن گیا ہے۔ تجارتی شراکت داروں کی زبانوں کی سمجھنانہ صرف لین دین کو آسان بناتا ہے بلکہ نئی منڈیوں اور مواقع کے دروازے بھی کھولتا ہے۔

میڈیا کی زبان، زبان کے فطری ارتقاء کو ظاہر کرتی ہے۔ جس طرح بولی جانے والی روزمرہ زبان وقت کے ساتھ ساتھ معاشرے کے اندر افراد ایک دوسرے کے ساتھ میل جول اور رابطے کے ذریعے تشکیل پاتی ہے اسی طرح میڈیا کی زبان میڈیا پر وڈیوسر اور صارفین کے درمیان مسلسل رابطے کے ذریعے تشکیل پاتی ہے۔ صحافی، مصنفین، ایڈیٹرز اور مواد کے تخلیق اپنی زبان کو اپنے قاری کی ذہنی سطح کے مطابق یا روزمرہ زبان کے مطابق اپنی زبان کو ڈھال لیتے ہیں۔اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بدلے میں قاری میڈیا کے مواد کی پیش کش کے ذریعے نئے الفاظ اور تاثرات کو اپنالیتا ہے۔

## ب۔ استرداد کی صورتیں Forms of Rejection

### نئے روزمرہ اور محاورے کے معاشرے میں عدم قبولیت کی صورتیں:۔ (Forms of non-acceptance of new Usage and idioms in society)

کسی بھی معاشرے میں کسی زبان میں جب نئے روزمرہ یا محاورات متعارف ہوتے ہیں تو وہ فوری طور پر قبول نہیں ہوتے ان کو معاشرے میں رائج ہونے میں وقت لگتا ہے۔اس کے علاوہ نئے روزمرہ اور محاورات کے زبان میں شامل نہ ہونے کی کچھ صورتیں ہوتی ہیں جن کا مطالعہ درج ذیل ہے:

### مزاحمت:۔ (Resistance)

اکثر ایسے ہوتا ہے کہ لوگ نئے الفاظ یا جملوں کے استعمال کی مزاحمت کرتے ہیں۔ بعض اوقات ایسے ہوتا ہے کہ وہ ان کے معانی نہیں سمجھتے یا وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کا استعمال غیر ضروری ہے۔ وہ نئے روزمرہ اور محاورات کی مخالفت اس صورت میں بھی کرتے ہیں کہ جب زبان میں استعمال ہونے والا محاورہ ان کے مخصوص کلچر سے مطابقت نہیں رکھتا۔

معاشرے میں روزمرہ اور نئے محاورات کی عدم قبولیت میں مزاحمتی رویہ ایک عام رجحان ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب لوگ اپنی روزمرہ کی زندگی میں نئے الفاظ یا جملے استعمال کرنے کے عادی ہوتے ہیں ایسی صورت میں وہ نئے الفاظ اور فقروں کو اپنانے میں مزاحمت کرتے ہیں جو ان کے لیے یا اس زبان میں اجنبی ہوتے ہیں۔اس رویے کی ایک وجہ یہ ہے کہ لوگ اس پرانی زبان کے ساتھ جڑے ہوئے ہوتے ہیں اور اس کے

ساتھ جذباتی لگاؤ رکھتے ہیں۔ ان کا خیال کے مطابق نئے روزمرہ الفاظ یا محاورات، پہلے سے زبان میں استعمال ہونے والے محاورات کی طرح واضح نہیں ہیں۔

نئے روزمرہ یا محاورات کو قبول نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زیادہ تر لوگ غیر مانوس جملے استعمال کرنے سے کتراتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جو لوگ نئے محاورات کا استعمال کرتے ہیں ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ لوگوں کے لیے پرانی زبان کے ساتھ لگاؤ کا احساس فطری ہے جس کو استعمال کرتے ہوئے وہ بڑے ہوتے ہیں۔ لیکن نئے الفاظ اور محاورات کو بھی کھلے دل کے ساتھ قبول کرنا چاہیے۔

نئے الفاظ اور محاورات کے خلاف مزاحمت کی ایک وجہ قدامت پسندی بھی ہے۔ وہ لوگ جو اپنی زبان کے استعمال میں قدامت پسند ہیں اور نئے الفاظ اور محاورات کو غیر اہم سمجھتے ہیں اور ان کو اپنانے میں ہمیشہ مزاحمت کرتے ہیں۔ کسی بھی زبان میں نئے الفاظ اور محاورات کی شمولیت اور عدم قبولیت میں قدمات پسندی ایک فطری رجحان ہے۔ یہ زبان کی خالصیت کو برقرار رکھنے کی خواہش پر مبنی ہوتا ہے کہ زبان اپنے بولنے والوں کے لیے قابل فہم بھی رہے اور روایتی حالت بھی برقرار رکھے۔ زبان میں قدامت پسندی کا تصور مختلف پہلوؤں سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک رویہ تو یہ ہے کہ نئے الفاظ اور محاورات کو اپنانے کی مزاحمت اس لیے کی جاتی ہے کہ زبان میں پہلے سے ہی مطلوبہ معنی کے اظہار کے لیے الفاظ موجود ہوتے ہیں اور ان کی موجودگی میں نئے الفاظ اور محاورات کا استعمال غیر ضروری ہوتا ہے۔ جدید دور میں ایک کلک کی مدد سے آپ کسی بھی کیفیت کے اظہار کے لیے مختلف الفاظ تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ ایک لمحے کی تکلیف سے بچنے کے لیے نئے الفاظ کو بغیر جھجھک کے استعمال کر لیا جاتا ہے۔ ایسے الفاظ کے استعمال کے خلاف لوگوں کا مزاحمتی رویہ ٹھیک ہے۔

قدامت پسندی کا دوسرا پہلو قواعد میں تبدیلی ہے۔ ان کے خیال میں زبان کے موجودہ قواعد بہت موثر ہیں۔ قواعد میں تبدیلی الجھن کا سبب بنتی ہے۔ غیر ملکی الفاظ اور محاورات کی زبان میں شمولیت زبان کے قواعد پر بھی اثر ڈالتی ہے۔ نئے الفاظ اور محاورات زبان کی گرائمر کی ساخت کو متاثر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ نئے الفاظ موجودہ الفاظ کے معنی اور اس کے استعمال کے طریقہ کار کو بھی متاثر کر سکتے ہیں۔ زبان میں الفاظ کے تلفظ اور املا پر بھی فرق پڑتا ہے مثلاً سوشل میڈیا کے وسیع استعمال کی وجہ سے سوشل میڈیا پر اکثر غیر معیاری ہجے اور تلفظ استعمال ہوتا ہے۔

> "جب اردو کے دستیاب الفاظ کے باوجود ہمارے ہاں دوسری زبانوں کے الفاظ زبردستی ٹھونس دیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر کچن، ٹیبل، ڈنر، ڈور، ونڈو، ٹائف، برج، ڈیم،

ریور، نیچر، بردار، سسٹر، ممی، ڈیڈی جیسے الفاظ ہماری روزمرہ کی زبان میں اس طرح استعمال ہونے لگے ہیں، جیسے یہ اردو کے الفاظ ہیں لیکن اگر سوچیں تو باورچی خانہ، میز، کردی، دروازہ، کھڑکی، پل، دریا، جھیل، فطرت، بھائی، بہن، امی اور ابو جیسے خوب اور معنویت سے بھرپور الفاظ کو استعمال کرتے ہم اس لیے ہچکچاتے ہیں کہ کہیں لوگ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ انہیں انگریزی نہیں آتی"[18]

ماہرین لسانیات کی طرف سے اٹھائے جانے والے بنیادی خدشات میں سے ایک لسانی شناخت کا تحفظ ہے۔ زبان کے ذریعے ہی ثقافتی اقدار اور روایات ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتی ہیں۔ غیر ملکی الفاظ کو اندھادھند اپنانا، خاص طور پر ان الفاظ کو جن کے بہتر متبادل اردو میں موجود ہیں، یہ اردو کے لیے نقصان دہ ہے اور اس سے ثقافتی شناخت ختم ہو سکتی ہے۔

اہل زبان کا یہ دعویٰ ہے کہ اردو میں بھرپور ذخیرہ الفاظ موجود ہیں جو انسانی تجربے کی مناسب انداز میں تفہیم کرتے ہیں۔ مقامی الفاظ کا استعمال خیالات کو زیادہ درست انداز میں سامعین تک پہنچاتا ہے۔ زبان کی خالصیت برقرار رکھنے کے حامی افراد کا ماننا ہے کہ موجودہ مقامی الفاظ کے استعمال کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔

اس وقت انگریزی دنیا کی غالب زبان ہے جو ٹیکنالوجی، سائنس اور کاروبار سمیت مختلف شعبوں میں نمایاں اثر و رسوخ رکھتی ہے۔ ماہرین اس خدشے کا اظہار کر رہے ہیں کہ اردو میں انگریزی الفاظ کا عادتاً استعمال لسانی سامراج میں اپنا حصہ ڈالنے جیسا ہے جس سے دوسری زبانوں پر انگریزی کے غلبے کو تقویت ملے گی۔ ماہرین لسانیات ایک متوازن نقطہ نظر اپناتے ہوئے اردو کے موجودہ ذخیرہ الفاظ کو اہمیت دیتے ہیں۔ لسانی سامراجیت کی مزاحمت کرتے ہوئے اردو ایک منفرد زبان کی حیثیت سے اپنی ترقی کی منازل طے کر رہی ہے جو جنوبی ایشیا کے متنوع اور بھرپور ثقافتی ڈھانچے کی عکاسی کرتی ہے۔

درج بالا گفتگو کا نتیجہ یہ ہے کہ زبان میں قدامت پسندی ایک فطری رجحان ہے لیکن بدلتی ہوئی دنیا کے ساتھ ہم آہنگی کے لیے زبان میں تبدیلی اور ارتقاء کو قبول کرنا وقت کی ضرورت ہے۔ زبان کی خالصیت سے متعلق لوگوں کی حساسیت کا رویہ زبان میں نئے الفاظ اور محاورات کی شمولیت اور قبولیت میں مزاحمت کا سبب بنتا ہے۔ لوگوں کو زبان کی خالصیت اور جدید تقاضوں کے مطابق زبان میں تبدیلی کو قبول کرنے میں توازن رکھنا ضروری ہے۔

## تنقید: (Criticism)

نئے روزمرہ اور محاورات کی عدم قبولیت میں ایک پہلو تنقید کا بھی ہے۔ لوگ نئے روزمرہ اور محاورات پر تنقید کرتے ہیں۔ وہ انہیں غلط یا غیر مناسب کہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ یہ روزمرہ کی گفتگو میں موزوں نہیں ہیں۔ان کے استعمال سے زبان کے درست استعمال پر فرق پڑ سکتا ہے۔ معاشرے میں روزمرہ کی نئی زبان اور محاوروں کو قبول نہ کرنے میں تنقید کا پہلو دراصل زبان کو جامد شے کے طور پر دیکھنے کا رجحان ہے۔ بہت سے لوگوں کے خیال میں زبان کا ایک معیار مقرر ہے جس سے کسی قسم کا انحراف غلط تصور کیا جاتا ہے۔ یہ رویہ زبان میں شامل ہونے والے نئے الفاظ اور جملوں کو قبول کرنے میں رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔

تنقید کرنے والے اس خدشے کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ نئے الفاظ اور فقروں کے زبان میں شامل کرنے سے موجودہ زبان کی بھرپوریت اور وسعت متاثر ہو گی۔اس میں جو وسیع پیمانے پر اظہار کی قوت ہے وہ ختم ہو جائے گی۔ یہ سچ ہے کہ نئی زبان کو وسیع پیمانے پر قبول نہیں کیا جاتا یا وہ تیزی کے ساتھ عوام میں مقبول نہیں ہوتی۔ یہ ممکن ہے کہ جو نیا روزمرہ اور محاورہ ہے وہ زبان کو تقویت بخشے اور اسے اظہار اور ابلاغ کے لیے زیادہ مواد فراہم کرے۔ شان الحق حقی کے مطابق:

> "ہمارے ہاں سب سے بڑا مسلہ ہی زبان کا ہے۔نہ جانے کیوں ہمارے ذہنوں میں یہ بٹھا دیا گیا ہے کہ انگریزی زبان ہی میں انسان بہتر تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔اگر دیکھا جائے تو اردو جیسی توانا اور بھرپور زبان کوئی دوسری ہو۔اس زبان میں حرف وصوت کی جتنی کثرت ہے کسی اور زبان میں کم ہے۔ لیکن اس کے باوجود نہ جانے کیوں اسے نظر انداز کیا گیا اور کیا جا رہا ہے،انگریزی کو ہم اعلیٰ قابلیت کی نشانی سمجھتے ہیں"۔[19]

عالمگیریت کی اس دنیا میں انگریزی کو کامیابی کی زبان کہا جا رہا ہے۔تاہم یہ دعویٰ کہ کوئی شخص صرف انگریزی کے ذریعے ہی کامیابی حاصل کر سکتا ہے یہ بے بنیاد اور تعصب پر مبنی ہے۔اردو ایک بھرپور زبان ہے اور اس کے اندر ہر طرح کی کیفیات کے اظہار کی صلاحیت موجود ہے۔

## روایتی زبان کی خالصیت سے متعلق لوگوں کی حساسیت:۔ (People's sensitivity to the purity of traditional language)

زبان کی خالصیت کا تصور ایک حساس مسئلہ ہے۔لوگ نئے روزمرہ اور محاورات کی زبان میں شمولیت اور قبولیت پر حساسیت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں آسانی سے دوسری زبانوں کے الفاظ کو زبان میں

شامل کرنے سے روایتی زبان کی خالصیت پر اثر پڑ سکتا ہے۔ ان کے نزدیک زبان کو اپنے روایتی الفاظ اور قواعد کو محفوظ رکھ کر ہی زبان کی خالصیت کو برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ زبان مسلسل ترقی کر رہی ہوتی ہے اور ضرورت کے مطابق اس میں نئے الفاظ اور محاورے شامل ہوتے رہتے ہیں جس سے اس کی وسعت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس تناظر میں اگر دیکھیں تو زبان میں نئے الفاظ اور محاورات کی شمولیت اور قبولیت ایک مثبت عمل ہے۔ یہ زبان کے فطری ارتقاء اور بدلتے ہوئے حالات اور جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کی اس کی صلاحیت کو ظاہر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر جدید ٹیکنالوجی کی ترقی کے سبب بہت سی نئی اصطلاحات کو اپنانا ٹیکنالوجی کی بڑھتی ہوئی اہمیت اور ان کی تفہیم کے لیے نئے الفاظ کی ضرورت کو ظاہر کرتی ہے۔

تاہم نئے الفاظ اور محاورات کی زبان میں شمولیت اور استعمال کی ضرورت اپنی جگہ لیکن ان کے معاشرے میں رائج ہونے میں روایتی زبان کی خالصیت سے متعلق لوگوں کی حساسیت ان الفاظ اور محاورات کی قبولیت میں بڑی رکاوٹ ہے۔ اس کے لیے وہ جو استدلال پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ نئے الفاظ اور محاورات کی آسانی سے قبولیت زبان کی تنزلی کا باعث بن سکتی ہے۔ ان لوگوں کے خیال میں بہت زیادہ غیر ملکی الفاظ اور محاورات کو اپنانا زبان کی ثقافتی شناخت کو نقصان پہنچاتا ہے۔

زبان کی خالصیت کا مسئلہ نئے محاورات کی زبان میں عدم شمولیت کا باعث ہے۔ کسی بھی زبان میں نئے الفاظ اور محاورات کی شمولیت اور قبولیت زبان کی ابلاغی ضروریات، ثقافتی تناظر اور سب سے بڑھ کر اس کے بولنے والوں کی ترجحات پر منحصر ہوتا ہے۔

نئے الفاظ اور محاورات کی زبان میں شمولیت اور عدم قبولیت میں ایک عنصر مقامی یا علاقائی زبان کو دوسری زبانوں کے مقابلے میں اہمیت دینے کا بھی ہے۔ وہ مقامیت کے سبب نئے الفاظ اور محاورات کو اپنانے کی مخالفت کرتے ہیں۔ نئے الفاظ اور محاورات کے معاملے میں ثقافتی یا لسانی اختلاف کی وجہ سے ان کی قبولیت کے خلاف بعض علاقوں میں مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

زبان میں نئے الفاظ اور محاورات کی شمولیت اور عدم قبولیت میں نسلی اختلاف کا پہلو بھی نمایاں ہے۔ پرانی نسلیں نسبتاً نئی لسانی ایجادات کو اپنانے میں کم دلچسپی ظاہر کرتی ہیں۔ اس کے برعکس نوجوان نسلیں نئے الفاظ اور محاورات کو بڑی آسانی کے ساتھ قبول کر لیتی ہیں۔ جنریشن گیپ نئے روزمرہ اور محاورات کی عدم قبولیت کا باعث ہے کیونکہ ہر نسل کے اپنے اپنے لسانی اصول ہوتے ہیں۔ پرانی نسلوں کو نئے تاثرات کو قبول کرنا

اور سمجھنا مشکل ہوتا ہے جو نوجوانوں میں جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے مقبول ہیں۔ جبکہ پرانی نسلیں روایتی تاثرات کو ترجیح دیتی ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جو پرانی نسلیں ہیں وہ سوشل میڈیا اور ٹیکنالوجی کی ترقی سے کم واقف ہیں۔ وہ ان ڈیجیٹل پلیٹ فارم کے استعمال کو زبان کے لیے خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ان پلیٹ فارم پر نوجوانوں کی طرف سے استعمال کی جانے والی زبان پر تنقید بھی کرتے ہیں۔پرانی نسلیں روایتی تاثرات کو برقرار رکھنے میں دلچسپی رکھتی ہیں۔

نئے الفاظ اور محاورات کو قبول نہ کرنا ہمیشہ منفی رویہ نہیں ہوتا۔ بعض صورتوں میں یہ مثبت رویہ ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب کسی کیفیت کے بیان کے لیے موجودہ زبان میں الفاظ اور محاورات موجود ہوں تو غیر ضروری طور پر دوسری زبانوں کے الفاظ اور محاورات کے استعمال سے اجتناب برتنا چاہیے۔تاہم اس بات کو بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ زبانیں مسلسل بدل رہی ہیں اور نئے الفاظ اور محاورات ہماری مواصلاتی صلاحیتوں کو بڑھا سکتے ہیں۔

## فاش اغلاط:۔ Linguistic Blunders

معاشرے میں نئے روزمرہ اور محاورات کو قبول نہ کرنے کی ایک وجہ فاش اغلاط بھی ہیں۔زبان ایک ایسا مواصلاتی نظام ہوتا ہے جو الفاظ اور تاثرات کی تفہیم پر زور دیتا ہے۔یہ فطری بات ہے کہ جب نئے الفاظ یا محاورات معاشرے میں استعمال ہوتے ہیں تو بہت سے لوگ ان کے مطلوبہ معنی کو سمجھنے اور ان کے درست استعمال کو نہیں جانتے۔ وہ ان کو درست طریقے سے استعمال نہیں کرتے جس کے سبب ان کے طریقہ استعمال سے ان الفاظ کی مطلوبہ معنی سے مطابقت نہیں رہتی۔ایسی فاش غلطیوں کی صورت میں نئے الفاظ اور محاورات کو معاشرے میں قبول نہیں کیا جاتا۔

کسی بھی زبان میں نئے الفاظ کی شمولیت ان کے استعمال میں غلطیوں کا سبب بن سکتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جو نئے الفاظ یا محاورات زبان میں شامل ہوتے ہیں ان کے استعمال کا طریقہ کار یا قواعد متعین نہیں ہوتے۔نئے الفاظ زبان میں شامل پہلے ہوتے ہیں اور ان کے قواعد بعد میں بنتے ہیں۔ایسی صورتِ حال میں لوگ انہیں ایسے استعمال کر سکتے ہیں جو ان کے استعمال کا درست طریقہ نہ ہو۔

بعض صورتوں میں ایسا ہوتا ہے کہ کسی کیفیت کے پوری طرح اظہار کے لیے مناسب الفاظ نہیں ہوتے اور اس کیفیت کے اظہار کے لیے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔پہلے ان الفاظ کو زبان میں شامل کیا جاتا ہے اور ان کے معاشرے میں قبولیت کے بعد ہی ان کے اصول بنائے جاتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ

کچھ الفاظ کسی خاص گروہ یا صنعتی اصطلاحات استعمال کرتے ہوئے بنائے جاتے ہیں۔ایسی صورت میں ان کے اصول زبان کے قواعد کی بجائے ان گروہوں کے استعمال کے طریقے سے بن جاتے ہیں۔

نئے الفاظ یا محاورات جب پہلی دفعہ استعمال ہوتے ہیں تو ان کے مختلف معنی ہو سکتے ہیں جو شروع میں وسیع پیمانے پر لوگوں کی سمجھ میں نہ آئیں۔ان کے معنی کے بارے میں لوگوں کی تشریح بھی مختلف ہو سکتی ہے۔ ان الفاظ کا استعمال اور تلفظ کیسے کیا جائے یہ بھی الجھن اور غلط فہمی کا باعث بن سکتا ہے جس سے لوگوں کے لیے اس لفظ کو درست استعمال کرنے میں مشکل پیش آ سکتی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ جیسے جیسے نئے الفاظ وسیع پیمانے پر استعمال ہوتے ہیں ان کا درست استعمال اور تفہیم بھی آسان ہو جاتی ہے۔نئے الفاظ کے استعمال میں غیر محتاط رویہ اور فاش اغلاط ان کی قبولیت میں بڑی رکاوٹ ہیں۔

اگرچہ کسی بھی زبان میں نئے الفاظ اور محاورات کی شمولیت اور قبولیت اچھی چیز ہے لیکن اگر ان الفاظ اور محاورات کو استعمال کرنے میں سنگین غلطیاں کی جائیں اور ان کا مفہوم بھی واضح نہ ہو تو یہ عمل ان الفاظ کی زبان میں شمولیت کو رد کرنے کا باعث بنتا ہے۔

**ہنگامی الفاظ کی معدومیت:۔ The Disappearance of newly formed words**

ہنگامی الفاظ ایسے الفاظ ہوتے ہیں جو زبان میں نئے بنائے یا متعارف کرائے جاتے ہیں۔ یہ الفاظ فطری ضرورت کے برعکس ہنگامی بنیادوں پر بنتے ہیں۔ یہ عوام میں رائج تو ہو جاتے ہیں لیکن مستقل جگہ نہیں بنا پاتے جیسے ان الفاظ کی ضرورت پوری ہوتی ہے ویسے ہی وہ الفاظ بھی آہستہ آہستہ زبان سے معدوم ہو جاتے ہیں اور زبان کا حصہ نہیں رہتے۔

ہنگامی الفاظ یا جملے فوری توجہ حاصل کرنے کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ ہنگامی الفاظ کے بننے میں سب سے زیادہ کردار سیاست اور سیاست دانوں کا ہے۔ جو کسی اہم مسئلے یا بحران سے نمٹنے کے لیے نئے الفاظ یا اصطلاحات بناتے ہیں۔ سیاسی نعرے بھی ہنگامی حالات میں نئے الفاظ کو متعارف کرانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جب کوئی ہنگامی صورتِ حال پیدا ہوتی ہے تو سیاست دان اکثر عوام کی توجہ حاصل کرنے اور فوری ضرورت کا احساس دلانے کے لیے نعرے لگاتے ہیں۔ موجودہ دور میں ایسے الفاظ کی مثال دی جائے تو وہ COID-19 کی وبائی مرض کے دوران سیاست دانوں کی طرف سے عوام کو ہجوم سے دور رہنے کے لیے مسلسل تاکید کی گئی۔اس دوران ایک سیاست دان کی طرف سے مرض کے پھیلنے کے خطرے سے آگاہی کے لیے ایک جملہ استعمال کیا گیا جو کہ یوں تھا" مختاریا گل ودھ گئی اے" یہ جملہ سوشل میڈیا کے ذریعے بڑی تیزی

کے ساتھ عوام میں رائج ہوااور استعمال ہونے لگا۔اسی طرح جنگ کے وقت یا دیگر قومی ہنگامی حالات میں سیاسی نعرے ہنگامی الفاظ کو متعارف کروا سکتے ہیں۔ جو خاص حالات سے نمٹنے میں مدد دیتے ہیں۔ ایسے ہنگامی الفاظ پیچیدہ خیالات کو سادہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔

سیاسی نعروں کے طور پر ہنگامی الفاظ کے بننے اور معدوم ہونے کا عمل ایک پیچیدہ رجحان ہے۔ ہنگامی الفاظ اکثر سیاسی گفتگو میں نعروں کے طور پر استعمال ہوتے ہیں تاکہ کسی خاص مسئلے کی نشان دہی اور فوری ضرورت اور اہمیت کا احساس پیدا کیا جاسکے۔ سماجی اور سیاسی ماحول ہنگامی الفاظ کے ظہور میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

تاہم سیاسی نعروں کے طور پر ہنگامی الفاظ کا استعمال بھی قلیل مدتی اور تبدیلی سے مشروط ہوتا ہے۔ جیسے جیسے عوامی رویے اور ترجیحات وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی ہیں کچھ ہنگامی الفاظ اپنی اہمیت کھو دیتے ہیں اور آہستہ آہستہ ان کا استعمال ختم ہو جاتا ہے۔ بعض صورتوں میں سیاسی نعروں کے طور پر ہنگامی الفاظ کا ناپید ہونا ان کے کثرت سے استعمال یا کسی خاص سیاسی ایجنڈے سے وابستہ ہونے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جب کوئی خاص جملہ یا نعرہ بہت کثرت سے استعمال ہوتا ہے یا کسی خاص سیاسی جماعت سے منسلک ہو جاتا ہے تو وہ اپنا اثر کھو دیتا ہے اور عوام کی اکثریت میں ان کا استعمال ختم ہو جاتا ہے۔ زبان کی تاریخ میں ایسے ہنگامی الفاظ کے بننے اور معدوم ہونے کے واقعات موجود ہیں۔ جو الفاظ 1960 یا 1970 میں ہنگامی بنیادوں پر بنے اور عوام میں مقبول رہے، موجودہ دور میں ان کا استعمال ختم ہو چکا ہے۔

زبانیں مسلسل ترقی کے عمل سے گزر رہی ہوتی ہیں اور الفاظ وقت کے ساتھ ساتھ سماجی اصولوں اور اقدار میں تبدیلی کے وجہ سے استعمال میں نہیں رہتے۔ جیسے جیسے سیاسی حالات اور واقعات بدلتے ہیں ان کی تفہیم کے لیے نئے الفاظ اور جملے بنتے ہیں۔ کچھ ہنگامی الفاظ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ غیر متعلق ہو جاتے ہیں۔ سیاسی ہنگامی الفاظ کا استعمال اور مطابقت اس وقت کی سیاسی اور ثقافتی آب و ہوا کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہے۔ان کی معدومیت سے متعلق کوئی دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کب استعمال میں نہیں رہیں گے۔

ہنگامی بنیادوں پر بنائے گئے الفاظ اور محاورات ضرورت کے پورے ہوتے ہی متروک ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہنگامی بنیادوں پر بننے والے الفاظ کی معدومیت کے خطرے کے سبب ہی ان کو معاشرے میں قبول نہیں کیا جاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہنگامی الفاظ زیادہ تر کسی مخصوص صورتِ حال میں استعمال ہوتے ہیں جس کے لیے وہ استعمال ہوتے ہیں اور ان کا استعمال بہت محدود ہوتا ہے۔ اس مخصوص صورتِ حال سے نکلنے

کے بعد جب ان الفاظ کی ضرورت اب ویسے نہیں رہتی تو ان کا استعمال جاری بھی نہیں رہ سکتا۔ تاہم کچھ ہنگامی الفاظ مستقل زبان کا حصہ بن کر ذخیرہ الفاظ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ہنگامی الفاظ کو زبان میں شامل نہ کرنے یا قبول نہ کرنے کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں جن میں سے چند کا ذکر ذیل میں موجود ہے۔

ایسے الفاظ یا محاورات جو نامناسب ہوتے ہیں۔ ایسے الفاظ جو فحش ہوتے ہیں انہیں معاشرے میں قبول نہیں کیا جاتا اور لوگ ایسے الفاظ کے استعمال سے گریز کرتے ہیں۔ ایسی زبان کا استعمال تکلیف دہ ہوتا ہے اور افراد اور گروہوں کے درمیان تصادم کا باعث بن سکتا ہے۔ افراد کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ ایسی زبان کا استعمال کریں جس کے ذریعے وہ دوسروں کے ساتھ عزت اور وقار کے ساتھ پیش آئیں۔

کچھ الفاظ یا موضوعات افراد میں خوف کا باعث بنتے ہیں۔ ایسے الفاظ کو بھی معاشرے میں آسانی کے ساتھ قبول نہیں کیا جاتا۔ ہر شخص کا نقطہ نظر اور تجربہ مختلف ہوتا ہے جو بات ایک شخص کے لیے پریشانی یا خوف کا باعث بنتی ہے ضروری نہیں کہ دوسرے شخص پر بھی ایسا ہی اثر ہو۔ ایسے ہنگامی الفاظ جو خوف یا انتشار کا باعث بنے انہیں معاشرے میں قبول نہیں کیا جاتا۔

موجودہ معاشرے میں لوگوں اور گروہوں پر توہین آمیز یا دقیانوسی زبان کے منفی اثرات کے بارے میں شعور بڑھتا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ الفاظ جو لوگوں کو نیچا دکھانے یا پسماندہ ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں ان کو معاشرے میں قبول نہیں کیا جا رہا۔ بعض ہنگامی الفاظ کو مخصوص سیاق و سباق میں نامناسب سمجھا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں لوگ زیادہ تر رسمی زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ ہنگامی الفاظ کا استعمال غیر پیشہ وارانہ سمجھا جاتا ہے۔ خاص طور پر صنعتوں یا دیگر پیشوں میں، نتیجتاً لوگ پیشہ وارانہ شناخت کو برقرار رکھنے کے لیے ایسے الفاظ کے استعمال سے گریز کرتے ہیں۔

ہنگامی الفاظ زیادہ تر عجلت کا احساس دلاتے ہیں یا یہ بتانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں کہ فوری کارروائی کی ضرورت ہے۔ اگرچہ ہنگامی الفاظ کا استعمال بعض حالات میں مناسب ہو سکتا ہے جیسا کہ کسی ہنگامی صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے، عام طور پر روزمرہ کے مواصلات میں ایسی زبان کا استعمال پیشہ وارانہ مہارت کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ ہنگامی الفاظ کا ضرورت سے زیادہ استعمال لوگوں کو حقیقی ہنگامی حالات کی سنگینی کے بارے میں غیر حساس بنا سکتا ہے۔ ہنگامی الفاظ کو ان کی معدومیت کے خطرے کے سبب معاشرے میں آسانی سے قبول نہیں کیا جاتا۔

زبان ہمیشہ ارتقاپذیر رہتی ہے اور اپنے وقت کی سماجی، ثقافتی اور تکنیکی تبدیلیوں کی عکاسی کرتی ہے۔ عصری عالمگیریت کی دنیا میں نئے الفاظ و محاورات کی قبولت کے مختلف عوامل ہیں۔ جیسے ثقافتی مطابقت، انگریزی زبان کا غلبہ، سماجی ضرورت اور مقبول ثقافت کے اثرات۔

نئے الفاظ و محاورات کی قبولیت میں اہم عنصر ثقافتی مطابقت ہے۔ جیسے جیسے معاشرے تیزی سے ایک دوسرے سے جڑے ہیں، ثقافتوں کے درمیان خیالات اور اظہار کا تبادلہ بھی عام ہو گیا ہے۔ لوگ ان لسانی درآمدات کو زیادہ قبول کرتے ہیں جو ان کی ثقافتی اقدار اور تجربات سے ہم آہنگ ہوتی ہیں۔

عالمی سطح پر انگریزی زبان کی اہمیت لسانی رجحانات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ انگریزی بین الاقوامی مواصلات، کاروبار، سائنس اور ٹیکنالوجی کی زبان ہے۔ انگریزی میں مہارت کی سماجی ضرورت کے باعث انگریزی الفاظ و محاورات دوسری زبانوں میں ضم ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ انگریزی کا استعمال سماجی برتری کو ظاہر کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ بعض افراد اپنی دانشورانہ صلاحیت یا سماجی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لیے انگریزی کا استعمال کرتے ہیں۔

پاپ کلچر کے رجحان نے بھی نئے الفاظ و محاورات کی تشکیل اور قبولیت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ موسیقی، فلمیں، ٹیلی ویژن شوز اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز لسانی اختراعات کے تیزی سے پھیلاؤ کا باعث بنے ہیں۔ مقبول کلچر سے نکلنے والے تاثرات فوری طور پر روزمرہ کی زبان کا حصہ بن جاتے ہیں۔

معاشرے میں ٹیکنالوجی اور ثقافت کے بدلتے ہوئے پہلوؤں کی عکاسی کے لیے نئے الفاظ و محاورات تشکیل پاتے ہیں اور ان الفاظ کے خلاف مزاحمت یا عدم قبولیت میں کئی عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ یہ مزاحمت زبان کی روایتی شکلوں کے ساتھ پرانی یادوں کی وجہ سے ہوتی ہے جو لسانی ورثے کو محفوظ رکھنے کی خواہش کو ظاہر کرتی ہے۔ روایتی زبان سے لوگوں کا گہرا لگاؤ ایک حساس رویہ کو جنم دیتا ہے جو جدید اصطلاحات کو زبان میں شامل کرنے کے خلاف مزاحمت کا باعث بنتا ہے۔ یہ حساسیت روزمرہ کی زبان میں عصری زبان کے انضمام میں رکاوٹ بنتی ہے۔

## حوالہ جات


1۔ سجاد بلوچ، زبان، لہجے اور لسانی رشتے، طبع اول، اردو سائنس بورڈ، لاہور، 2018ء، ص 62۔61

2۔ وارث سرہندی، زبان و بیان (لسانی مقالات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1989ء، ص 116

3۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات (حصہ سوم)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1991ء، ص 445

4۔ رام بابو سکسینہ، تاریخ ادب اردو، علمی بک ہاؤس، اردو بازار لاہور، 1984ء، ص 5-3

5۔ فہمیدہ بیگم، ڈاکٹر، شعور زبان، موتی باغ، نئی دہلی، 1990ء، ص 33

6۔ روزنامہ، آئین، 13 دسمبر، 2020ء

7۔ Www.wikipedia.com.16/12/2020

8۔ Www.punjnud.com.15/12/2020

9۔ سجاد بلوچ، زبان، لہجے اور لسانی رشتے، ص 68

10۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات (حصہ سوم)، ص 448

11۔ غازی علم الدین "لسانی زاویے، مثال پبلشر، فیصل آباد، 2021ء، ص 313

12۔ سجاد بلوچ، زبان، لہجے اور لسانی رشتے، طبع اول، ص 45

13۔ سجاد بلوچ، زبان، لہجے اور لسانی رشتے، طبع اول، ص 53

14۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، مرتب، اردو لسانیات کے عصری مباحث غازی علم الدین کا لسانی زاویہ: ایک عصری محاکمہ، مثال پبلشرز، رحیم سنٹر، پریس مارکیٹ، امین پور بازار، فیصل آباد ص۔ 108

15۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات (حصہ سوم)، ص 23

16۔ سلیم اختر، اُردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، ص 95

17۔ حافظ صفوان محمد چوہان، اُردو اطلاعیات اور سائبر دنیا، اُردو سائنس بورڈ، قومی ورثہ و ثقافت ڈویژن،، لاہور، 2021ء، ص 101

18۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، مرتب، اردو لسانیات کے عصری مباحث غازی علم الدین کا لسانی زاویہ: ایک عصری محاکمہ، ص 148

19۔ ایضاً، ص195

باب پنجم:

# ماحصل

کسی بھی دعویٰ کو اس کے نتائج کے تناظر میں پرکھا جاسکتا ہے۔ میری تحقیق کے نظری دائرہ کار میں سید عبداللہ کا یہ دعوی تھا کہ تقسیم ہند کے بعد پاکستان کا اپنا محاورہ بن کر رہے گا جسے ماہرین زبان کو قبول کرنا چاہیے۔ اب جب کہ پاکستان کو پچھتر سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے تو ہم نے سید عبداللہ کی رائے کو پرکھنے کے لیے پاکستان میں بولی جانے والی اردو میں محاورات کی تبدیلی کا مطالعہ کیا ہے۔ روزمرہ اور محاورے میں تبدیلی کی نوعیت کیا ہے اور اس کے اسباب کیا ہیں تحقیق سے اخذ کردہ نتائج درج ذیل ہیں:

اُردو زبان ثقافتی امتزاج اور تاریخی تبادلوں سے پیدا ہونے والی زبان ہے۔ جس نے مختلف خطوں کا سفر کیا اور اس سفر کے دوران متنوع اثرات کو اپنایا۔ ہندوستان کی تقسیم اردو کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ یہ زبان پاکستان کی قومی زبان قرار پائی جبکہ یہ پاکستان کے کسی علاقے کی مادری زبان نہیں تھی۔ اس کے باوجود اردو کا ارتقاء جاری رہا۔ اُردو زبان کو پاکستان کی قومی زبان قرار دینا محض لسانی فیصلہ نہیں تھا بلکہ ایک سٹرٹیجک فیصلہ تھا جس کا مقصد نو تشکیل شدہ ملک کی متنوع آبادی کے درمیان اتحاد کو فروغ دینا تھا۔ اُردو زبان نے علاقائی اختلافات سے بالاتر ہو کر پاکستانیوں کے درمیان مشترکہ لسانی رشتہ قائم کیا۔

قومی زبان کے طور پر اُردو کا انتخاب اہم تھا۔ اس لیے کہ پاکستان کے اندر کسی خطے کی مادری زبان اردو نہیں تھی۔ تاہم اس کا انتخاب تاریخی اور ثقافتی عوامل پر مبنی تھا۔ مغل درباروں کے ساتھ وابستگی اور شاعری، ادب اور انتظامی امور میں استعمال ہونے کے وجہ سے اُردو صدیوں سے برصغیر پاک و ہند میں رابطے اور ثقافت کی زبان رہی ہے۔ اردو کو غیر جانبدار زبان کے طور پر سمجھا گیا جو کسی قسم کے نسلی یا صوبائی تعصب سے پاک تھی اس لیے یہ قومی یکجہتی کے لیے بہترین انتخاب تھا۔

پاکستان میں اُردو کا ارتقاء متحرک اور کثیر جہتی رہا ہے۔ زبان نے مختلف خطوں کے لسانی عناصر کو اپنے اندر جذب کیا جو پاکستان کی ثقافت کے تنوع کی عکاسی کرتا ہے۔ اردو زبان نے علاقائی زبانوں کے الفاظ، محاورات اور تاثرات کو اپنے اندر ضم کیا ہے۔ اس لسانی امتزاج نے نہ صرف اردو کو تقویت بخشی بلکہ مختلف لسانی برادریوں کے درمیان ثقافتی رابطے اور افہام و تفہیم کو بھی آسان بنایا۔

پاکستان میں اُردو کا ارتقاء محض لسانی نہیں بلکہ سماجی وسیاسی بھی ہے۔ اُردو نے پاکستانیوں کے درمیان تعلق اور یکجہتی کے جذبات کو فروغ دیا۔ ادب ذرائع ابلاغ اور تعلیم کے ذریعے، اردو قومی شناخت اور اقدار کو بیان کرنے، لسانی رکاوٹوں کو عبور کرنے اور ثقافتی اتحاد کو فروغ دینے کا ذریعہ بنی۔ کسی حد تک بلکہ بہت حد تک اُردو انگریزی زبان کے غلبہ کا مقابلہ کرنے میں بھی مددگار ثابت ہوئی۔

پاکستان میں جہاں متعدد زبانوں اور بولیوں کے بقائے باہمی کی وجہ سے لسانی تنوع ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ اس لسانی ہم آہنگی نے اردو اور علاقائی زبانوں کے درمیان الفاظ، محاورات اور تاثرات کا بھرپور تبادلہ کیا ہے۔ الگ تھلگ رہنے کی بجائے اُردو نے ان علاقائی زبانوں کے عناصر کو اپنی لغت میں شامل کیا ہے۔ یہ انضمام سطحی نہیں ہے۔ یہ بہت گہرا ہے اور اس نے بطور زبان اُردو کی بقا پر نمایاں اثر ڈالا ہے۔ علاقائی زبانوں سے مستعار لیے گئے الفاظ اور لسانی ڈھانچے نے اُردو کو مالا مال کیا ہے۔ یہ رجحان اردو کی جامع نوعیت کی نشان دہی کرتا ہے جو ملک کے اندر مختلف لسانی اثرات کے ساتھ میل جول کے ساتھ ساتھ ارتقاء بھی جاری رکھے ہوئے ہے۔

اُردو پر علاقائی زبانوں کا اثر بہت زیادہ ہے جیسا کے اس کے روزمرہ استعمال اور محاوراتی تاثرات سے ظاہر ہوتا ہے۔ فارسی، عربی اور دیگر علاقائی زبانوں سے لیے گئے الفاظ اور فقرے بغیر کسی رکاوٹ کے اُردو میں ضم ہو گئے ہیں جو اس کے ذخیرہ الفاظ کو تقویت بخشتے ہیں۔ یہ مستعار الفاظ اور فقرے اردو کے لسانی تنوع کو بڑھاتے ہیں۔

میٹرولنگولزم ان طریقوں کا جائزہ لیتی ہے جن میں زبانیں شہری ماحول میں ایک دوسرے کو ایک دوسرے سے جوڑتی ہیں اور ان پر اثر انداز ہوتی ہیں کیونکہ مختلف لسانی پس منظر کے افراد روزمرہ کی ترتیبات جیسے کام کی جگہوں اور سماجی اجتماعات میں بات چیت کرتے ہیں۔ یہ رابطہ زیادہ تر نئی لسانی اقسام کے ظہور کا باعث بنتا ہے۔

پاپ کلچر اپنے ابھرتے ہوئے رجحانات اور اثرات کے ساتھ شہر کی زبان پر انمٹ نقوش چھوڑتا ہے۔ گالی گلوچ اور بول چال سے لے کر موسیقی، فلم اور سوشل میڈیا تک اس کی رسائی ہے۔ دنیا بھر کے شہروں میں لسانی جدت طرازی پروان چڑھتی ہے کیونکہ شہری تخلیقی طور پر عصری رجحانات اور تاثرات کی عکاسی کرنے کے لیے زبان کو اپنے انداز میں ڈھال لیتے ہیں۔

میٹرولنگولزم کے تناظر میں زبان نہ صرف رابطے کا ذریعہ ہے بلکہ شناخت کا ذریعہ بھی ہے۔ شہروں میں لسانی تنوع ان کے باشندوں کی کثیر الثقافتی نظام کی عکاسی کرتا ہے۔ جبکہ سماجی درجہ بندی اور عدم مساوات کے مسائل کو بھی اجاگر کرتا ہے۔ کچھ زبانیں یا بولیاں مخصوص سماجی گروہوں یا محلوں سے وابستہ ہو سکتی ہیں جو خاص شہری ماحول سے تعلق رکھتی ہیں۔

جہاں مختلف سماجی لسانی عوامل کی وجہ سے زبانیں دوسری زبانوں سے استفادہ کرتی ہیں۔ اس استفادے کے عمل کو جانچنے کی بہترین جگہ اخبارات ہیں۔ اخبارات زیادہ سامعین کے درمیان ابلاغ کا بہترین پلیٹ فارم ہے۔ اس طرح اخبارات میں استعمال ہونے والی زبان زیادہ معیاری ہے۔ نتیجتاً زبان میں کسی قسم کی تبدیلی یا دوسری زبانوں سے مستعاریت کے عمل کو اخبارات میں سب سے پہلے دیکھا جا سکتا ہے۔

سماجی لسانیات اور میٹرولنگولزم کے فریم ورک کے اندر ذرائع ابلاغ خصوصاً اردو اخبارات کی بدلتی ہوئی زبان کا مطالعہ اس تحقیق کا بنیادی حصہ تھا۔ یہ مطالعہ لسانی منظر نامے، شہری ماحول میں کثیر الثقافتی تبدیلیوں کی عکاسی کرتا ہے۔ اردو اخبارات میں استعمال ہونے والے الفاظ و محاورات میں تبدیلی کس نوعیت کی آئی ہے، کیا نئے الفاظ یا جملے متعارف کراتے ہوئے معاشرتی تبدیلیوں کی عکاسی کی گئی ہے اور کوڈ سوئچنگ کے عمل سے شہری ماحول اور کثیر الثقافتی نوعیت کی عکاسی ہوتی ہے۔

محاورات کسی بھی معاشرے کے اجتماعی تجربات اور عقائد کو ظاہر کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کی دانشمندی، مزاح اور منفرد نقطہ نظر کو پیش کرتے ہیں۔ ہندوستان کی تقسیم سے پہلے یہ خطہ زبانوں، ثقافتوں اور روایات کے بھرپور نظام کو گھیرے ہوئے تھا۔ محاورات لسانی نمونے کے طور پر اس متنوع منظر نامے میں پروان چڑھے جو برصغیر کے مشترکہ ورثے کی عکاسی کرتے ہیں۔ تاہم ہندوستان کی تقسیم نے اس لسانی اور ثقافتی تسلسل کو توڑا۔ جیسے ہی ہندوستان اور پاکستان کی نئی قومی ریاستیں بنیں انہوں نے مختلف راستے اختیار کیے۔ ہر ایک اپنی الگ قومی شناخت قائم کرنے کی کوشش میں رہا۔ اس عمل نے زبان کے ارتقاء کو متاثر کیا خاص طور پر محاوراتی تاثرات کو جو روزمرہ کی زبان میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

متروک محاورے وہ ہیں جن کا تعلق متحدہ ہندوستان سے ہے۔ وہ محاورات ہماری عصری گفتگو میں استعمال ہونے کی بجائے ماضی کی یاد دلاتے ہیں۔ وہ یاداشت کے ذریعے ہماری لغت میں تو موجود ہیں لیکن ان کا چلن معاشرے میں نہیں ہے۔ زندہ زبان وہی ہوتی ہے جسے نوجوان بولتے ہیں۔ یہ محاورے معاشرے کی بدلتی ہوئی شکلوں کی عکاسی کرتے ہیں۔

روز مرہ محاورے کی طرح خاص تو نہیں ہوتا لیکن یہ لسانی دائرہ کار میں ایک مخصوص مقام رکھتا ہے۔ زبان کے روزمرہ کے ذریعے ہم معاشرے میں ہونے کی تبدیلیوں کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ زبان کے روزمرہ کے تحت ہم ثقافت کے مسلسل ارتقاء کا مشاہدہ کر سکتے ہیں جو تکنیکی ترقی، سماجی تبدیلیوں اور عصری ترقی کا عکاس ہیں۔ روزمرہ زبان کی یہ بڑی خوبی ہے کہ وہ عصری تبدیلیوں کی عکاسی کرتی ہے۔ جیسے جیسے معاشرہ تبدیل ہوتا ہے ان تبدیلیوں کا اظہار روزمرہ زبان میں ہوتا ہے۔ روزمرہ کی زبان میں نئے جملے اور تاثرات شامل ہو رہے ہیں، جیسے سیلفی، ایموجی، اور ٹوئیٹ وغیرہ جیسی اصطلاحیں ہماری زبان کا حصہ بن چکی ہیں جو ہماری زندگیوں پر سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل کمیونیکیشن کے اثرات کو ظاہر کرتی ہیں۔

زبان ہمیشہ ارتقا پذیر رہتی ہے اور اپنے وقت کی سماجی، ثقافتی اور تکنیکی تبدیلیوں کی عکاسی کرتی ہے۔ عصری عالمگیریت کی دنیا میں نئے الفاظ و محاورات کی قبولت کے مختلف عوامل ہیں۔ جیسے ثقافتی مطابقت، انگریزی زبان کا غلبہ، سماجی ضرورت اور مقبول ثقافت کے اثرات۔

نئے الفاظ و محاورات کی قبولیت میں اہم عنصر ثقافتی مطابقت ہے۔ جیسے جیسے معاشرے تیزی سے ایک دوسرے سے جڑے ہیں، ثقافتوں کے درمیان خیالات اور اظہار کا تبادلہ بھی عام ہو گیا ہے۔ لوگ ان لسانی درآمدات کو زیادہ قبول کرتے ہیں جو ان کی ثقافتی اقدار اور تجربات سے ہم آہنگ ہوتی ہیں۔

عالمی سطح پر انگریزی زبان کی اہمیت لسانی رجحانات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ انگریزی بین الاقوامی مواصلات، کاروبار، سائنس اور ٹیکنالوجی کی زبان ہے۔ انگریزی میں مہارت کی سماجی ضرورت کے باعث انگریزی الفاظ و محاورات دوسری زبانوں میں ضم ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ انگریزی کا استعمال سماجی برتری کو ظاہر کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ بعض افراد اپنی دانشورانہ صلاحیت یا سماجی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لیے انگریزی کا استعمال کرتے ہیں۔

پاپ کلچر کے رجحان نے بھی نئے الفاظ و محاورات کی تشکیل اور قبولیت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ موسیقی، فلمیں، ٹیلی ویژن شوز اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز لسانی اختراعات کے تیزی سے پھیلاؤ کا باعث بنے۔ مقبول کلچر سے نکلنے والے تاثرات فوری طور پر روزمرہ کی زبان کا حصہ بن جاتے ہیں۔

معاشرے میں ٹیکنالوجی اور ثقافت کے بدلتے ہوئے پہلوؤں کی عکاسی کے لیے نئے الفاظ و محاورات تشکیل پاتے ہیں۔ ان الفاظ کے خلاف مزاحمت یا عدم قبولیت میں کئی عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ یہ مزاحمت زبان کی روایتی شکلوں کے ساتھ پرانی یادوں کی وجہ سے ہوتی ہے جو لسانی ورثے کو محفوظ رکھنے کی خواہش کو ظاہر کرتی

ہے۔ روایتی زبان سے لوگوں کا گہرا لگاؤ ایک حساس رویے کو جنم دیتا ہے جو جدید اصطلاحات کو زبان میں شامل کرنے کے خلاف مزاحمت کا باعث بنتا ہے۔ یہ حساسیت روزمرہ کی زبان میں عصری زبان کے انضمام میں رکاوٹ بنتی ہے۔

1۔ زبان ایک متحرک وجود ہے جو معاشرے میں ہونے والی تبدیلیوں اور پیش رفت کی عکاسی کرتی ہے۔ محاورات ہمارے ثقافتی اصولوں، سماجی اقدار اور معاشرے کے اجتماعی تجربات کو ظاہر کرتے ہیں۔ معاشرے کے اندر محاوروں کی تشکیل اور قبولیت کا تعلق مروجہ ثقافتی اور ماحولیاتی تناظر سے ہے۔ روایتی محاورات کی تشکیل کے عناصر کا تعلق ہماری تہذیب، رہن سہن، زراعت اور قدرتی ماحول کے ساتھ ہے جبکہ عصری محاورے صنعت، ٹیکنالوجی اور عالمگیریت کے اثرات کو ظاہر کرتے ہیں۔

روایتی محاورے کی جڑیں معاشرے کے ثقافتی اور ماحولیاتی منظر نامے میں بہت گہری ہوتی ہیں۔ زرعی معاشروں میں جہاں زراعت معاش کا بنیادی ذریعہ تھی وہاں محاورے کاشتکاری کے طریقوں، موسموں اور قدرتی مظاہر سے تشکیل پاتے تھے۔ یہ محاورے لوگوں کی روزمرہ زندگی اور تجربات کی عکاسی کرتے ہیں۔ معاشرے کے اندر روایتی محاوروں کی قبولیت ان کے وسیع پیمانے پر مسلسل استعمال کے سبب ہے۔ یہ محاورے ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتے رہے جو معاشرے کے اجتماعی شعور میں پیوست ہو گئے ہیں۔

تاہم صنعت کاری، تکنیکی ترقی اور عالمگیریت کی آمد کے ساتھ ثقافتی منظر نامے میں اہم تبدیلیاں آئیں۔ جیسے جیسے معاشرے تیز رفتاری کے ساتھ ایک دوسرے سے جڑتے گئے روایتی طرز زندگی جدید اور شہری زندگی میں تبدیل ہوتی گئی۔ یہ تبدیلی عصری محاوروں میں نظر آتی ہے جس میں صنعت، ٹیکنالوجی اور گلوبل ویلج کے عناصر شامل ہیں۔

عصری محاورے اکثر جدید دور کے منفرد تجربات اور مظاہر کو ظاہر کرتے ہیں۔ جیسے وائرل ہونا، آف لائن، جیسی اصطلاحات ڈیجیٹل دور سے پیدا ہوئی ہیں اور روزمرہ زندگی پر ٹیکنالوجی کے وسیع اثر کو ظاہر کرتی ہیں۔ معاشرے میں عصری محاوروں کی قبولیت زبان کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ہے۔ ٹیکنالوجی اور صنعتی دور کی عکاسی ان محاورات سے ہوتی ہے۔ عصری محاوروں کا وسیع پیمانے پر مسلسل استعمال ان کی مطابقت اور جدید دنیا میں افراد کے تجربات کو ظاہر کرتا ہے۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کی مدد سے معلومات کی ترسیل نے نئے محاوراتی اظہار کو تشکیل دیا ہے۔ عصری محاورات کی تشکیل کے باوجود روایتی محاورے اپنی اہمیت برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ یہ محاورات موجود نسل کو آباؤ اجداد کے ثقافتی ورثے اور اجتماعی دانش سے آگاہ کرتے

ہیں جو وقتی اور مقامی حدود سے ماورا ہے۔ محاورات کو انسانی تجربے کی مضبوط علامت سمجھا جاتا ہے۔ جیسے جیسے معاشرہ ترقی کرتا جارہا ہے ویسے ہی محاورے بھی ہوں گے جو اس کے بدلتے ہوئے منظر نامے کی عکاسی کرتے ہیں۔

2۔ محاورے کسی بھی معاشرے کی اجتماعی حکمت، عقائد اور تجربات کی عکاسی کرتے ہیں۔ تمام محاورے بغیر کسی رکاوٹ کے ہر ثقافت میں قبول نہیں کر لیے جاتے کچھ معاشرتی اصول، اقدار یا تاریخ سے متصادم ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اسے معاشرے میں قبول نہیں کیا جاتا۔ محاورات کا ثقافتی استرداد زبان اور ثقافت کے درمیان گہرے تعلق سے ہوتا ہے۔ ہر معاشرے کے اپنے اصول، رسم ورواج اور روایات ہیں جو اس کے لسانی منظر نامے کو تشکیل دیتے ہیں۔ جب ایک کلچر سے دوسرے میں محاورہ ٹرانسپلانٹ کیا جاتا ہے تو اس کی غلط تفہیم کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ وہ محاورات جو کسی معاشرے کی اقدار کی پاسداری نہیں کرتا تو وہ رد کر دیا جاتا ہے۔

3۔ زبان محض رابطے کا ذریعہ نہیں ہے۔ یہ ثقافت، اقدار اور شناخت کا علمبردار ہوتی ہے۔ پوری تاریخ میں سیاسی طاقت، اقتصادی اثر ورسوخ اور ثقافتی پھیلاؤ جیسے مختلف عوامل کی وجہ سے بعض زبانیں غالب آتی ہیں۔ زبان کا غلبہ لسانی ابلاغ سے آگے بڑھتے ہوئے عالمی تناظر کو تشکیل دیتا ہے اور معاشرتی اصولوں کو متاثر کرتا ہے۔ کسی زبان کا غلبہ اس سے وابستہ ثقافت کے غلبے سے جا ملتا ہے مثال کے طور پر برطانوی سلطنت کی تاریخی نوآبادیاتی توسیع اور اس کے نتیجے میں ایک عالمی سپر پاور کے طور پر امریکہ کے عروج کی وجہ سے انگریزی جدید دنیا کی زبان بن گئی۔

انگریزی غلبے کے سب سے واضح اثرات میں سے ایک ثقافتی ہم آہنگی کا رجحان ہے جس کے تحت انگریزی بولنے والے ممالک کی ثقافتی مصنوعات جیسے کہ ہالی ووڈ فلمیں، امریکی موسیقی اور برطانوی ادب دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے۔ جس سے مختلف معاشروں کے افراد کے ذوق اور ترجیحات کی تشکیل ہوتی ہے۔ سائنس، ٹیکنالوجی جیسے شعبوں میں انگریزی کے غلبے نے عالمی ثقافت پر اثرات کو مضبوط کیا ہے۔ سائنسی تحقیق اور علمی اشاعتیں اور تکنیکی اصطلاحات بنیادی طور میں انگریزی میں ہوتی ہیں جس کے باعث انگریزی کو علم اور ترقی کی زبان سمجھا جاتا ہے۔

جیسے غالب زبانیں عالمی ثقافت پر اثر ڈالتی ہیں بالکل ایسے ہی ثقافتیں بدلے میں زبانوں پر اپنے نشان چھوڑتی ہیں۔ انگریزی عالمی زبان ہونے کے باوجود دوسری ثقافتوں اور لسانی روایات کے اثرات سے محفوظ

نہیں۔انگریزی زبان نے دوسری زبانوں کے الفاظ، محاورات کو کثرت سے جذب کیا ہے جو ان جدید معاشروں کی کثیر الثقافتی نوعیت کی عکاسی کرتی ہے۔

4۔ پاکستان میں زبانوں کی کثرت ہے ہر خطہ الگ لسانی پس منظر رکھتا ہے۔ان میں اُردو جس کی جڑیں ہند آریائی لسانی خاندان میں ہیں اس کو قومی زبان کا درجہ حاصل ہے۔ اُردو اکثریت کی مادری زبان تو نہیں لیکن اکثریت میں بولی جاتی ضرور ہے۔ پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، سرائیکی وغیرہ اپنے اپنے صوبوں میں اپنا اثرو رسوخ رکھتی ہیں۔لوگوں کی دلی وابستگی اپنی اپنی مادری زبانوں سے ہے لیکن اس کے باوجود اُردو کی اہمیت کم نہیں ہوتی۔

5۔ زبان کے ابھرتے ہوئے منظر نامے میں بعض تاثرات اور محاورات بدلتے رہتے ہیں۔ لسانی ارتقاء کے اس فطری عمل سے کچھ نئے روزمرہ اور محاورات تشکیل پاتے ہیں اور کچھ پرانے جن کا استعمال کم ہوتے ہوتے ختم ہو گیا وہ زبان سے متروک ہو جاتے ہیں۔ یہ رجحان زبان کے روزمرہ اور محاورے دونوں میں موجود ہوتا ہے۔ایسا روزمرہ اور محاورہ جو فیشن میں ہو اسے آسانی سے قبول کر لیا جاتا ہے۔ یہ جملے زیادہ تر موجودہ رجحانات، سماجی رویوں اور مقبول ثقافت کی نشان دہی کرتے ہیں۔ ایسا روزمرہ جو عصری تجربات کی عکاسی کرتا ہے وہ روزانہ کی گفتگو میں تیزی سے شامل ہو جاتے ہیں۔

6۔ ہنگامی الفاظ ضرورت سے پیدا ہوتے ہیں جو کسی خاص واقعہ یا رجحان کو ظاہر کرتے ہیں۔ چاہے وہ قدرتی آفات ہوں، تکنیکی پیش رفت یا سماجی، سیاسی تبدیلیاں، یہ الفاظ اس صورتحال کی عجلت اور سنگینی کو ظاہر کرتے ہیں جس کی وہ نمائندگی کر رہے ہوتے ہیں۔ جیسے جیسے ایسے واقعات کی اہمیت میں کمی آتی ہے ان الفاظ کی مطابقت اور افادیت بھی کم ہو جاتی ہے۔ وہ گزرے ہوئے زمانے کی یاد دلاتے ہیں لیکن روزمرہ کی گفتگو کا حصہ نہیں بن پاتے۔

7۔ پیوندکاری کے عمل سے ایک زبان کے لفظ دوسری زبان میں بغیر کسی رکاوٹ کے استعمال کیے جاتے ہیں جس کے نتیجے میں معانی کے ساتھ نئے تاثرات پیدا ہوتے ہیں جو براہ راست ترجمہ نہیں کیے جا سکتے۔ یہ رجحان کثیر الثقافتی اور کثیر لسانی معاشروں میں زیادہ ہوتا ہے جہاں افراد اپنی روزمرہ بات چیت کے دوران ایک سے زیادہ زبانوں کا استعمال کرتے ہیں۔ یہ عمل نہ صرف لسانی منظر نامے کو تقویت بخشتا ہے بلکہ عصری مواصلات کو تشکیل دینے والے ثقافتی، سماجی اور تکنیکی عوامل کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

8۔ زبان انسانی رابطے میں سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے جیسے جیسے معاشرے تبدیل ہوتے ہیں اسی تناسب سے زبانیں بھی بدلتی ہے۔ زبان کے بدلنے کے اس فطری عمل میں کچھ الفاظ دھندلا جاتے ہیں جو کچھ عرصہ تو یاداشت کے سہارے زندہ رہتے ہیں پھر آہستہ آہستہ اپنی مطابقت کھو بیٹھتے ہیں اور روزمرہ کے چلن سے متروک ہو جاتے ہیں۔

**سفارشات:**

- ڈیجیٹل کمیونیکیشن میں زبان کا ارتقاء: سوشل میڈیا، ٹیکسٹنگ اور دیگر ڈیجیٹل پلیٹ فارمز زبان کے ارتقاء کو کس طرح تشکیل دے رہے ہیں۔
- عالمگیریت کے پیش نظر معدومیت کے خطرے سے دوچار زبانوں اور مقامی زبانوں کو زندہ کرنے کی کوششوں کا مطالعہ کریں۔
- اس بات کا جائزہ لیں کہ آن لائن معاشروں میں زبان کے اصول کیسے قائم اور نافذ کیے جاتے ہیں۔
- محاوروں کی ثقافتی اہمیت: محاورے کس طرح مختلف معاشروں کی ثقافتی اقدار، عقائد کی عکاسی کرتے ہیں۔

# کتابیات

## بنیادی ماخذ


روزنامہ جنگ، یکم جنوری2000ء

روزنامہ خبریں، یکم جنوری2000ء

روزنامہ نوائے وقت، یکم جنوری2000ء

روزنامہ جنگ، یکم فروری2000ء

روزنامہ نوائے وقت، یکم فروری2000ء

روزنامہ جنگ، یکم مارچ2000ء

روزنامہ خبریں، یکم مارچ2000ء

روزنامہ نوائے وقت، یکم اپریل2000ء

روزنامہ جنگ، یکم جولائی2000ء

روزنامہ نوائے وقت، یکم ستمبر2000ء

روزنامہ خبریں، یکم جنوری2005ء

روزنامہ خبریں، یکم فروری2005ء

روزنامہ جنگ، یکم مارچ2005ء

روزنامہ خبریں، دو مارچ2005ء

روزنامہ جنگ، یکم اپریل2005ء

روزنامہ خبریں، یکم اپریل2005ء

روزنامہ نوائے وقت، یکم اپریل2005ء

روزنامہ خبریں، یکم مئی2005ء

روزنامہ جنگ، یکم جون2005ء

روزنامہ نوائے وقت، یکم جون2005ء

روزنامہ جنگ، یکم جولائی2005

روزنامہ جنگ، یکم اگست 2005ء
روزنامہ جنگ، یکم دسمبر 2005ء
روزنامہ خبریں، یکم فروری 2010ء
روزنامہ نوائے وقت، یکم اکتوبر 2010ء
روزنامہ نوائے وقت، یکم نومبر 2010ء
روزنامہ نوائے وقت، یکم دسمبر 2010ء
روزنامہ جنگ، یکم جنوری 2015ء
روزنامہ خبریں، یکم مارچ 2015ء
روزنامہ نوائے وقت، یکم اپریل 2015ء
روزنامہ نوائے وقت، یکم مئی 2015ء
روزنامہ جنگ، یکم جون 2015ء
روزنامہ نوائے وقت، یکم جولائی 2015ء
روزنامہ نوائے وقت، یکم اکتوبر 2015ء
روزنامہ جنگ، یکم نومبر 2015ء
روزنامہ جنگ، یکم دسمبر 2015ء
روزنامہ جنگ، یکم جنوری 2020ء
روزنامہ نوائے وقت، یکم جنوری 2020ء
روزنامہ جنگ، یکم فروری 2020ء
روزنامہ خبریں، یکم فروری 2020ء
روزنامہ خبریں، یکم مارچ 2020ء
روزنامہ خبریں، یکم اپریل 2020ء
روزنامہ خبریں، یکم مئی 2020ء
روزنامہ خبریں، یکم جولائی 2020ء
روزنامہ جنگ، یکم ستمبر 2020ء

روزنامہ جنگ، یکم دسمبر 2020ء

روزنامہ خبریں، یکم دسمبر 2020ء

## ثانوی ماخذ:

اردو زبان اور ابلاغ عامہ، مارچ، 2012، شعبہ اردو، جامعہ اسلامیہ، جامعہ نگر، نئی دہلی

انور علی دہلوی، مشمولہ اردو صحافت، مرتب، اردو اکادمی دہلی 1987

برجموہن دتاتریہ کیفی، کیفیہ، مکتبہ معین الادب اُردو بازار لاہور

جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد دوم، مجلس ترقی ادب لاہور، طباعت ششم، اپریل 2009

حافظ صفوان محمد چوہان، اُردو اطلاعیات اور سائبر دنیا، اُردو سائنس بورڈ، قومی ورثہ و ثقافت ڈویژن،، لاہور، 2021ء

خلیل صدیقی، زبان کا ارتقاء، سال اشاعت، 1977، ناشر، قلات پبلشرز، کوئٹہ

رام بابو سکسینہ، تاریخ ادب اردو، علمی بک ہاؤس، اردو بازار لاہور، 1984ء

رشید حسن خان، "اردو زبان میں محاورے کی اہمیت" (مکالمہ) مشمولہ لسانی مذاکرات، 1957ء تا 1987ء ترتیب وتدوین: شیما مجید، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2002ء

رضا علی عابدی، اردو کا حال، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، 2005ء

روزنامہ، آئین، 13 دسمبر، 2020ء

رؤف پاریکھ، ڈاکٹر: اولین اُردو سلینگ لغت، فضلی سنز، کراچی، 2015ء

سجاد بلوچ، زبان، لہجے اور لسانی رشتے، طبع اول، اردو سائنس بورڈ، لاہور، 2018ء

سلیم اختر، ڈاکٹر، اُردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2013ء

سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات (حصہ سوم)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد 1991ء

سید احتشام حسین، اردو ادب کی تنقیدی تاریخ، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، 1997ء

سید اقبال قادری، رہبر اخبار نویسی،، ترقی اردو بیورو نئی دہلی

سید عبداللہ، ڈاکٹر، ادب و فن، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، طبع اول، جون 1987ء

سید عبداللہ، ڈاکٹر، مقالات اردو تدریس کانفرنس، اردو مرکز، لاہور، جون 1964ء

سیفی پریمی، ڈاکٹر، ہمارے محاورے، ڈاکٹر سیفی پریمی، مکتبہ پیام تعلیم جامعہ نگر، نئی دہلی
شیما مجید، ترتیب وتدوین، لسانی مذاکرات، (1957-1987)، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، 2006
عائشہ یاسین، گلوبلائزیشن اور میڈیا کا کردار، نوائے وقت، 10 نومبر 2023
فخر الدین صدیقی اثر، اُردو محاورے، عثمانیہ بک ڈپو، کلکتہ
فہمیدہ بیگم، ڈاکٹر، شعور زبان، موتی باغ، نئی دہلی، 1990
قاسم یعقوب، ڈاکٹر، اردو سلینگ لغت، شمع بکس، فیصل آباد، 2016ء
گوپی چند نارنگ، "اردو غزل کے فکری سرمایے میں ہندوستانی ذہن کی کار فرمائی"، مشمولہ اردو اور مشترکہ ہندوستانی تہذیب، مرتبہ کامل قریشی (دہلی: اردو اکادمی، 1987)
گیان چند جین، پروفیسر، عام لسانیات، ترقی اُردو بیورو، نئی دہلی، 1985ء
گیان چند جین، 'ایک بھاشا: دو لکھاوٹ، دو ادب، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2005
لسانی مسائل و لطائف، دلچسپ، فکر انگیز مضامین، شان الحق حقی، ادارہ فروغ قومی زبان
محمد حسن عسکری، مجموعہ حسن عسکری، لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز
محمد قاسم بگھیو، ڈاکٹر، لسانیات تا سماجی لسانیات، فکشن ہاؤس لاہور، 2019ء
محی الدین قادری زور،، ڈاکٹر، ہندوستانی لسانیات، مکتبہ معین الادب، لاہور، 1961ء
مرزا خلیل احمد بیگ، لسانی مسائل و مباحث، بک ٹاک، لاہور، 2018ء
معین الدین عقیل، ڈاکٹر، (اداریہ)، مطبوعہ ماہنامہ، اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، جنوری 1982ء
معین الدین عقیل، ڈاکٹر، مرتب، راردو لسانیات کے عصری مباحث، غازی علم الدین کا لسانی زاویہ: ایک عصری محاکمہ، مثال پبلشرز، رحیم سنٹر، پریس مارکیٹ، امین پور بازار، فیصل آباد
مقدمہ روحِ صحافت، ص۔ج بحوالہ: اردو زبان اور ابلاغ عامہ، مارچ، 2012، شعبہ اردو، جامعہ اسلامیہ، جامعہ نگر، نئی دہلی
مولوی عبدالحق، خطبات عبدالحق، حصہ دوم (دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند)، 1944ء
مولوی عبدالحق، خطبات عبدالحق، حصہ دوم (دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند)، 1944ء
ناصر عباس نئیر، ساختیات۔ایک تعارف، پورب اکادمی اسلام آباد، 2011ء

وارث سرہندی، زبان وبیان (لسانی مقالات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1989

وارث سرہندی، زبان وبیان (لسانی مقالات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1989ء

وحیدہ نسیم، نسوانی محاورے، وجے پبلشرز، نئی دہلی

یونس اگاسکر، ڈاکٹر، اردو کہاوتیں اور ان کے سماجی ولسانی پہلو، موڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی

ویب گاہیں:

- (www.britannica.com>topic>code
- code_switching/linguistics/Britannica, Dated: 11-11 (Article written by Carlos. D. Morison)
- https://chunida.com/muhawraat/0
- https://khawarking.blogspot.com/2007/01/
- https://www.facebook.com/permalink.php?story_fbid=pfbid0szHg3bNGhw7xn4bHToVmu7cpbJtV4UDXQQT1cjb6jnorCHKCzSNy36LN9vscGxeEl&id=100011396218109&comment_id=1454467165184795&notif_id=1709332065722260&notif_t=comment_mention&ref=notif
- Metrolingualism in online linguistic landscaps , International Journal of Multilingualism, 2020ء
- Metrolingualism: Language in the city , Alastair pennycook, emi Ostuji, Routledege, 2015.
- Oxford University Press, Updated Nov. 7 2020
- Wang Ping, Cultural Characteristics of Idiomatic Expressions and Their Approaches of Translation, Shanghai University of Engineering Scdience, Shanghai, China, Vol.8,NO.2, 295-300 doi: 10.17265/2159
- www.encyclopedia.com
- Www.punjnud.com.15/12/2020
- Www.wikipedia.com.15/12/2020
- Www.wikipedia.com.16/12/2020
- www/.marxists.org/archive/herder/1772/origins-language.

## ضمیمہ:

زبان ایک زندہ اور متحرک مظہر ہے جو وقت کے ساتھ ارتقائی مراحل سے گزرتی ہے۔ معاشرتی، سائنسی، اور ثقافتی تغیرات زبان میں نئے الفاظ، روزمرہ اور محاورات کے اضافے کا سبب بنتے ہیں۔ زیرِ نظر ضمیمہ میں ان روزمرہ اور محاورات کی فہرست شامل کی گئی ہے جو قومی سطح کے اردو اخبارات میں مستعمل رہے اور عوامی سطح پر مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ ان کی تشکیل میں جدید ٹیکنالوجی، گلوبلائزیشن، پاپ کلچر، ثقافتی تعامل اور سماجی و سیاسی عوامل نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ الفاظ اور تعبیرات نہ صرف زبان کے فطری ارتقا کی نشاندہی کرتی ہیں بلکہ اردو کے عصری مزاج کو بھی واضح کرتی ہیں۔ اس فہرست میں ہر نئے روزمرہ اور محاورے کے ساتھ اس کا مفہوم اور اس کے تشکیل کے عوامل بھی درج کیے گئے ہیں تاکہ ان کے پس منظر کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔

| نمبر شمار | روزمرہ/محاورہ | مفہوم | استعمال کا پس منظر | تشکیل کا سبب |
|---|---|---|---|---|
| 1۔ | ہتھ ہولا رکھنا | زیادہ سختی نہ کرنا، نرمی برتنا | پنجابی محاورہ جو اردو میں مستعمل ہوا | ثقافتی تعامل، لسانی امتزاج اور مقامی زبانوں کے اثرات، اُردو اخبارات میں رائج |
| 2۔ | گونگلو سے مٹی جھاڑنا | دکھاوے کے لیے تھوڑا سا کام کر کے اصل کام کو ٹال دینا | پنجابی سے اُردو میں مستعمل ہوا | ثقافتی تعامل، لسانی امتزاج اور مقامی زبانوں کے اثرات، اُردو اخبارات میں رائج |
| 3۔ | ٹھیک ٹھاک لتاڑنا | سختی سے سرزنش کرنا، ضرورت سے زیادہ ڈانٹنا | گفتگو میں زور پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، خاص طور پر غیر رسمی اور طنزیہ لہجے | پاپ کلچر، روزمرہ بول چال میں شدت کے رجحانات، میڈیا اور عوامی گفتگو کا اثر |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | میں | |
| 4۔ | ڈنگ ٹپانا | وقتی طور پر مسئلہ ٹالنا، بغیر کسی طویل المدتی حل کے معاملات چلاتے رہنا | حکومتی پالیسیوں اور معاشی معاملات پر تنقیدی گفتگو میں مستعمل، حکومت کی ڈنگ ٹپاؤ پالیسی سے معیشت کو نہیں سنبھالا جا سکتا۔ | سیاسی و سماجی حالات، حکومتی پالیسیوں پر عوامی اور صحافتی تنقید، روزمرہ سیاسی مباحثے |
| 5۔ | مکو ٹھپنا | کسی کا مکمل خاتمہ کر دینا، کسی کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دینا | سیاسی بیانات، سماجی اور عوامی گفتگو میں شدت کے اظہار کے لیے مستعمل | پنجابی زبان کا اثر، سیاسی کشمکش، عوامی گفتگو میں شدت پسندانہ رجحان |
| 6۔ | تھرتھلی مچانا | سنسنی خیزی پیدا کرنا، غیر ضروری طور پر ہنگامہ برپا کرنا | میڈیا رپورٹنگ، سنسنی خیز خبروں، عوامی ردعمل، اور سوشل میڈیا پر پھیلنے والے افواہوں سے متعلق | میڈیا کی سنسنی خیزی، غیر ذمہ دارانہ رپورٹنگ، سوشل میڈیا کا اثر |
| 7۔ | ہارس ٹریڈنگ کرنا | سیاسی ارکان کی خرید و فروخت، عہدوں یا مالی فوائد کے عوض حمایت | سیاست میں اقتدار کے لیے جوڑتوڑ، غیر اخلاقی سیاسی سودے | پارلیمانی سیاست، اقتدار کی کشمکش، مالی مفادات اور سیاسی |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | حاصل کرنا | بازی، حکومت بنانے اور گرانے کی کوششوں سے متعلق | چالاکی |
| 8۔ | سرجیکل سٹرائیک کرنا | کسی مخصوص ہدف کو نشانہ بنانے کے لیے محدود اور درست کارروائی کرنا | فوجی کارروائی، انٹیلی جنس آپریشن، جنگی حکمت عملی، اور سیاست میں مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے کی جانے والی محدود کارروائیاں | جدید جنگی حکمت عملی، ٹیکنالوجی کا استعمال، سیاسی اور دفاعی حکمت عملی |
| 9۔ | پنڈورا باکس کھلنا | کسی ایسی حقیقت یا معاملے کا سامنے آنا جو مزید مسائل اور پریشانیوں کو جنم دے | کسی چھپے ہوئے معاملے یا راز کے فاش ہونے سے پیدا ہونے والے مسائل اور تنازعات | جدید سیاست اور تحقیقات میں خفیہ معلومات کے افشا ہونے کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل |
| 10۔ | سٹار فش بننا | کسی گروہ یا تحریک کا دبانے کے بعد دوبارہ کئی حصوں میں تقسیم ہو کر ابھرنا | انتہا پسند یا مزاحمتی گروہوں کو توڑنے کے بعد ان کے نئے ناموں یا شکلوں میں دوبارہ ابھرنے کا | سمندری جاندار سٹار فش کی حیاتیاتی صلاحیت، جس میں اس کے جسم کے کٹے ہوئے حصے سے نئی سٹار فش بن جاتی ہے |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | رجحان | |
| 11۔ | یوٹرن لینا | اپنی کہی ہوئی بات یا پالیسی کو یکسر بدل لینا | سیاست میں وعدہ خلافی یا منصوبوں میں اچانک تبدیلی | سڑک پر گاڑی موڑنے کے لیے یوٹرن لینے کے تصور سے |
| 12۔ | بلڈوز کرنا | طاقت یا دباؤ کے ذریعے کسی کو کوئی کام کرنے پر مجبور کرنا | سیاست، کاروبار اور سماجی معاملات میں طاقت کے استعمال سے فیصلے نافذ کرنا | تعمیرات میں بلڈوزر کے ذریعے راستہ صاف کرنے کے تصور سے |
| 13۔ | ٹاپ پر ہونا | کسی بھی میدان میں سب سے آگے ہونا، کامیابی کی معراج پر پہنچنا | یہ محاورہ کھیلوں، تعلیمی کارکردگی، کاروبار یا کسی بھی میدان میں نمایاں کامیابی کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ | یہ محاورہ انگریزی زبان کے اثر سے اردو میں آیا ہے اور عام طور پر کامیابی یا برتری کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ |
| 14۔ | مہنگائی پروف ہونا | وہ شخص جس پر مہنگائی کا کوئی اثر نہ ہو | سیاست دانوں اور اعلیٰ عہدے داروں کی طرف اشارہ جو مہنگائی کے باوجود پُرتعیش زندگی | یہ محاورہ بھی انگریزی زبان کے اثر سے اُردو میں آیا ہے۔ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | گزارتے ہیں | |
| 15 | وائیڈ باؤلنگ کرنا | کسی مقررہ دائرہ کار یا قانونی و آئینی حد سے تجاوز کرنا۔ | سیاست میں اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی جماعت یا فرد آئینی و قانونی حدود سے تجاوز کرے۔ جیسے: "پیپلز پارٹی نے ٹریک چھوڑ دیا، وائیڈ باؤلنگ سے معاملات خراب ہوں گے۔" | کرکٹ میں وائیڈ بال کا اصول پہلے سے موجود تھا، جب سیاست میں کسی جماعت کے غیر آئینی اقدامات پر تبصرہ کرنے کے لیے اسے بطور استعارہ استعمال کیا جانے لگا تو یہ ایک محاورہ بن گیا۔ |
| 16 | انڈر گراؤنڈ ہونا | روپوش ہونا، چھپ جانا، ایسی جگہ رہنا جہاں سے موجودگی کا پتہ نہ لگایا جا سکے۔ | یہ اصطلاح پہلے خفیہ سرگرمیوں اور مجرمانہ دنیا میں استعمال ہوتی تھی، بعد میں عام بول چال میں بھی رائج ہو گئی۔ سیاسی اور سماجی پس منظر میں بھی اسے ان لوگوں کے | انگریزی زبان سے مستعار لیا گیا محاورہ، جو جرائم پیشہ افراد، سیاسی کارکنوں اور غیر قانونی طور پر رہنے والوں کے لیے اردو میں رائج ہو گیا۔ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | لیے استعمال کیا جاتا ہے جو کسی وجہ سے خود کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ | |
| 17 | ڈبل شاہ بننا | وہ شخص جو سادہ لوح عوام کو پیسے دگنے کرنے کا جھانسہ دے کر دھوکہ دیتا ہے۔ | یہ محاورہ ایسے دھوکہ بازوں کے لیے بولا جاتا ہے جو لوگوں کو غیر حقیقی منافع یا دولت دگنی کرنے کا فریب دیتے ہیں۔ ایسے کردار عام طور پر عوام کے لالچ کا فائدہ اٹھاتے ہیں اور مالی نقصان پہنچاتے ہیں۔ | یہ اصطلاح مالیاتی نوسر بازی اور دھوکہ دہی کے واقعات کے باعث زبان زد عام ہوئی اور ہر طرح کے مالیاتی فراڈ میں ملوث افراد کے لیے بطور محاورہ استعمال ہونے لگی |
| 18 | ہاٹ کیک ہونا | کوئی چیز، خبر، کتاب، یا شخصیت جو انتہائی مقبول ہو اور تیزی سے عوام میں پذیرائی حاصل کرلے۔ | عام طور پر کسی تیزی سے فروخت ہونے والی چیز، مقبول شخصیت، یا بہت زیادہ زیر بحث آنے والی خبر کے لیے | اس محاورے کا استعمال ان اشیا، خبروں یا شخصیات کے لیے کیا جاتا ہے جو مقبولیت کے عروج پر ہوں اور عوام کی خاص توجہ حاصل کرلیں۔ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: "یہ نیا ناول ہاٹ کیک کی طرح فروخت ہو رہا ہے۔" | |
| 19 | کلین چٹ دینا | کسی شخص کو کسی الزام سے بری قرار دینا، بے گناہ ثابت کرنا، یا قانونی طور پر شک سے پاک قرار دینا۔ | عام طور پر سیاست، عدالتی معاملات، اور تفتیشی عمل میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: "عدالت نے سابق وزیر کو تمام الزامات سے کلین چٹ دے دی۔" | سیاست، قانون، اور عدالتی معاملات میں اس محاورے کا استعمال عام ہو گیا، جہاں تحقیقات کے بعد کسی پر لگے الزامات کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ |
| 20 | فل ٹاس پھینکنا | کسی مخالف کی کمزوری یا غلطی سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملنا۔ | کرکٹ کی اصطلاح سے اخذ کیا گیا، جہاں فل ٹاس گیند بلے باز کے لیے آسان موقع فراہم کرتی ہے، جسے وہ اپنی مرضی کے مطابق کھیل سکتا ہے۔ | یہ محاورہ کرکٹ کے علاوہ سیاست اور روزمرہ کے معاملات میں بھی استعمال ہوتا ہے، خاص طور پر جب کسی مخالف کی غلطی دوسروں کے لیے فائدہ مند ثابت ہو۔ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| 21 | گن پوائنٹ پر منوانا | کسی کو زبردستی یاد باؤ میں لا کر کوئی کام کروانا یا بات منوانا۔ | پہلے یہ محاورہ "اسلحے کی نوک پر" کے طور پر رائج تھا، لیکن انگریزی کے اثر کے باعث "گن پوائنٹ" کی صورت میں عام ہو گیا۔ | یہ محاورہ انگریزی زبان کے غالب اثر کے سبب اُردو میں رائج ہوا ہے۔ |
| 22 | کلین سویپ کرنا | کسی مقابلے، انتخاب یا مہم میں مکمل اور فیصلہ کن کامیابی حاصل کرنا۔ | جب کوئی جماعت انتخابات میں اپنے تمام حریفوں کو شکست دے دے، جیسے: "حکمران جماعت نے اس بار انتخابات میں کلین سویپ کر لیا۔" یا جب کسی ادارے میں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں کی جائیں، جیسے: "نئے CEO نے کمپنی میں کلین سویپ کرتے ہوئے کئی | یہ محاورہ انگریزی کے اثر کی وجہ سے اردو میں داخل ہوا اور عمومی طور پر انتخابات اور ادارہ جاتی اصلاحات کے سیاق و سباق میں استعمال ہونے لگا۔ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | پرانے ملازمین کو فارغ کر دیا۔" | |
| 23 | شارٹ کٹ مارنا | کسی منزل یا مقصد تک پہنچنے کے لیے روایتی محنت اور جدوجہد کے بجائے آسان، فوری اور غیر روایتی طریقہ اپنانا۔ | یہ محاورہ انگریزی زبان سے اردو میں آیا، جہاں "Shortcut" کسی راستے کو مختصر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، بعد میں یہ محاورہ عمومی طور پر ہر وہ طریقہ کار ظاہر کرنے لگا جو محنت کی بجائے آسان اور جلد بازی کے نتائج پر مبنی ہو۔ | یہ محاورہ انگریزی کے اثر کے تحت اردو میں رائج ہوا اور عمومی طور پر کامیابی کے غیر روایتی اور اکثر غیر اخلاقی طریقوں کے لیے استعمال ہونے لگا۔ |
| 24 | مک مکا کرنا | کسی معاملے کو رسمی یا قانونی طریقے سے حل کرنے کے بجائے ذاتی مفادات کے تحت ساز باز یا غیر شفاف طریقے سے طے کر لینا۔ | جب دو فریق کسی تنازعے کو قانونی طریقہ کار کے بجائے باہمی مفاہمت، رشوت یا اثر ورسوخ کے ذریعے حل کر | یہ محاورہ معاشرتی رویوں سے پیدا ہوا، جو اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے نظام میں شفافیت اور انصاف کے بجائے "جگاڑ" اور ساز باز کے ذریعے مسائل حل کیے جاتے ہیں۔ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | لیں، جیسے: "عدالت میں جانے کے بجائے دونوں پارٹیوں نے مک مکا کر لیا۔" یا جب سیاسی جماعتیں اقتدار کے لیے باہمی سودے بازی کریں، جیسے: "حکومت بنانے کے لیے سیاسی جماعتوں نے مک مکا کرلیا۔" | |
| 25 | رُل جانا | خوار ہو جانا، سخت محنت اور کوشش کے باوجود ناکام ہو جانا۔ | یہ جملہ پنجابی زبان کا ایک معروف روزمرہ ہے جو اب اردو میں بھی عام ہو چکا ہے۔ عام طور پر اس کا استعمال اس وقت کیا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی کام کو انجام دینے کے لیے خلوصِ دل | روزمرہ کی تشکیل عام بول چال سے ہوئی اور اس کا زیادہ استعمال محبت میں ناکامی یا کسی مقصد میں سخت جدوجہد کے باوجود نقصان اٹھانے کے مواقع پر ہوتا ہے۔ پنجابی زبان سے اردو زبان میں منتقل ہونے کے بعد، یہ پاکستان کے قومی اخبارات اور عوامی گفتگو میں بھی مستعمل |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | سے کوشش کرے لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکلے۔ | ہو چکا ہے۔ |
| 26 | ڈھول ڈھمکوں کے ساتھ | خوشی کے موقعوں پر دھوم دھڑکے اور جشن کا اظہار۔ | یہ روزمرہ خاص طور پر خوشی کے مواقع پر استعمال ہوتا ہے، جیسے شادی بیاہ، کسی بڑی کامیابی یا فصل کی کٹائی کے آغاز پر۔ مختلف ثقافتی اور روایتی تقریبات میں ڈھول کا بجانا خوشی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ | معاشرتی اور ثقافتی طور پر ڈھول کو جشن اور مسرت سے جوڑا جاتا ہے۔ اس کا استعمال مختلف علاقوں میں خوشی کے اظہار کے لیے کیا جاتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ "ڈھول ڈھمکوں" کا مطلب دھوم دھڑکا اور خوشی کی تقریبات سے لیا جاتا ہے۔ |
| 27 | وارے نیارے ہونا | غیر متوقع طور پر بہت زیادہ فائدہ ہونا، خوشحالی اور کامیابی حاصل کرنا۔ | یہ روزمرہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کسی شخص کو توقع سے بڑھ کر کامیابی یا فائدہ حاصل ہو۔ یہ عمومی طور پر خوش قسمتی، مالی | "وارے نیارے" کا تعلق خوش قسمتی اور غیر متوقع کامیابی سے ہے۔ جب کوئی شخص بغیر کسی خاص محنت کے یا خلافِ توقع کسی بڑے فائدے سے ہمکنار ہو جائے تو یہ روزمرہ استعمال کیا جاتا ہے۔ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | فائدے یا کسی بڑی کامیابی کے اظہار کے لیے بولا جاتا ہے۔ | |
| 28 | یرک جانا | ڈر جانا، خوفزدہ ہو کر پسپائی اختیار کرنا۔ | یہ پنجابی زبان کا ایک معروف روزمرہ ہے، جو خاص طور پر اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی شخص کسی خطرے، دھمکی یا دباؤ کے تحت خوفزدہ ہو جائے اور پیچھے ہٹ جائے۔ یہ محاورہ عام طور پر بزدلی کے اظہار کے لیے بولا جاتا ہے۔ | اس کا تعلق پنجاب کے دیہاتی ماحول سے جُڑا ہے، جہاں سانڈوں کی لڑائی کے دوران کسی ایک سانڈھ کے شدید دباؤ میں آ کر جسمانی ردعمل ظاہر کرنے کو "یرک جانا" کہا جاتا ہے۔ بعد میں یہ محاورہ عام طور پر خوفزدہ ہونے یا دباؤ میں آ جانے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا، خاص طور پر سیاست اور سماج میں کمزوری ظاہر کرنے کے لیے۔ |
| 29 | کل کلاں | آئندہ زمانے میں، کچھ روز بعد، مستقبل میں کسی وقت۔ | یہ روزمرہ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کسی ممکنہ مستقبل کے واقعے یا تبدیلی کی طرف اشارہ کرنا | "کل" کا مطلب ہے گزرے یا آنے والا دن، جبکہ "کلاں" اس کا تاکیدی اضافہ ہے جو مستقبل کے کسی غیر معین وقت کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہی |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | ہو۔ خاص طور پر، سیاست، سماجی معاملات، یا کسی بھی غیر یقینی صورتِ حال کے تناظر میں اس کا استعمال عام ہے۔ | وجہ ہے کہ "کل کلاں" کا مطلب آئندہ کسی وقت کے لیے لیا جاتا ہے اور یہ اکثر کسی ممکنہ تبدیلی، پیشین گوئی یا قیاس کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ |
| 30 | وکھری ٹائپ کا ہونا | الگ قسم کا، دوسروں سے مختلف، منفرد انداز رکھنے والا۔ | یہ روزمرہ زیادہ تر طنزیہ طور پر استعمال ہوتا ہے، خاص طور پر ایسے افراد یا چیزوں کے لیے جو بظاہر منفرد ہونے کا دعویٰ کریں لیکن ان کے عمل عام رویوں سے مختلف نہ ہوں۔ سیاست میں، کسی ایسے شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو خود کو دوسروں سے بہتر ظاہر کرے مگر وہی غلطیاں کرے۔ یہ | "وکھری" پنجابی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب "الگ" یا "منفرد" ہے، جبکہ "ٹائپ" انگریزی زبان کا لفظ ہے جو کسی مخصوص قسم یا طرز کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس طرح، "وکھری ٹائپ" کا مطلب کسی ایسی چیز یا فرد سے ہے جو عام رجحان سے مختلف ہو، چاہے حقیقت میں ہو یا صرف دکھاوے کے لیے۔ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | کسی غیر روایتی کتاب، شخصیت، یا عمل کے لیے بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ | |
| 31 | کھانا ورتانا | کھانے کی تقسیم، مہمانوں کو کھانے پیش کرنا۔ | یہ روزمرہ زیادہ تر شادی بیاہ اور دیگر خوشی کے مواقع پر استعمال ہوتا ہے، جہاں مہمانوں کی خدمت اور کھانے کی تقسیم کے لیے مخصوص افراد کی ڈیوٹی لگائی جاتی ہے۔ عام طور پر قریبی رشتہ دار، خاص طور پر دلہن اور دولہا کے کزن، یہ ذمہ داری نبھاتے ہیں۔ | "ورتانا" پنجابی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب تقسیم کرنا یا بانٹنا ہے۔ اسی مناسبت سے "کھانا ورتانا" کا مطلب ہے مہمانوں میں کھانے کی تقسیم، جو کہ مشرقی روایات میں مہمان نوازی کا ایک اہم جزو ہے۔ |
| 32 | گل ودھ جانا | بڑھی ہوئی، حد سے تجاوز کر جانا، سنگین صورتِ حال اختیار کر لینا۔ | یہ روزمرہ زیادہ تر اس وقت استعمال ہوتا ہے جب دو | "ودھی" پنجابی زبان کا لفظ ہے، جو "بڑھنے" یا "زیادہ ہونے" کے معنی میں استعمال |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | فریقین کے درمیان معاملات سلجھنے کے بجائے مزید بگڑ جائیں۔ جھگڑے، تنازعات یا کسی بھی کشیدہ صورتِ حال کے بگڑنے پر کہا جاتا ہے کہ "گل ودھ گئی اے" یعنی مسئلہ مزید بڑھ گیا ہے۔ | ہوتا ہے۔ اسی مناسبت سے "ودھی ہوئی" کا مطلب ہے وہ چیز جو حد سے بڑھ گئی ہو، چاہے وہ تنازع ہو، قسمت کی مداخلت ہو، یا کسی واقعے کی شدت ہو۔ |
| 33 | آنیاں جانیاں دکھانا | کسی شخص کا بار بار آنا اور جانا، بے مقصد نقل و حرکت، رسمی یا نمائشی آمدورفت۔ | یہ روزمرہ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کسی کی نقل و حرکت نظر تو آ رہی ہو لیکن اس کا کوئی واضح فائدہ یا نتیجہ نہ نکل رہا ہو۔ خاص طور پر سیاست، بیوروکریسی، یا اعلیٰ عہدے داروں کے نمائشی دوروں کے لیے بولا جاتا ہے۔ | "آنیاں" اور "جانیاں" دونوں الفاظ پنجابی اور اردو میں "آنے" اور "جانے" کی تکرار کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اس روزمرہ میں ان الفاظ کو جوڑ کر کسی شخص کی بے فائدہ اور نمائشی نقل و حرکت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | مثال کے طور پر، جب کسی بحران یا آفت میں عوام مدد کے منتظر ہوتے ہیں لیکن حکام صرف دورے کرتے رہیں تو کہا جاتا ہے کہ "ہم تو بس ان کی آنیاں جانیاں دیکھتے رہے۔" | |
| 34 | پگّانوالے ہونا | وہ لوگ جو اپنی دولت، امارت یا سماجی رتبے پر اتراتے ہیں، یا جو معاشرتی طور پر زیادہ معزز اور معتبر سمجھے جاتے ہیں۔ | "پگ" پنجاب میں عزت، وقار اور سرداری کی علامت ہے۔ "پگّانوالے" کا مطلب ان لوگوں سے لیا جاتا ہے جو عزت دار، سردار یا بااثر شخصیت کے مالک ہوں۔ بعض اوقات یہ طنزیہ طور پر بھی استعمال ہوتا ہے، خاص طور پر ان | "پگ" کا مطلب عزت و وقار جبکہ "والے" کا مطلب اس صفت کے حامل افراد ہوتا ہے۔ اس ترکیب سے مراد وہ لوگ ہیں جو سماج میں عزت و رتبہ رکھتے ہیں یا اسے ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | لوگوں کے لیے جو اپنی دولت اور اثر و رسوخ پر فخر کرتے ہیں۔ | |
| 35 | دبنگ لیڈر ہونا | ایسا راہنما جو بے خوف، بے باک اور زور آور ہو، اپنی بات کہنے میں جھجک محسوس نہ کرے اور جرات مندی کا مظاہرہ کرے۔ | سیاست اور سماج میں "دبنگ لیڈر" کا تصور ایسے قائد کے لیے استعمال ہوتا ہے جو مشکلات کا سامنا بہادری سے کرے اور عوام میں مضبوط شخصیت کے طور پر جانا جائے۔ سیاسی کارکنان عموماً اپنے راہنما کو ہی دبنگ لیڈر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ | "دبنگ" کا مطلب جرات مند اور نڈر جبکہ "لیڈر" کا مطلب راہنما ہوتا ہے۔ اس ترکیب سے مراد وہ شخصیت ہے جو اپنی قیادت کے انداز میں سخت گیر اور بے خوف ہو۔ |
| 36 | مس گائیڈ کرنا | کسی شخص کو غلط راستہ دکھانا یا کسی معاملے میں جان بوجھ کر الجھا دینا۔ | "گائیڈ کرنا" کا مطلب درست راہنمائی کرنا ہوتا ہے، جبکہ "مس | تعلیمی، سماجی اور سیاسی معاملات میں جب کسی کو جان بوجھ کر غلط معلومات فراہم کی جاتی ہیں، تو کہا جاتا ہے کہ اسے "مس |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | گائیڈ کرنا" اس کا متضاد ہے، یعنی کسی کو غلط معلومات دینا یا اس کی سوچ کو گمراہ کرنا۔ | گائیڈ" کیا جا رہا ہے۔ سیاست میں بھی اکثر عوام کو مس گائیڈ کرنے کی بات کی جاتی ہے۔ |
| 37 | ہائی جیکنگ کرنا | کسی چیز پر زبردستی یا غیر قانونی طریقے سے کنڑول حاصل کرنا،اسے اس کے اصل راستے یا مقصد سے ہٹادینا۔ | ہائی جیکنگ عام طور پر غیر قانونی اور غیر اخلاقی عمل سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اس میں کسی ایسی چیز پر قبضہ کیا جاتا ہے جس کا ہائی جیکر سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ | 1۔ہوائی جہاز کی ہائی جیکنگ جہاز کا زبردستی کنڑول حاصل کرنا اور اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا۔ 2۔سائبر ہائی جیکنگ کسی کے کمپیوٹر، نیٹ ورک یا آن لائن اکاؤنٹ کو غیر قانونی طریقے سے ہتھیانا۔ 3۔دیگر اقسام گاڑیوں، بحری جہازوں، اور حتیٰ کہ سیاسی یا سماجی معاملات میں کسی تحریک یا بیانیے پر قبضہ کرلینا۔ |
| 38 | ٹرن اراؤنڈ ہونا | سمت یا راستہ تبدیل کرنے کا عمل، کسی صورت حال میں بڑی تبدیلی لانے کے لیے | جس سمت میں جا رہے ہوں،اس سے مخالف سمت میں مڑنا۔ | اردو اخبار میں "معیشت کے ٹرن اراؤنڈ" کے حوالے سے استعمال کیا گیا۔ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | استعمال ہوتا ہے۔ | | |
| 39 | ڈیڈلاک ہونا | ایسی صورتِ حال جب فریقین کے درمیان کوئی معاہدہ یا پیش رفت ممکن نہ ہو اور معاملات رک جائیں۔ | مکمل تعطل، کسی معاملے میں رکاوٹ جو حل نہ ہوسکے۔ | 1۔ سیاسی مذاکرات میں (مثلاً: "حکومت اور اپوزیشن کے درمیان ڈیڈ لاک برقرار")۔<br>2۔ قانونی معاملات میں (مثلاً: "عدالت میں مقدمے پر فیصلہ نہ ہونے کے باعث ڈیڈ لاک پیدا ہو گیا")۔<br>3۔جارتی یا صنعتی معاہدوں میں (مثلاً: "مزدوروں اور انتظامیہ کے درمیان مذاکرات ڈیڈ لاک کا شکار ہو گئے")۔ |
| 40 | گرین سگنل دینا | کسی عمل، منصوبے یا تجویز کے لیے منظوری یا اجازت دینا۔ | 1۔ٹریفک سگنلز میں (مثلاً: "گرین سگنل ملتے ہی گاڑیاں چلنا شروع ہو گئیں")۔<br>2۔نصوبوں اور پالیسیوں میں (مثلاً: "حکومت نے نئے ترقیاتی منصوبے کو | "نئے قانون کے نفاذ کے لیے پارلیمنٹ سے گرین سگنل مل چکا ہے"۔ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | گرین سگنل دے دیا")۔ 3۔ روزمرہ زندگی میں (مثلاً: "میری درخواست کو گرین سگنل مل گیا، اب میں نوکری شروع کر سکتاہوں")۔ | |
| 41 | ڈبل گیم کرنا | فریب دینا، بظاہر کسی کی حمایت کرنالیکن خفیہ طور پر مخالف سمت میں کام کرنا۔ | روزمرہ زندگی میں (مثلاً: "دوستی میں ڈبل گیم کرنا اعتماد توڑنے کے مترادف ہے | "اس کمپنی نے اپنے شراکت داروں کے ساتھ ڈبل گیم کھیلی اور خفیہ طور پر دوسری پارٹی سے معاہدہ کرلیا"۔ |
| 42 | اشوبننا | کسی چھوٹے مسئلے کا نظر انداز ہونے یا غلط طریقے سے سنبھالنے کی وجہ سے بڑا اور سنگین معاملہ بن جانا۔ | سماجی مسائل میں (مثلاً: "اگر یہ معاملہ حل نہ کیا گیاتو بعد میں اشو بن سکتا ہے") | "ابتدا میں یہ ایک عام بحث تھی، مگر بعد میں اشو بن گئی اور سوشل میڈیاپر وائرل ہوگئی"۔ |
| 43 | گڈگورننس ہونا | مؤثر، شفاف اور جوابدہ طرز حکمرانی جو عوام کی فلاح و بہبود کو یقینی | شفافیت، احتساب، قانون کی حکمرانی، عوامی ضروریات کی | ایک شفاف عدالتی نظام اور موثر حکومتی پالیسیوں کے بغیر گڈگورننس کاقیام ممکن نہیں۔ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | بنائے۔ | تکمیل، مؤثر فیصلہ سازی۔ | |
| 44 | ٹاسک دینا | کسی شخص کو مخصوص کام یا ذمہ داری سونپنا۔ | استاد نے طلبہ کو نیا ٹاسک دیا | پروجیکٹ کی تکمیل کے لیے ہر رکن کو الگ الگ ٹاسک دیا گیا ہے۔ |
| 45 | کوَراَپ کرنا | کسی حقیقت یا سچائی کو چھپانے کا عمل۔ | .1سیاست میں (مثلاً: "حکومت نے اسکینڈل کو کور اپ کرنے کی کوشش کی")۔<br>.2میڈیا میں (مثلاً: "خبر کو کور اپ کر کے عوام سے معلومات چھپائی گئیں")۔<br>.3کاروباری دنیا میں (مثلاً: "کمپنی نے مالی خسارے کو کور اپ کرنے کی تدبیر کی")۔ | "اس کیس میں کئی حقائق کو کور اپ کیا گیا تاکہ اصل مجرم بچ جائے"۔ |
| 46 | کمپرومائز کرنا | سمجھوتا کرنا یا کسی معاملے | اچھے تعلقات کے | حکومت اور اپوزیشن کے |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | میں درمیانی راستہ نکالنا۔ | لیے بعض اوقات کمپرومائز کرناپڑتاہے | درمیان کمپرومائز کی کوشش جاری ہے |
| 47 | ڈیڈلائن دینا | کسی کام، اسائنمنٹ، پروجیکٹ یا سرگرمی کو مکمل کرنے کی آخری تاریخ یاوقت۔ | اخبار میں مضمون جمع کرانے کی ڈیڈ لائن آج شام ہے | ڈیڈلائن سے پہلے کام مکمل کرنا وقت کی پابندی کی علامت ہے |
| 48 | ریڈالرٹ جاری کرنا | کسی سنگین یا ہنگامی صورتحال سے متعلق سخت انتباہ، جس میں فوری ردِعمل اور چوکس رہنے کی ضرورت ہو۔ | وبا کے پھیلاؤ کے خطرے کے پیش نظر اسپتالوں میں ریڈ الرٹ جاری کر دیا گیا | زلزلے کے بعد ممکنہ آفٹر شاکس کے پیش نظر ریڈالرٹ جاری کردیا گیا |
| 49 | برین واشنگ کرنا | کسی فرد کے خیالات، عقائد اور رویوں پر نفسیاتی اثر ڈال کر انہیں تبدیل کرنے کا عمل۔ | سیاسی جماعتیں اپنے نظریات کو فروغ دینے کے لیے برین واشنگ کے طریقے اپناتی ہیں | شدت پسند تنظیمیں نوجوانوں کی برین واشنگ کر کے انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتی ہیں |
| 50 | کریڈٹ لینا | کسی کام کی کامیابی کا سہرا اپنے سر لینا، چاہے وہ خود کیاہو یانہ کیاہو۔ | اس منصوبے کی کامیابی کا کریڈٹ پوری ٹیم کو جاتاہے یا اس نے میری محنت | "کریڈٹ دینا" انگریزی زبان کے لفظ **"Credit"** سے اخذ شدہ ہے، جو اردو میں مستعمل ہو چکاہے۔ یہ اصطلاح کاروباری، تعلیمی،اور عمومی سطح |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | کا کریڈٹ لے لیا | پر استعمال ہوتی ہے۔ |
| 51 | مینڈیٹ لینا | "مینڈیٹ لینا" کا مطلب کسی کام کو انجام دینے کا باضابطہ اختیار حاصل کرنا ہے۔ | کسی فرد، جماعت یا تنظیم کو قانونی، سیاسی یا انتظامی امور انجام دینے کے لیے حاصل ہونے والے اختیار کے تناظر میں استعمال ہوتا ہے۔ | "مینڈیٹ" انگریزی کے لفظ **"Mandate"** سے ماخوذ ہے، جو لاطینی زبان کے لفظ **"Mandatum"** (جس کا مطلب "حکم" یا "ہدایت" ہے) سے آیا ہے۔ یہ اردو میں سیاسی اور قانونی اصطلاح کے طور پر مستعمل ہو چکا ہے۔ |
| 52 | لابنگ کرنا | "لابنگ کرنا" سے مراد کسی مخصوص پالیسی، قانون یا فیصلے پر اثر انداز ہونے کے لیے حکومتی عہدیداروں، قانون سازوں یا دیگر فیصلہ سازوں سے ملاقات کرنا اور ان کی رائے یا اقدامات کو کسی خاص مقصد یا مفاد کے حق میں ہموار کرنا ہے۔ | لابنگ ایک قدیم سیاسی اور معاشی عمل ہے جو جمہوری اور غیر جمہوری دونوں نظاموں میں کسی مخصوص ایجنڈے یا مفاد کو آگے بڑھانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ یہ کارپوریٹ سیکٹر، غیر سرکاری تنظیموں اور سیاسی جماعتوں کے ذریعہ | "لابنگ" انگریزی لفظ **"Lobbying"** سے ماخوذ ہے، جو "Lobby" (اجتماعی جگہ یا راہداری) سے نکلا ہے۔ یہ اصطلاح اس وقت عام ہوئی جب لوگ قانون سازوں سے ملاقات کے لیے پارلیمان یا سرکاری دفاتر کی لابی میں انتظار کرتے تھے۔ اردو میں یہ اصطلاح جوں کی توں مستعمل ہو گئی۔ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ | |
| 53 | بلیک لسٹ کرنا | "بلیک لسٹ کرنا" سے مراد کسی فرد، ادارے یا چیز کو ناپسندیدہ، مشکوک یا ممنوع قرار دینا ہے، جس کے نتیجے میں انہیں کسی خاص سرگرمی یا سہولت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ | "بلیک لسٹ" کی اصطلاح ابتدا میں سرکاری یا کاروباری اداروں میں ان افراد یا اداروں کے لیے استعمال ہوتی تھی جنہیں ناقابلِ اعتماد یا غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث سمجھا جاتا تھا۔ آج کل یہ اصطلاح وسیع پیمانے پر پابندیوں، معاشرتی بائیکاٹ، اور ڈیجیٹل سیکیورٹی میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ | "بلیک لسٹ" انگریزی زبان سے ماخوذ ہے، یہ روزمرہ مختلف زبانوں میں رائج ہو گیا، اردو میں بھی اسے بغیر ترجمے کے اپنا لیا گیا۔ |
| 54 | انٹرٹین کرنا | "انٹرٹین کرنا" کا مطلب کسی کو تفریح فراہم کرنا یا خوش کرنا ہے، چاہے وہ | تفریح انسانی زندگی کا ایک اہم پہلو رہا ہے، جس کا آغاز قدیم | اردو میں انگریزی سے مستعار لے کر اس کا استعمال عام ہو گیا ہے، اور اب یہ روزمرہ بول |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | پرفارمنس، بات چیت، کھیل یا کسی اور تفریحی سرگرمی کے ذریعے ہو۔ اس میں کسی کو مشغول رکھنا اور خوشی فراہم کرنا شامل ہوتا ہے۔ | تہذیبوں میں موسیقی، رقص اور کہانی سنانے کی صورت میں ہوا۔ جدید دور میں فلمیں، تھیٹر، کھیل، سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز تفریح کے بڑے ذرائع بن چکے ہیں۔ | چال کا حصہ بن چکا ہے۔ |
| 55 | رول ماڈل ہونا | "رول ماڈل" اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی شخصیت، کردار اور کامیابی دوسروں کے لیے مثالی ہو اور لوگ اس کی پیروی کرنا چاہیں۔ رول ماڈل کی خصوصیات میں دیانت داری، استقامت، قیادت اور مثبت اثر و رسوخ شامل ہوتے ہیں۔ | انسان ہمیشہ سے ایسی شخصیات کی پیروی کرتا آیا ہے جو کسی مخصوص میدان میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ | "رول ماڈل" انگریزی زبان کے الفاظ "Role" (کردار) اور "Model" (نمونہ) کا مرکب ہے۔ اردو میں بھی مستعار لے کر عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ |
| 56 | ونڈر فل ہونا | "ونڈر فل" ایسا لفظ ہے جو کسی چیز کے شاندار، حیرت انگیز یا غیر معمولی | انگریزی زبان سے مستعار لیا گیا یہ لفظ جدید دور میں اردو | "ونڈر فل" انگریزی کے "Wonderful" سے ماخوذ ہے، جو |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | ہونے کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اردو میں اس کے متبادل کے طور پر "شاندار" یا "بہت خوب" جیسے الفاظ موجود ہیں، لیکن "ونڈر فل" بھی روزمرہ زبان میں عام ہو چکا ہے۔ | بول چال، میڈیا، اور سوشل نیٹ ورکس میں وسیع پیمانے پر استعمال ہو رہا ہے۔ | "Wonder" (حیرت یا تعجب) اور "-ful" (کسی چیز سے بھرا ہوا) کے امتزاج سے بنا ہے۔ یہ اصطلاح اردو میں جدید رجحانات اور گلوبلائزیشن کی وجہ سے مقبول ہوئی ہے۔ |
| 57 | ٹائم فریم دینا | "ٹائم فریم" ایک مخصوص مدت یا حد ہے جس کے اندر کسی کام، منصوبے یا سرگرمی کو مکمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ | یہ اصطلاح انگریزی زبان سے ماخوذ ہے اور جدید دور میں منصوبہ بندی، کاروبار، تعلیم، اور روزمرہ زندگی میں عام استعمال ہونے لگی ہے۔ ٹیکنالوجی، ڈیجیٹل میڈیا اور کاروباری منصوبہ بندی میں اس کا استعمال بڑھ رہا ہے۔ | "ٹائم فریم" انگریزی کے "Time Frame" سے ماخوذ ہے، جہاں "Time" وقت کو اور "Frame" کسی حد، دائرہ کار یا مدت کو ظاہر کرتا ہے۔ عصری ترقی، ٹیکنالوجی اور گلوبلائزیشن کے اثرات نے اس اصطلاح کو اردو میں بھی عام کر دیا ہے۔ |